سکّوں پر اشعار

تا ایک سند نگاں رضائیٔ کن

سیّد نور محمّد اکیلوی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

سِکّوں پر اشعار

ذخیرہ محمد وقار مجددی

سیّد نور محمدؒ اکیلوی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

Marfat.com

نام کتاب : سکوں پر اشعار
نام مصنف : سید نور محمد اکیلوی
سرورق : غوث محمد
کتابت : سید محمود سلیم اور سید صفدر مہدی

تقسیم کار : ■ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
صدر دفتر : ■ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵
شاخیں : ■ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
■ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی۔ ۴۰۰۰۰۳
■ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱

136363

دیگر زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے کی طباعت و اشاعت کے جملہ حقوق مصنف نے اپنے لڑکوں سید غازی الدین محمد اکیلوی اور سید علی الدین محمد اکیلوی کے نام دائمی طور پر محفوظ کر دیے ہیں۔

اشاعت : ۱۹۹۴ء
قیمت : =/175 روپے

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ)، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی

Marfat.com

حرفے چند

اکیلوی صاحب نے بڑی محنت اور محبت سے یہ کام محض فی سبیل العلم انجام دیا ہے۔ خود بھی خوش گو شاعر ہیں، محقق ہیں، سخن فہم ہیں، اس لیے اس موضوع پر کام کرنے کا حق پہنچتا ہے انھیں۔ خدا کرے یہ ہماری طرح آپ کو بھی پسند آئے۔

—— عرب

Marfat.com

مشمولات

نشانِ سلسلہ	صراحت	صفحات
۱	فہرستِ مضامین	ا - ب
۲	فہرستِ اشعار	ج - ح
۳	متن	۱۹۱
۴	فہرستِ مآخذِ اشعار	۱۹۲-۲۱۸
۵	فہرستِ مآخذِ متن	۲۱۹-۲۲۷
۶	فہرستِ تصاویرِ سکّہ جات (لوح ۱ - ۱۱)	۲۲۸-۲۳۰

Marfat.com

فہرست مضامین

نشان سلسلہ	مضمون	صفحات
۱.	انتساب	ط
۲.	اظہار تشکر	ی
۳.	حرف آغاز	۱ - ۴
۴.	تمہید	۵ - ۱۱
۵.	سکے پڑھنا	۱۲ - ۱۸
۶.	غیر معمولی سائز اور وزن کے عظیم الشان سکے	۱۹ - ۳۰
۷.	سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار	۳۱ - ۳۶
۸.	سکوں پر عربی زبان کے اشعار	۳۷ - ۴۲
۹.	سکوں پر فارسی زبان کے اشعار کا پس منظر	۴۳ - ۴۶
۱۰.	سلاطین گجرات کے سکوں پر فارسی اشعار	۴۷ - ۵۱
۱۱.	سلاطین کشمیر کے سکوں پر فارسی اشعار	۵۲ - ۵۵
۱۲.	عادل شاہی حکمرانوں کے سکوں پر اشعار	۵۶ - ۵۹
۱۳.	قطب شاہی حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر	۶۰ - ۶۱

Marfat.com

صفحات	مضمون	نشان سلسلہ
۶۲ - ۱۰۷	سلاطین مغلیہ کے سکوں پر فارسی اشعار	۱۴.
۱۰۸- ۱۱۵	سلطنت خداداد میسور کے سکوں پر فارسی اشعار	۱۵.
۱۱۶- ۱۱۷	نوابان اودھ کے سکوں پر فارسی اشعار	۱۶.
	متفرقات	
۱۱۸- ۱۱۹	کامروپ کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	۱۷.
۱۱۹۔ ۱۲۰	سکھ حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	۱۸.
۱۲۰	کشمیر کے ڈوگرا حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر	۱۹.
۱۲۰- ۱۲۱	روسائے ٹونک کے سکوں پر فارسی شعر	۲۰.
۱۲۱	راجگان جودھپور کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۱.
۱۲۲. ۱۲۳	اندور کے سکوں پر فارسی شعر	۲۲.
	ایران	
۱۲۴. ۱۲۷	صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۳.
۱۲۸	خاندان افاغنہ کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۴.
۱۲۹- ۱۳۰	افشاری خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۵.
۱۳۱	زند خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۶.
۱۳۲	قاچار حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۷.
	افغانستان	
۱۳۳. ۱۳۷	دُرّانی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۸.
۱۳۸. ۱۳۹	بارک زائی خاندان کے سکوں پر فارسی اشعار	۲۹.
۱۴۰	خانان خوقند کے سکوں پر فارسی شعر	۳۰.

Marfat.com

فہرست اشعار

صفحات	نام حکمران	نشان سلسلہ
	سنسکرت	
۱۴۳	سمدراگپت	۱۔
ایضاً	کاچاگپتا	۲۔
۱۴۳۔ ۱۴۴	چندراگپت ثانی	۳۔
۱۴۴	کماراگپتا	۴۔
ایضاً	اسکندگپتا	۵۔
	عربی	
۱۴۵	ہارون الرشید عباسی	۶۔
۱۴۵۔۱۴۶	زیادۃ اللہ ثالث اغلبی	۷۔
۱۴۶	فخرالدولہ بویہی	۸۔
۱۴۷	اسمٰعیل اول صفوی	۹۔
	فارسی	
۱۴۸	سلطان محمد شاہ ثانی	۱۰۔
ایضاً	سلطان بہادر شاہ	۱۱۔

Marfat.com

نشانِ سلسلہ	نام حکمران	صفحات
۱۲۔	حسن شاہ	۱۴۸
۱۳۔	فتح شاہ	ایضاً
۱۴۔	ابراہیم عادل شاہ ثانی	ایضاً
۱۵۔	محمد عادل شاہ	۱۴۹
۱۶۔	محمد قلی قطب شاہ	ایضاً
۱۷۔	شہنشاہ اکبر	۱۵۱-۱۵۰
۱۸۔	شہنشاہ جہانگیر	۱۵۹-۱۵۲
۱۹۔	شہنشاہ شاہ جہاں	۱۶۱-۱۶۰
۲۰۔	مراد بخش	۱۶۱
۲۱۔	شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ	۱۶۲-۱۶۱
۲۲۔	اعظم شاہ	۱۶۲
۲۳۔	کام بخش	ایضاً
۲۴۔	شاہ عالم بہادر شاہ	۱۶۳-۱۶۲
۲۵۔	عظیم الشان	۱۶۳
۲۶۔	جہاندار شاہ	۱۶۴-۱۶۳
۲۷۔	فرخ سیر	۱۶۴
۲۸۔	رفیع الدرجات	۱۶۵-۱۶۴
۲۹۔	رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی	۱۶۵
۳۰۔	نیکوسیر	ایضاً
۳۱۔	محمد ابراہیم	۱۶۶

Marfat.com

نشانِ سلسلہ	نام حکمران	صفحات
۳۲.	محمد شاہ	۱۶۶
۳۳.	احمد شاہ	ایضاً
۳۴.	عزیز الدین عالمگیر ثانی	۱۶۷-۱۶۶
۳۵.	شاہ عالم ثانی	۱۶۷
۳۶.	بیدار بخت	۱۶۸-۱۶۷
۳۷.	اکبر ثانی	۱۶۸
۳۸.	بہادر شاہ ظفر	۱۶۹-۱۶۸
۳۹.	ٹیپو سلطان	۱۷۰
۴۰.	غازی الدین حیدر	ایضاً
۴۱.	نصیر الدین حیدر	۱۷۱-۱۷۰
۴۲.	محمد علی شاہ	۱۷۱
۴۳.	امجد علی شاہ	ایضاً
۴۴.	واجد علی شاہ	ایضاً
۴۵.	رمضان علی شاہ برجیس قدر	۱۷۲-۱۷۱
۴۶.	رانی پرتھیشوری	۱۷۲
۴۷.	راجیشور اسمہا	ایضاً
۴۸.	باندہ سنگھ	ایضاً
۴۹.	جتا سنگھ	۱۷۳
۵۰.	رنجیت سنگھ	ایضاً
۵۱.	رنجیت دیو	ایضاً

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام حکمران	صفحات
۵۲.	ابراہیم علی خاں	۱۷۳
۵۳.	تخت سنگھ	ایضاً
۵۴.	جسونت سنگھ	۱۷۴
۵۵.	جسونت سنگھ (اندور)	ایضاً
۵۶.	اسمٰعیل شاہ ثانی	ایضاً
۵۷.	محمد خدابندہ	ایضاً
۵۸.	عباس اول	ایضاً
۵۹.	صفی اول	۱۷۵
۶۰.	عباس ثانی	ایضاً
۶۱.	سلیمان اول (صفی ثانی)	۱۷۶-۱۷۷
۶۲.	حسین اول	۱۷۶
۶۳.	طہماسپ ثانی	۱۷۹-۱۷۷
۶۴.	احمد صفوی	۱۷۷
۶۵.	عباس ثالث	ایضاً
۶۶.	سام صفوی	ایضاً
۶۷.	سلیمان ثانی	ایضاً
۶۸.	حسین ثانی	۱۷۸
۶۹.	محمد صفوی	ایضاً
۷۰.	میر اویس	۱۷۹
۷۱.	میر محمود	ایضاً

Marfat.com

نشانِ سلسلہ	نام حکمران	صفحات
۷۲.	میر اشرف	۱۸۰
۷۳.	آزاد خاں باغی	ایضاً
۷۴.	نادر شاہ افشاری	۱۸۱
۷۵.	عادل شاہ افشاری	۱۸۲
۷۶.	ابراہیم شاہ افشاری	ایضاً
۷۷.	شاہ رخ افشاری	۱۸۲-۱۸۳
۷۸.	کریم خاں زند	۱۸۳
۷۹.	محمد حسن قاچار	۱۸۴
۸۰.	آقا محمد قاچار	ایضاً
۸۱.	فتح علی شاہ قاچار	۱۸۵
۸۲.	محمد حسن خاں سالار	ایضاً
۸۳.	ناصر الدین شاہ قاچار	ایضاً
۸۴.	احمد شاہ دُرّانی	۱۸۶
۸۵.	سلیمان شاہ دُرّانی	ایضاً
۸۶.	تیمور شاہ دُرّانی	ایضاً
۸۷.	ہمایوں شاہ دُرّانی	۱۸۷
۸۸.	زماں شاہ دُرّانی	ایضاً
۸۹.	محمود شاہ دُرّانی	ایضاً
۹۰.	شاہ شجاع دُرّانی	۱۸۸
۹۱.	قیصر شاہ دُرّانی	ایضاً

Marfat.com

نشانِ سلسلہ	نام حکمران	صفحات
۹۲۔	نورالدین شاہ دُرّانی	۱۸۹
۹۳۔	ایوب شاہ دُرّانی	ایضاً
۹۴۔	کامران شاہ دُرّانی	ایضاً
۹۵۔	شہ پور شاہ دُرّانی	ایضاً
۹۶۔	امیر دوست محمد	۱۹۰
۹۷۔	امیر شیر علی	۱۹۰-۱۹۱
۹۸۔	امیر محمد افضل	۱۹۱
۹۹۔	امیر محمد اعظم	ایضاً
۱۰۰۔	محمد جان باغی	ایضاً
۱۰۱۔	محمد علی	ایضاً

Marfat.com

اِنتساب

اِس کتاب کو مَیں جامعۂ عثمانیہ میں ادبیاتِ انگریزی کے سابق پروفیسر ای۔ای۔اسپیٹ کے نام سے معنون کرنے کی مسرّت حاصل کرتا ہوں جنھوں نے مسکوکات قدیمہ سے میری دلچسپی کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا اور میری ہمّت افزائی فرماتے رہے۔

Marfat.com

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

مَیں جناب ریاضت حسین ارسطو صاحب کا احسان مند ہوں جنھوں نے پورے خلوص اور محبّت کے ساتھ میرے لیے وہ تمام سہولتیں فراہم کیں جو اس کتاب کی ترتیب و تکمیل کے لیے ضروری تھیں۔

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ آغاز

زمانۂ طالب علمی ہی سے مجھے قدیم سکّے جمع کرنے کا شوق تھا۔ حیدرآباد میں عام طور سے قطب شاہی اور بہمنی بادشاہوں کے سکّے دستیاب ہوا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی بریدشاہی، عادل شاہی اور نظام شاہی حکمرانوں کے سکّے بھی مل جاتے ہیں۔ مجھے بھی ابتدا میں یہی سکّے ملے۔ سکّے پڑھنا ایک دشوار امر ہے لیکن میں نے اپنے اساتذہ کی مدد سے بعض صاف اور آسان عبارت والے سکّے پڑھنا سیکھ لیا تھا اور اپنے محدود ذخیرے کی ایک فہرست بنالی تھی۔

ہائی اسکول سے فارغ ہوکر میں نے جب عثمانیہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو وہاں میری ملاقات ادبیاتِ انگریزی کے ایک پروفیسر ای۔ای۔اسپیٹ سے ہوئی۔ انھیں بھی قدیم سکّے جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ سکّوں کے تعلق سے کافی معلومات بھی رکھتے تھے۔ انھوں نے مجھے اپنے سکّے دکھلائے اور میرے سکّے بھی دیکھے۔ مجھے یونیورسٹی کی لائبریری میں سکّوں کے چند کیٹلاگ بھی ملے جن کے دیکھنے سے میری معلومات میں کچھ اضافہ ہوا۔ پروفیسر اسپیٹ بھی اس سلسلے میں میری رہنمائی کرتے تھے۔ اسی دوران مجھے کچھ اور سکّے ملے جن میں سے بعض سکّوں کا پڑھنا میرے لیے دشوار تھا کیوں کہ ان پر کچھ ایسی عبارت تھی جو میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسی لیے میں نے وہ سکّے پروفیسر اسپیٹ کو

Marfat.com

دکھلائے انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے سکّے ہیں اور ان پر ایک فارسی شعر درج ہے۔ یہ میرے لیے ایک حیرت انگیز انکشاف تھا۔ مجھے اس وقت تک علم ہی نہ تھا کہ سکّوں پر شعر بھی درج ہوتے ہیں۔

اس دریافت کے بعد میں ایسے سکّے جمع کرنے پر زیادہ توجہ دینے لگا جن پر اشعار درج ہوں۔ مجھے چند دن بعد محمد عادل شاہ والیٔ بیجاپور کے سکّے ملے جن پر شعر درج تھے پھر اورنگ زیب اور کام بخش کے سِکّے دستیاب ہُوے۔ رفتہ رفتہ میرے پاس بعض مغل سلاطین اور ٹیپو سُلطان نیز گجرات کے حکمرانوں کے اشعار والے سکوں کی خاصی تعداد جمع ہوگئی لیکن مجھے کوئی ایسا کیٹیلاگ نہ مل سکا جس میں اشعار والے تمام سکّے یکجا کر دیئے گئے ہوں۔ یہ کام متفرق کیٹیلاگوں میں بِکھرا ہوا تھا اور کہیں کہیں تو میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ سکّوں پر مندرجہ اشعار صحت کے ساتھ پڑھے بھی نہیں گئے ہیں اس لیے مَیں نے یہ طے کیا کہ اس مخصوص موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک پورا مواد جمع کر کے ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جس میں مختلف بادشاہوں کے سکّوں پر پائے جانے والے تمام اشعار صحت کے ساتھ شایع کر دیئے جائیں۔

حُسنِ اتفاق سے ۱۹۷۳ء میں میرے ہندوستان سے باہر جانے کا پروگرام بنا۔ راستے میں چند دن کابل اور تہران میں گزارنے تھے۔ میں نے ان مقامات پر بھی اپنے موضوع کے تعلق سے کچھ مواد فراہم کر لیا۔ لندن پہونچنے کے بعد تو برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری کے بیش بہا ذخائر میرے لیے بہت کار آمد ثابت ہُوے۔ لندن میں میرا قیام کسی قدر طویل رہا اور میں نے اپنی دیگر مصروفیات سے بچے ہُوے وقت میں اپنی تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا۔

لندن میں ۱۹۷۶ء میں "ورلڈ آف اسلام فیسٹول" کے انعقاد کی تیاریاں بڑے جوش و خروش سے ہو رہی تھیں۔ خصُوصی نمائشوں کا اہتمام کیا جا رہا تھا کانفرنسیں ہونے والی تھیں اور سیمینار منعقد کئے جا رہے تھے۔ انھی میں ایک سیمینار اسلامی سِکّوں کے بارے میں بھی تھا۔ میں نے اِس سیمینار میں شرکت کی۔ اس میں شرکت سے مجھے

Marfat.com

یوروپ، امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے بعض مشاہیر ماہرین مسکوکاتِ قدیمہ سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا موقع مل سکا۔ ان میں سے ایک امریکی اسکالر نے میرے موضوع تحقیق سے بڑی دلچسپی لی اور مجھے مشورہ دیا کہ میں لندن یونیورسٹی کے "اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز" سے وابستہ ہو کر اپنے کام کو باقاعدگی کے ساتھ آگے بڑھاؤں چنانچہ انھوں نے اس اسکول کے رجسٹرار مسٹر بشپ سے میرا تعارف کراتے ہوئے ان سے خواہش کی کہ اپنے اسکول میں ایم۔ فل کے کورس میں میرے داخلے کے امکانات پر غور کریں۔ مسٹر بشپ نے بھی اس موضوع سے اپنی پوری دلچسپی ظاہر کی اور چند رسمی اُمور کی تکمیل کے بعد مجھے اکتوبر ۱۹۷۶ء میں جزو وقتی طالب علم کی حیثیت سے تین سال کے لیے ایم۔ فل میں داخلہ دے دیا گیا۔

"اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز" میں میرا کام متعلقہ شعبہ کے پروفیسر ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ ایچ بیوار کی نگرانی میں شروع ہوا۔ موصوف نے بھی سکّوں پر اشعار کے موضوع سے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور فرمایا کہ واقعتاً اب تک اس موضوع پر جامع طور سے کوئی کام نہیں ہوا ہے اور یہ کہ اس کام کی تکمیل سے انھیں توقع ہے کہ مسکوکات قدیمہ کے لٹریچر میں ایک مفید اضافہ ہوگا۔ ڈاکٹر بیوار کی رہنمائی میں میرا کام آگے بڑھتا رہا۔ انھوں نے مجھے لندن کی دو تین اہم لائبریریوں کی رکنیت حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور "رائل ایشیاٹک سوسائٹی" سے بھی مجھے منسلک کروا دیا۔ ان اداروں کے ادبی سرمایہ سے استفادہ کر کے میں نے ایک سال کی مدت ہی میں اپنے موضوع سے متعلق تقریباً پورا خام مواد جمع کر لیا۔ ڈاکٹر بیوار ہر ہفتہ میرے کام کی پیش رفت پر نظر ڈالتے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے۔

سوءِ اتفاق سے اسکول میں داخلے کے دوسرے ہی سال میری صحت اچانک خراب ہوگئی۔ دراصل انگلستان میں کئی سال کے قیام کی وجہ سے وہاں کی سرد اور مرطوب آب و ہوا کا مُضر اثر آہستہ آہستہ میری صحت پر غیر محسوس طور سے پڑ رہا تھا اور بالآخر میں ۱۹۷۷ء میں آرتھرائٹس کے موذی مرض کا شکار ہوگیا۔ ابتدائی علاج کے بعد ڈاکٹروں

Marfat.com

کے مشورے پر مجھے انگلستان کا قیام چھوڑ کر وطن واپس ہوجانا پڑا۔ اور میرا تحقیقی کام ادھورا رہ گیا۔

اِدھر کچھ عرصے سے بعض احباب کا مسلسل یہ تقاضا رہا کہ میں اس کام کو اُردو میں پایۂ تکمیل تک پہونچادوں کیوں کہ اس زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ مجھے احباب کا یہ اصرار یقیناً بڑی اہمیت کا حامل نظر آیا۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کی ترتیب وتسوید کا کام شروع کر دیا۔ اس کے انگریزی اور فارسی ایڈیشنوں کا کام بھی جاری ہے۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر اُردو میں کام کرنے والے محققین کے لیے مفید اور باعثِ دلچسپی ثابت ہوگی۔

تاریخ کوئی جامد چیز نہیں جس کا ثبوت کسی ایک منزل پر ختم ہوجاتا ہو، بلکہ کاروانِ تحقیق آگے بڑھتا ہی رہتا ہے۔

••

Marfat.com

تمہید

اگرچہ کہ موضوعِ کتاب "سِکّوں پر اشعار" ہے لیکن اس کے تعارف سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سِکّوں کی ابتداء کے بارے میں مختصراً یہ بتلا دیا جائے کہ کس دور میں اور کن حالات میں ان کی اجرائی عمل میں آئی تاکہ قارئین کے ذہن میں ایک ایسا پس منظر تیار ہو جائے جس کی مدد سے انھیں سکّہ سازی کے تدریجی ارتقا کی رفتار کو سمجھنے میں آسانی ہو اور موضوعِ کتاب کے تعلق سے ایک سازگار فضا تیار ہو جائے۔

مسکوکاتِ قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ سِکّوں کی تاریخ صدیوں پُرانی ہے۔ سِکّوں کے رواج پانے سے قبل تجارتی کاروبار اجناس کے تبادلے کے ذریعے انجام دیا جاتا تھا۔ قرآن کریم (سورہ یوسف) میں درہموں کا ضرور ذکر ملتا ہے مگر تاحال اس دَور کے سِکّے دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ماہرینِ مسکوکاتِ قدیمہ نے حاصل شدہ مواد کی روشنی میں اتنا تو ضرور معلوم کرلیا ہے کہ سِکّوں کا رواج میلادِ مسیح سے سات آٹھ سو سال قبل شروع ہو گیا تھا۔ اس دَور میں ہندوستان، چین، مصر اور لیڈیا میں سِکّوں کا چلن پایا گیا ہے۔

ہندوستان میں ایسے ابتدائی سکّے عموماً چاندی کے پتّروں کے چھوٹے چوکور

Marfat.com

ٹکڑے کاٹ کر بنائے جاتے تھے۔ یہ کام مقامی زرگروں (سُناروں) یا کاروباری اِداروں کے سپرد تھا۔ ان پر کوئی تحریر نہیں ہوتی تھی البتہ اہلِ معاملہ کی طمانیت کے لیے بعد میں علاقے کے معتبر لوگ اپنی مہرِ توثیق کے طور پر کسی اَوزار سے اِن ٹکڑوں پر اپنے اپنے نشان لگانے لگے۔ اِنہی نشانات کی وجہ سے آگے چل کر انھیں پنچ مارک سِکّے کہا جانے لگا اور ہندوستان کے طول و عرض میں صدیوں تک ان سکّوں کا چلن عام رہا۔

۳۲۶ قبل مسیح میں ہندوستان پر سکندر اعظم کے حملے کے نتیجے میں یہاں کے فن سِکّہ سازی کو بعض نئی جہتیں ملیں۔ یونانی اپنے سِکّے ڈائی کے ذریعے بناتے تھے ان پر دیویوں دیوتاؤں کی شبیہیں اُتاری جاتی تھیں اور حکمرانوں کے نام بھی درج کیے جاتے تھے۔ سکندر اعظم کی واپسی کے بعد اس کے سپہ سالاروں اور ان کے جانشینوں نے ایک عرصہ تک ہندوستان کے شمال مغربی حصّے پر اپنا تسلّط قایم رکھا اور اپنے سِکّے چلاتے رہے۔ ان کے زوال کے بعد ساکاؤں اور پھر کُشانوں کی حکومتیں ان عِلاقوں میں قایم ہوئیں ـــ اِن حکمرانوں نے یونانیوں کے سِکّوں کی تقلید میں اپنے سِکّے مضروب کروائے۔

اِدھر دوآبہ گنگ و جمن اور ہندوستان کے مشرقی علاقے میں ۳۲۰ قبل مسیح سے ہی موریا سلطنت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے اپنے دَور میں کوئی خاص سِکّے مضروب نہیں کروائے حتیٰ کہ اشوک اعظم جیسے نامور حکمران نے بھی پنچ مارک سِکّوں ہی کا چلن جاری رہنے دیا البتہ ان پر بدھ مذہب کے عقائد سے ماخوذ بعض علامات کا اضافہ کیا جن سے ان سکّوں کی علٰحدہ شناخت کی جا سکتی ہے۔

۱۸۴ قبل مسیح میں موریہ خاندان کے زوال کے بعد ان علاقوں میں کوئی مستحکم حکومت چار پانچ صدیوں تک قائم نہ ہو سکی تا آنکہ ۳۲۰ عیسوی میں گپتا خاندان نے عنانِ اقتدار سنبھالی۔ اس خاندان کے دوسرے حکمران سمدرا گپتا کا دورِ حکومت (۳۲۶ء تا ۳۷۵ء) ہر اعتبار سے بہت شاندار رہا ہے۔ اس نے نہ صرف اپنے حدودِ مملکت کی توسیع اور ان کے استحکام کی طرف توجہ دی بلکہ رعایا کی فلاح و بہبود کے ترقیاتی کاموں کے ساتھ ساتھ ادب، شاعری، موسیقی اور دیگر تمام فنونِ لطیفہ کی

Marfat.com

سرپرستی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سمدرا گپتا خود ایک اچھا شاعر بھی تھا اور اسی ذوقِ شعری کے نتیجے میں اس نے اپنے جشن اشوہ میدھ یگ کی تقاریب کے موقع پر وہ یادگار سکّے مضروب کروائے جن پر دنیا میں پہلی بار منظوم عبارتیں درج کی گئیں۔ سمدرا گپتا کے بعض جانشینوں نے بھی اس روایت کو برقرار رکھا لیکن اس خاندان کے زوال (۴۸۰ء) کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

اُدھر آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں عرب و ہند کے تعلقات میں ایک نیا اور خوشگوار موڑ پیدا ہوا۔ ویسے تو ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات صدیوں پُرانے تھے۔ عرب تاجر سمندری راستوں سے ہندوستان کی تجارتی اشیا، یمن اور شام لے جاتے جہاں سے اُنھیں یوروپ کی تجارتی منڈیوں میں پہونچا دیا جاتا اور پھر انہی راستوں سے مغرب کا مال مشرق اور ہندوستان پہونچ جاتا تھا۔ لیکن عباسی خلفاء کے دورِ حکومت میں ہندوستان سے عربوں کے تہذیبی تعلقات بھی قایم ہُوئے۔ بغداد میں ایک 'دارالحکمۃ' قایم کیا گیا جہاں ہندوستان سے بُلوائے گئے پنڈت، وید اور فلسفی سنسکرت زبان میں لکھی ہُوئی مختلف علوم و فنون کی اہم کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کرنے پر مامور کئے گئے تھے۔ بغداد سے بعض علماء کو ہندوستان بھی بھیجا گیا جہاں اُنھوں نے اپنے ادبی اور تہذیبی سرمایہ کو سنسکرت زبان میں منتقل کیا۔ اس تہذیبی داد و ستد کے بڑے خوشگوار نتائج برآمد ہُوئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِسی دَور میں عربوں نے اِس بات سے بھی واقفیت حاصل کرلی کہ ہندوستان میں سِکّوں پر اشعار بھی درج کئے جاتے تھے چنانچہ مستند مورخین نے لکھا ہے کہ سکّوں پر عربی اشعار کا اندراج سب سے پہلے ہارون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) کے عہدِ خلافت میں ہوا۔ اس کے بعد ہمیں شمالی افریقہ کے حکمران زیادۃ اللہ ثالث (۹۰۹ء) کے سکّوں پر عربی اشعار ملتے ہیں۔ پھر اصفہان کے بُوَیہی حکمران فخرالدولہ (۹۷۶ء تا ۹۹۷ء) کے دور میں عربی اشعار سکّوں پر مضروب کئے گئے۔ عربی اشعار کے سِکّوں پر اندراج کی آخری مثال ہمیں شاہ اسمٰعیل صفوی (۱۵۰۲ء تا ۱۵۲۴ء) کے سِکّوں پر مشہور دُعائے 'نادِ علی' کی شکل میں ملتی ہے۔

عربوں کے زوال کے بعد ایران، خراسان اور ترکستان میں غیر عرب حکومتیں قایم ہوگئیں

Marfat.com

ہندوستان پر بھی جن مسلم فاتحین نے حملے کئے تھے محمد بن قاسم کے سوا سب غیر عرب تھے اسی لیے ان تمام علاقوں میں فارسی شعر و ادب حکمرانوں کی سرپرستی میں خوب پھل پھول رہا تھا لیکن ابھی تک کسی حکمران کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ سکّوں پر فارسی زبان کے اشعار بھی درج کئے جا سکتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ فارسی شعر سب سے پہلے کسی ایرانی حکمران کے سکّوں پر درج کیا جاتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امتیاز بھی ہندوستان ہی کے لیے مخصوص ہو چکا تھا چنانچہ گجرات کے بادشاہ محمد شاہ ثانی (۱۴۴۲ء تا ۱۴۵۱ء) نے سب سے پہلے اپنے سکّوں پر فارسی شعر مضروب کروایا۔ اس کے بعد اسی خاندان کے ایک اور حکمران بہادر شاہ (۱۵۲۶ء ۱۵۳۶ء) کے سکّوں پر بھی ہمیں فارسی شعر ملتا ہے۔ اُدھر کشمیر میں حسن شاہ اور فتح شاہ نے بھی اپنے سکّوں پر فارسی شعر مضروب کروائے تھے۔

۱۵۲۶ء میں بابر نے دہلی کو فتح کر کے سلطنت مغلیہ کی بنا ڈالی۔ بابر ادب و شعر سے بھی بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اگر اس کو کچھ عرصے تک حکومت کرنے کا موقع ملتا تو شاید وہ اپنے سکّوں پر فارسی اشعار درج کرواتا مگر بابر کو بالکل مہلت نہ ملی۔ اس نے بدخشاں، قندز، پورے افغانستان، پنجاب، دوآبہ گنگ وجمن سے بہار تک اور جنوب میں راجپوتانہ پر مشتمل وسیع سلطنت چھوڑ کر ۱۵۳۰ء میں انتقال کیا۔ بابر کے بعد ہمایوں کی زندگی بھی عجیب کشمکش میں گزری۔ پہلے تو ہمایوں نے گجرات اور مالوہ کی متحدہ سلطنت کو فتح کرنے کی غرض سے گجرات کی طرف کوچ کیا۔ اور مانڈو، چاپانیر اور کھمبایت تک بہادر شاہ کا تعاقب کر کے اس کو پے درپے شکستیں دیں لیکن ہمایوں گجرات کو پوری طرح اپنے تسلط میں نہ لا پایا تھا کہ اس کو بنگال کی فوجوں کے ساتھ شیر خاں افغان کی پیش قدمی کی خبر ملی اور وہ اس کے مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔ اور ایک طویل جدوجہد کے بعد ۱۵۴۲ء میں ہمایوں کو پسپا ہو کر سندھ میں پناہ لینی پڑی۔ اور دہلی پر شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

ہمایوں نے شیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ کے راستے ایران کا رُخ کیا۔ اس کے ساتھ فوج کے ہزاروں سپاہی اور وفادار سردار ضرور تھے مگر وہ اس موقف میں نہ تھا کہ شیر شاہ سے مقابلہ کر کے دوبارہ دہلی کا تخت حاصل کر لے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایران کے

Marfat.com

حکمران شاہ طہماسپ صفوی سے امداد لے کر پورے ساز و سامان کے ساتھ پٹھانوں کا مقابلہ کرے ہمایوں اپنے اس منصوبے میں کامیاب ضرور ہوا مگر اس کو ایران پہونچتے پہونچتے کئی برس لگ گئے ابھی وہ سندھ کے علاقے ہی میں تھا کہ اسے شیر شاہ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہ سندھ کے ریگستان سے گزرتے ہوئے کوہِ لہری کے دامن میں ایک پُر فضا مقام پر پہونچا۔ یہ مقام ہمایوں کو بہت پسند آیا اور اس نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہ پنجشنبہ کا دن تھا اور رمضان کی اٹھائیس تاریخ تھی۔ تمام اعیانِ دولت، سردارانِ لشکر اور سپاہیوں نے بھی اسی مقام پر قیام کیا۔ دوسرے دن ہمایوں نے سب کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد ایک درباری شاعر نے حسب ذیل قطعہ پیش کر کے گراں قدر انعام پایا۔

تا ہمایوں نام او را سکّہ بر دل نقش کرد
مہر از مہرش دہانِ سکہ پر زر می کند
منبری کز خطبۂ القاب او زینت گرفت
مشتری گوہر نثار فرق منبر می کند[1]

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ قطعہ ہمایوں کے سکّوں پر درج کیا گیا تھا یا نہیں کیوں کہ اس کے ایسے سکّے اب تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ہمایوں نے شاہ ایران کی امداد حاصل کرنے کے بعد پھر ہندوستان کا رخ کیا اور ۱۵۵۵ء میں سوری خاندان کے حکمران سکندر شاہ کو شکست دے کر دہلی کا تخت دوبارہ حاصل کر لیا۔ لیکن وہ اپنی بارہ سال کی جدوجہد کی تکمیل کا لُطف پوری طرح اٹھا بھی نہ سکا تھا کہ اچانک ایک بالا خانے کا زینہ ٹوٹ جانے کے حادثے میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ہمایوں کے بعد اکبر اعظم اس کا جانشین ہوا۔ یہ ہر اعتبار سے ایک بڑا ہی خوش قسمت بادشاہ تھا۔ جہاں اس کو اپنے اولوالعزم باپ دادا سے ایک عظیم سلطنت ورثے میں ملی تھی، وہیں اس نے شیر شاہ سوری جیسے مدبر حکمران کا قائم کردہ ایک مضبوط انتظامی ڈھانچہ بھی پایا

---

[1] تاریخ سندھ تصنیف محمد معصوم المتخلص بنامی ابن سید صفائی صفحہ ۱۱۵ فارسی قلمی انڈیا آفس لائبریری۔ لندن

Marfat.com

تھا۔ اکبر نے ان دونوں نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ایک عظیم سلطنت کی بنیادیں ایک اور صدی کے لیے مستحکم کردیں۔ اس عظیم حکمران نے نظم و نسق میں مفید اصلاحات کے ساتھ ساتھ مسکوکات کے باب میں بھی اپنی جدّت طبع کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ اکبر نے اپنے دورِ حکومت میں بہت بڑے سائز کے شاندار سکّے مضروب کروائے اور مُغلیہ خاندان میں سکّوں پر فارسی اشعار کے اندراج کا آغاز کیا جو اس خاندان کے آخری حکمران بہادر شاہ کے عہد تک برابر جاری رہا۔ بہادر شاہ کے سکّوں پر فارسی اشعار کے علاوہ اُردو اشعار کے اندراج کا ذکر بھی ملتا ہے۔

مغل اقتدار کے زوال پذیر ہوجانے پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی پشت پناہی سے اودھ کے وزراء نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی اور اپنے سِکّے چلائے۔ اِن سِکّوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ سِکھّوں نے بھی پنجاب میں اپنے اقتدار کے زمانے میں اپنے سکّے مضروب کروائے جن پر فارسی اشعار درج تھے۔ بعض دیسی ریاستوں مثلاً جموّں جودھپور، ٹونک اور آسام کے بعض علاقوں کے حکمرانوں کے سکّوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

دکن میں قلی قطب شاہ، والئ گولکنڈہ (۱۵۸۱ء تا ۱۶۱۱ء) اور محمد عادل شاہ والئ بیجاپور (۱۶۲۶ء تا ۱۶۶۰ء) کے سکّوں پر فارسی اشعار درج کئے گئے ہیں۔ البتہ ابراہیم عادل شاہ والئ بیجاپور (۱۵۷۹ء تا ۱۶۲۶ء) کے سِکّوں پر ایک بیت بزبانِ دکنی بھی ملتی ہے۔ جنوبی ہند میں ٹیپو سُلطان کے سِکّوں پر بھی فارسی اشعار مضروب ہوئے۔

اُدھر ایران میں صفوی خاندان کے حکمران اسمٰعیل شاہ ثانی (۱۵۷۸ء تا ۱۵۸۷ء) کے عہدِ حکومت میں سِکّوں پر فارسی اشعار درج کرنے کا رواج شروع ہوگیا جو اس خاندان کے آخری حکمران عباس شاہ ثالث (۱۷۳۶ء) کے دَور تک جاری رہا۔ ایران میں صفویوں کے علاوہ افاغنہ (۱۷۲۲ء تا ۱۷۲۹ء) افشار (۱۷۳۶ء تا ۱۷۹۶ء) زند (۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء) اور قاچار (۱۷۷۹ء تا ۱۹۲۵ء) خاندانوں کے بعض حکمرانوں کے سِکّوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد افغانوں نے احمد شاہ درّانی کی قیادت میں اپنی الگ حکومت قائم کرلی۔ اس حکمران نے ہندوستان پر بھی حملے کئے اور پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرلیا۔ درّانی خاندان کے حکمرانوں نے بھی اپنے سِکّوں پر فارسی اشعار درج کروائے۔ درّانیوں کے زوال کے بعد افغانستان میں برق زائی خاندان جو عام طور سے بارک زائی کہلاتا ہے برسرِاقتدار آیا۔ اس خاندان کے بعض ابتدائی حکمرانوں کے سِکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ کابل کے شمال مشرق میں ماوراءالنہر کے علاقہ خوقند میں خانوں کی ایک حکومت ۱۷۰۰ء سے قایم تھی جس کا مستقر فرغانہ تھا۔ اس خاندان کے ایک حکمران محمد علی ۱۸۴۰ء کے سِکّوں پر بھی فارسی شعر درج تھا۔

اِس تمہید میں اُن حکمرانوں کا اجمالاً تذکرہ کیا گیا ہے جن کے سِکّوں پر اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان کے ضروری حالات اور سکّوں پر مندرجہ اشعار کی تفصیلات کا ذکر آئندہ صفحات میں ملے گا۔

●●

Marfat.com

سکّے پڑھنا

سِکّوں پر مندرجہ اشعار کے پڑھنے میں جو دشواریاں لاحق ہوتی ہیں اُن کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً وہ مشکلات بیان کر دی جائیں جو عام سِکّوں کے پڑھنے میں پیش آتی ہیں۔ یوں تو آج کل سِکّوں کے متعدد کیٹیلاگ دستیاب ہوتے ہیں جن کی مدد سے سِکوں کی شناخت میں سہولت ہوتی ہے لیکن ان سے استفادے کے لیے بھی سِکّوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات درکار ہوتی ہیں ورنہ غیر ضروری کیٹیلاگوں کی ورق گردانی میں تضیعِ وقت کا اندیشہ رہتا ہے۔ لہذا سِکّے جمع کرنے والوں کو چاہیئے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کریں کہ جس خاص سکّے کے بارے میں انھیں تفصیلات مطلوب ہیں وہ کس علاقے کا ہے، اس کا عہد کون سا ہے اور اس پر مندرجہ عبارت کی زبان کون سی ہے اور اس کا تعلق کس حکمران خاندان سے ہے۔ یہ باتیں معلوم ہو جانے کے بعد متعلقہ کیٹیلاگ سے بآسانی مدد لی جا سکتی ہے۔

اُنیسویں صدی کے وسط سے سکوں پر تحقیقی کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ غیر منقسمہ ہندوستان کے سکوں پر بھی کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جو مختلف عجائب خانوں میں محفوظ سِکوں نیز خانگی ذخیروں کی فہرستوں پر مشتمل ہیں ان کے علاوہ نیومسمیاٹک سوسائیٹیوں کے جرائد و رسائل میں بھی معلومات افزا مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اس پورے مواد سے خاطر خواہ استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن سکّوں کے شائقین کو بنیادی طور پر ان چند

Marfat.com

اُمور کو پیشِ نظر رکھنا بے حد ضروری ہے۔

سکّے کہاں دستیاب ہُوئے۔ سکّوں کا مقامِ دریافت معلوم ہونے سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ سکّے کس علاقے کے ہیں۔ عموماً سکّے جس علاقے کے ہوتے ہیں وہ اُسی علاقے میں بہ کثرت دستیاب ہوتے ہیں۔ دوسرے علاقوں کے سکّے شاذ و نادر ہی مل جاتے ہیں۔ یہ ایک عمومی نقطۂ نظر ہے۔ آج کل سکّوں کی تجارت کافی ترقی کر گئی ہے اور ذرائع آمد و رفت کی سہولت کی وجہ سے ایک علاقے کے تاجر دوسرے علاقے میں جاکر سکّے خریدتے اور بیچتے ہیں مگر یہ صرف سونے کے سکّوں اور کبھی کبھی چاندی کے سکوں کے تعلق سے ہوتا ہے۔ تانبے کے سکّے جس علاقے کے ہوتے ہیں ان کی نکاسی وہیں ہو جاتی ہے۔

مقامِ دریافت کے تعین کے بعد سکّوں کی عبارت کی زبان اور رسم الخط کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ہندوستان کے ہندو حکمرانوں کے سکّوں پر سنسکرت، کُروشتی، دیوناگری، برہمی اور پالی وغیرہ زبانوں کی عبارتیں ملتی ہیں۔ اور مُسلم حکمرانوں کے سکّوں پر عموماً عربی زبان کی عبارات اور کبھی کبھی فارسی اندراجات بھی پائے جاتے ہیں۔ البتہ مُسلم حکمرانوں کے سکّوں پر درج شدہ اشعار فارسی زبان میں ہیں۔ اِن بادشاہوں کے سِکّوں کے تعلق سے ایک دشواری یہ پیش آتی ہے کہ ایک ہی نام متعدد خاندانوں میں مشترک ملتا ہے۔ مثلاً محمد شاہ کا نام خلجیوں، گجرات کے حکمرانوں کشمیر کے سلاطین، بنگال کے بادشاہوں، بہمنیوں اور عادل شاہیوں میں پایا جاتا ہے۔ ان تمام بادشاہوں کے سِکّوں کی شناخت کے لیے ان کی مخصوص وضع و قطع اور ساخت نیز رسم الخط اور ان کے القاب اور خطابات کو پیشِ نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ بعض صورتوں میں القاب وغیرہ میں مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ اگر اس پر پوری طرح غور نہ کیا جائے تو ایک خاندان کے حکمران کے سکّے کو دوسرے خاندان کے حکمران سے منسوب کرنے کی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

متذکرہ صدر اُمور کو پیشِ نظر نہ رکھ کر بعض محققین سے فاش غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں۔ ہندوستان کے ایک محقق نے بہمنی خاندان کے دو سِکّوں پر المعتصم باللہ اور الواثق باللہ کے القاب دیکھ کر انھیں معتصم باللہ اور واثق باللہ خلفائے بغداد سے منسوب کر دیا۔[1]

[1] گنج شائیگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴۸

Marfat.com

ایران کے ایک محقق نے محمد شاہ والئ گجرات کے سکّے کو محض اس بنا پر کہ اس سکّے پر بادشاہ کا نام محمد شاہ درج ہے ایران کے قاچار خاندان کے حکمران محمد شاہ کے نام سے شایع کردیا[۵۱]۔

سکوں کی عبارت کی زبان سے واقفیت نہ ہو تو عبارت کے صحیح مفہوم تک رسائی ممکن نہیں اور مطلب خبط ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی مثال سلاطین مغلیہ کے سکوّں پر مندرجہ ایک دعائیہ کلمہ کی انوکھی تعبیر کی صورت میں ملتی ہے۔ ہندوستان کے ماہر مسکوکات قدیمہ سی۔آر۔ سنگھال نے اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ میں محفوظ مغل سلاطین کے سکّوں کے کیٹیلاگ کی ترتیب کے ضمن میں' بادشاہ ہمایوں کے سکّوں پر مندرجہ دعائیہ جملہ ——— "خلد اللہ ملکہ دولتہ وسلطانہ" کو اول تو ایک فارسی محاورہ لکھا اور پھر بتلایا کہ اب تک کسی نے اس جملہ کا صحیح ترجمہ نہیں کیا اور غلط مطلب نکالا۔ نیز یہ کہ (مسکوکات قدیمہ کی تاریخ میں) انھوں نے پہلی بار اس جملہ کو صحیح طور سے پڑھ کر درست مطلب نکالا ہے ان کی تحقیق میں "ملکہ و سلطانہ" سے مراد مَلِکہ اور سُلطانہ یعنی کوئین یا بادشاہ بیگم ہے[۵۲]۔ یا للعجب۔ اب انھیں کون سمجھائے کہ مُسلم حکمرانوں میں سوائے شہنشاہِ جہانگیر کے کسی نے اپنے سکّوں پر اشارۃً بھی اپنی ملکہ کا ذکر نہیں کیا' چہ جائیکہ اس کے لیے دعائیہ کلمات درج کرے۔ یہ دُعا ملک، دولت اور اقتدار کے استقلال کے لیے ہے اور یہ جُملہ فارسی نہیں بلکہ عربی زبان کا ہے۔

یہ مسئلہ ایلخانی خاندان کی ایک حکمران ساتی بیگ کے سکّے سے بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ ملکہٗ و سلطانہٗ کے الفاظ بادشاہ بیگم یا کوئین پر قطعاً دلالت نہیں کرتے کیوں کہ ساتی بیگ نے جو خود ایک عورت اور سلطان سلیمان ایلخانی کی ملکہ تھی اپنے سکّے پر خلد اللہ ملکہا استعمال کیا ہے[۵۳]۔

---

[۵۱] کیٹیلاگ تبریز میوزیم از آقائے جمال ترابی طباطبائیؔ مطبوعہ ایران جلد سوم صفحہ ۳۴۔
[۵۲] کیٹیلاگ آف مغل کوائنس ان دی اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ آر۔ سنگھال مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۶۵ء فٹ نوٹس بر صفحات ۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔
[۵۳] کیٹیلاگ تبریز میوزیم از آقائے جمال ترابی طباطبائیؔ مطبوعہ ایران جلد سوم صفحہ ۵۱۔

Marfat.com

انگلستان کے مشہور مورّخ اور ماہرِ مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول[۵۱] نے ملکۂ نورجہاں کا نام مہرالنساء کے بجائے مُہرالنساء درج کر کے اس کا ترجمہ "نسوانیت پر مہر" کیا ہے۔ اسی مستشرق نے شاہ جہاں کے لڑکے مراد بخش کے سکوّں پر اُس کے لقب "مُروِّجُ الدینؒ" کو "مُزَوِّجُ الدین" پڑھ کر، اس کے معنی ترویج (رواج دینے، پھیلانے) سے نہیں بلکہ تزویج (شادی کرنے، وابستہ ہونے) سے نکال کر خود ہی حیرت کا اظہار کیا ہے کہ یہ عجیب لقب ہے۔

بعض سکوں پر دارالضرب کا نام بھی درج ہوتا ہے چند حکمرانوں نے دارالضرب کے مخصوص لقب بھی وضع کیے تھے مثلاً قبۃ الاسلام، شہرِ مکرم، تخت گاہ، دارالخلافہ، حضرت وغیرہ مغل سلاطین نے اس خصوص میں بڑی جدّت دکھائی اور کم و بیش ہر ایک دارالضرب کو ایک علیٰحدہ لقب دیا جو 'دار' سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے دارالخیر اجمیر، دارالامان ملتان، دارالفتح اُجین، دارالسرور برہان پور اور دارالجہاد حیدرآباد وغیرہ۔ شیرشاہ کے سکوّں پر بھی کچھ القاب پائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی دارالضرب کے نئے نام کے ساتھ ساتھ اس کا قدیم نام بھی بطور عرف درج کیا گیا ہے مثلاً شیر گڈھ عرف حضرت دہلی۔

شیرشاہ کے کچھ سکّے ایسے بھی ملے ہیں جن پر لفظ 'جھاپنناہ' درج ہے۔ ماہرینِ مسکوکات قدیمہ نے اس کو ایک دارالضرب سمجھ لیا۔ چنانچہ انگلستان کے یوجین لیگیٹ نے اپنی مرتبہ فہرست میں اس کا ذکر کیا ہے[۵۲]۔ ایک اور محقق کوڈرنگٹن نے بھی "جھاپنناہ" کو دارالضرب قرار دے کر اس کو دہلی سے منسوب کیا ہے[۵۳]۔ انڈین میوزم کلکتہ، میں محفوظ سکوّں کے کیٹلاگ میں نیلسن رائٹ نے بھی اپنے پیشروؤں کی رائے سے اتفاق کر کے "جھاپنناہ" کو دارالضرب بتلایا ہے[۵۴]۔ نیلسن رائٹ نے شیرشاہ کے متعلقہ سکوّں کی عبارتیں بھی کیٹلاگ میں درج کی ہیں۔

---

[۵۱] دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء انٹروڈکشن۔

[۵۲] منٹ ٹاونس اینڈ کوائنس آف دی محمڈنس مرتبہ یوجین لیگیٹ مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ء صفحہ ۴۰

[۵۳] میانول آف مسلمان نیومیسماٹکس، ایشیاٹک سوسائٹی مونوگرافس جلد ۷ مرتبہ اُو۔ کوڈرنگٹن مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۴۹

[۵۴] کیٹیلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ مرتبہ ایچ۔ نیلسن رائٹ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ء جلد ۲ صفحہ ۸۷

Marfat.com

نیلسن رائٹ نے اپنے محولہ ایک سکے" کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

رُخِ ثانی		رُخِ اول	
شاہ السلطان شیر خلد اللہ ملکہ وسلطانہ ۹۴۹	دائرے میں	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	دائرے میں
فرید الدنیا والدین ابوالمظفر جھاپناہ	حاشیہ	السلطان العادل، ابابکر عمر عثمان علی	حاشیہ

محقق مذکور نے مندرجہ صدر عبارت کی روشنی میں اس سکے" کو دارالضرب "جھاپناہ" میں مضروب قرار دیا ہے۔ اس استنباط پر سب سے پہلا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر یہاں "جھاپناہ" کو دارالضرب بفرضِ محال مان بھی لیا جائے تو اس کا ما قبل ابوالمظفر بے مصرف ہوجاتا ہے۔ دارالضرب کا جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے لقب تو ہوتا ہے مگر اس کی کُنیت نہیں ہوتی۔ دارالضرب کو ظفر یاب، ظفر قرین اور دار الفتح کے القاب دیئے گئے ہیں مگر کبھی کسی دارالضرب کو ابوالفتح یا ابوالمظفر کا لقب نہیں دیا گیا یہ القاب خود حکمرانوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ جو اِشکال پیدا ہورہا ہے اس کو دور کرنے کی آسان صورت یہ نظر آتی ہے کہ سکے" کے رُخ اول اور رُخ ثانی پر مندرجہ عبارت کو سلسلہ وار پڑھا جائے ایسا کرنے سے اس کا صحیح مفہوم معلوم ہوسکتا ہے۔

اس سکے" کے رُخِ اول پر کلمہ طیبّہ دائرے میں درج ہے اور حاشیہ پر خلفائے اربعہ کے نام ہیں۔ اسی رُخ پر خلفاء کے ناموں سے پہلے السلطان العادل کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کا کوئی تعلق خلفاء سے نہیں ہوسکتا کیونکہ خلفاء چار ہیں سُلطان بصیغۂ واحد درج کیا گیا ہے اگر خلفاء کو سُلطان کہنا مقصود ہوتا تو سلاطین بصیغۂ جمع استعمال ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ کلمۂ طیبّہ اور خلفائے اربعہ کے اسماء کے اندراج کے بعد وہ مذہبی فارمولا

Marfat.com

جو سُنّی عقیدے کے حکمران اپنے سکّوں پر درج کرواتے رہے ہیں، مکمل ہوگیا اور اس کے بعد جو الفاظ رُخِ اوّل پر درج ہیں ان کا تعلق رُخِ ثانی پر مندرجہ حکمران کے نام، اس کے القاب اور خطابات سے ہے۔ اس طرح پورے سکّے کی عبارت دو حصوں میں تقسیم کی جاکر بصورت ذیل پڑھی جائے گی۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابا بکر عمر عثمان علی۔ السلطان العادل فرید الدنیا والدین ابوالمظفر جھاپناہ شیر شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ وسلطانہ ۹۴۹۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "جھاپناہ" کو شیر شاہ کا لقب سمجھ لیا جائے تو اس سکّے پر دارالضرب کا نام کہاں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سکّوں پر عموماً دارالضرب کا نام درج ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک سکّے پر دارالضرب کا نام مندرج ہو۔ اُن سکّوں پر جو عام حالات میں شہروں میں مضروب ہوتے ہیں ان پر دارالضرب کا نام پایا جاتا ہے لیکن حکمران جب کبھی مہمات جنگ میں مصروف ہوتے ہیں اور انھیں فوج کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت ناگہانی طور پر لاحق ہوتی ہے تو وہ برسرِ موقع سکّے مضروب کرواتے ہیں۔ مغل حکمرانوں نے تو فوج کے ساتھ ایک مستقل دارالضرب کا انتظام کر رکھا تھا جس کو انھوں نے اُردو کا نام دیا تھا۔ شیر شاہ نے بھی غالباً زیر بحث سکّے اپنی جنگی مہمات کے دوران مضروب کروائے ہوں گے اس لیے ان پر کسی مستقل دارالضرب کا نام پایا نہیں جاتا۔

ہمارے اس استدلال کے بارے میں کہ "جھاپناہ" شیر شاہ کا لقب ہے، ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ایسی صورت میں شیر شاہ کے ان سکّوں پر بھی یہ لقب پایا جانا چاہیئے جو کسی مستقل دارالضرب سے جاری ہوئے ہوں۔ اس سوال میں بڑی معقولیت ہے۔ اس سلسلے میں شیر شاہ کے دوسرے سکّوں کی تلاش کے دوران حسنِ اتفاق سے نیلسن رائٹ ہی کے کیٹیلاگ میں ایک ایسا سکّہ مل گیا جس پر "جھاپناہ" کا لقب بھی موجود ہے اور دارالضرب کا نام بھی درج ہے۔ اس سکّے کے ہر دو جانب

Marfat.com

کی عبارت حسبِ ذیل ہے۔[1]

	رُخِ اول		رُخِ ثانی
دائرے میں	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ	دائرے میں	شاہ السلطان شیر خلد اللہ ملکہ و سلطانہ
حاشیہ	السلطان العادل ضرب اجین ابا بکر عمر عثمان علی	حاشیہ	فرید الدنیا والدین ابوالمظفر جھاپناہ

اس سکے کو دیکھنے کے بعد کوئی گنجایش ہی باقی نہیں رہتی کہ جھاپناہ کو دارالضرب سمجھا جائے۔ اس طرح ایک دیرینہ غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

سکے پڑھنے کے باب میں اس قدر تفصیل میں جانے اور محققین سے جو فروگزاشتیں ہوئی ہیں ان کی نشاندہی کرنے کا مقصد محض یہ بتلانا تھا کہ وہ لوگ جو کیٹیلاگ مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ذراسی بے احتیاطی یا بعض خاص پہلوؤں سے عدم واقفیت کی وجہ سے کیسی شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں عام شایقین کے لیے غیر معمولی احتیاط ازبس ضروری ہو جاتی ہے۔ جب عام سکوں کے پڑھنے میں ایسی دشواریاں پیش آتی ہیں تو سکوں پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ مستشرقین نے بھی اس سلسلے میں بہت کام کیا ہے لیکن سکوں پر مندرجہ اشعار کے پڑھنے میں ان سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جنھیں آیندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

---

[1] کیٹیلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ مرتبہ ایچ۔ نیلسن رائٹ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ء جلد ۲ صفحہ ۹۱

Marfat.com

غیر معمولی سائز اور وزن کے عظیم الشان سکّے

جن سکّوں پر عربی اور فارسی زبانوں کے اشعار کے اندراج کا حوالہ ملتا ہے، ان میں سے بعض سکے غیر معمولی سائز اور وزن کے پائے گئے ہیں۔ ایسے سکّوں کے بارے میں ماہرین مسکوکات قدیمہ کی آرا میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ وہ سکّے ہیں ہی نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ "نذرانہ میڈل" ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ انھیں سکّے ہی قرار دیتا ہے۔

ہمارے موضوع کتاب کے تعلق سے اس بحث کا تصفیہ نہ صرف دلچسپی کا حامل ہے بلکہ بے حد اہمیت بھی رکھتا ہے کیونکہ ان بڑے دیناروں، درہموں، اشرفیوں اور روپیوں کو سکّے قرار دیا جائے تب تو ان پر مندرجہ اشعار کا اس کتاب میں شامل کیا جانا درست قرار پائے گا بصورت دیگر وہ اشعار اس کتاب میں جگہ نہ پاسکیں گے۔

سب سے پہلے ہم ان ماہرین کی آرا پیش کریں گے جو ان عظیم اشرفیوں اور روپیوں کو سکّے نہیں سمجھتے۔ ان ماہرین کا خیال ہے کہ چونکہ ان کا وزن اور سائز عام سکوں کے وزن اور سائز کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اس لیے ان کو سکّے نہیں کہا جا سکتا۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ایسے سکوں کا وزن عام طور سے رائج سکّوں کے وزن ایک تولہ یا دو تولے کے برخلاف پانچ تولے سے ایک ہزار تولے تک بیان کیا گیا ہے۔ سکوں کے وزن میں اس غیر معمولی اضافے کے تناسب سے ان کے سائز میں بھی اضافہ ہونا لازمی تھا۔ ماہرین مسکوکات کے اس طبقے میں آر۔ بی۔ وائٹ ہیڈ[1] اور ایس۔ ایچ۔ ہوڈی والا[2] پیش پیش ہیں۔

---

[1] جرنل آف دی نیو مسمیاٹک سوسائٹی جلد ۱۸ صفحات ۲۱۰ - ۲۱۲

[2] ہسٹاریکل اسٹڈیز اِن مغل نیو مسمیاٹکس مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۳ء صفحات ۷۹ - ۸۰

Marfat.com

ان کی رائے یہ ہے کہ اگر یہ واقعتاً سکّے ہوتے تو تاریخوں میں ان کے چلن کا ذکر ضرور ملتا اور املاک و جائیداد کی خرید و فروخت کے دستاویزات میں ان کا تذکرہ کیا جاتا چونکہ ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی اِس لیے وہ یہ ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں کہ ایسی عظیم اشرفیاں اور روپیے سکّے تھے۔ ان ماہرین نے ان سکوں کے تعلق سے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ چونکہ حکمرانوں کے خزانوں میں سونے چاندی کے ہزاروں لاکھوں معمولاً رائج چھوٹے چھوٹے سکوں کی حفاظت ایک دشوار امر تھا، اس لیے ان حکمرانوں نے بہ نظرِ حفاظت سونے اور چاندی کی کثیر مقدار کو اِن گالٹس یا بالفاظ دیگر اینٹوں کی شکل میں ڈھال کر ان پر اپنے کچھ مخصوص علامات کندہ کرکے انھیں خزانوں میں محفوظ کر دیا۔

اِن ماہرین کا استدلال اپنے اندر ایک منفی انداز لئے ہوئے ہے۔ وہ کسی ٹھوس شہادت کی روشنی میں مثبت طور پر یہ بتلانے سے قاصر ہیں کہ زیرِ بحث اشرفیاں اور روپیے سکے نہیں ہیں۔ ان کے استدلال کا یہ پہلو بھی کہ املاک وجائیداد کی خرید و فروخت کے دستاویزات میں کہیں بھی ان عظیم سکوں کا تذکرہ نہیں ملتا کوئی مضبوط بنیاد نہیں رکھتا۔ کیونکہ ان ماہرین نے مالیات کے اس اہم پہلو کو سرے سے نظرانداز کر دیا کہ ہر دَور میں تجارتی کاروبار اور رقمی لین دین وغیرہ کے لیے اس دور کے اقل ترین سکے (جس میں ریزگاری شامل نہیں ہوتی) کو بنیادی اکائی کے طور پر تسلیم کرلیا جاتا ہے اور تمام معاملات چاہے ان کا تعلق سرکاری محاصل کی ادائیگی سے ہو یا تجارتی لین دین سے اسی بنیادی اکائی کی اساس پر انجام پاتے ہیں۔ حکومتوں کی طرف سے بجٹ کی تیاری بھی اسی بنیادی اکائی پر مبنی ہوتی ہے۔ ملازمین اور افواج کی تنخواہوں کا تعین بھی اِسی اکائی کی اساس پر کیا جاتا ہے۔ عہدِ حاضر میں ہندوستان اور پاکستان میں روپیہ بنیادی اکائی ہے۔ بنگلہ دیش میں ٹکہ، برطانیہ میں پاونڈ اور امریکہ میں ڈالر بنیادی اکائیاں ہیں اور ان سب ممالک میں مالیات سے متعلق تمام امور انہی بنیادی اکائیوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

زمانۂ گزشتہ میں مختلف ممالک میں بنیادی اکائیاں ان کی اپنی الگ الگ رہیں۔ عرب ممالک میں ایک عرصے تک درہم و دینار کا چلن رہا۔ ایران میں تومان رائج تھے۔ اور ہندوستان میں مغلوں کے دور سے روپیہ بنیادی اکائی قرار پایا۔ اس بات کا ثبوت ہمیں بعض

Marfat.com

تاریخی شواہد سے ملتا ہے۔ منتخب اللباب کا مصنّف خافی خاں بیان کرتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں محفوظ سونے، چاندی کے ذخائر کی قیمت تین کروڑ روپیہ سے متجاوز تھی۔[۱]

ڈاکٹر بینی پرشاد نے تاریخ جہانگیر میں بیان کیا ہے کہ کشمیر کے جنوب میں پنجاب کی سرحد سے ملی ہوئی چھوٹی سی ریاست کشتوار کی مہم کے کامیاب انصرام کے صلے میں دلاور خاں کو کشتوار کی ایک سال کی آمدنی دی گئی جو ایک لاکھ روپیہ تھی۔[۲]

عہدِ شاہجہانی میں اللہ وردی خاں نے شاہ جی مرہٹہ سردار کو بے دخل کر کے ایک دوسرے بااثر مرہٹہ سردار ہمیر راؤ کو اپنی طرف بلا لینے کے بعد اس کو ایک ہزار سوار اور پچاس ہزار روپے دیے۔[۳]

اورنگ زیب نے بلخ کے ایلچی خوشی بیگ کے رفقاء کو خلعت کے علاوہ پانچ ہزار روپے عطا کیے۔[۴]

مندرجات بالا سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہد مغلیہ میں روپیہ ہی ایک بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا تھا اور محاصل کا تعین اور انعام و اکرام سب اسی بنیادی اکائی کے بموجب انجام پذیر ہوتے تھے۔ ظاہر ہے املاک و جائداد کی خرید و فروخت کے معاملات بھی اسی بنیادی اکائی یعنی روپے کی اساس پر مبنی ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں ان ماہرین مسکوکات کا یہ اعتراض کیسے درست ہو سکتا ہے کہ املاک و جائداد کے دستاویزات میں کہیں بھی ان عظیم اشرفیوں اور روپیوں کا ذکر نہیں ملتا۔ عہدِ حاضر میں بھی اگر کوئی شخص کسی سے اس کی جائداد مثال کے طور پر دس لاکھ روپے میں خرید کر زرِ ثمن کے طور کثیر مالیتی کرنسی نوٹ ادا کرتا ہے تو بیعنامہ کی رجسٹری کے ریکارڈ میں ان کثیر مالیتی کرنسی نوٹوں کا کہیں بھی ذکر نہیں ملے گا بلکہ صرف بنیادی اکائی کی اساس پر دس لاکھ روپے کی ادائیگی کا اندراج پایا جائے گا۔ املاک و جائداد کی خرید فروخت کے ریکارڈ میں کثیر مالیتی کرنسی نوٹوں کا ذکر نہ پا کر کیا کوئی شخص ان کے سکۂ رائج الوقت ہونے سے انکار کر سکتا ہے؟ یہ عظیم سکّے محض خزانوں میں محفوظ رکھنے کے لیے مضروب نہیں

---

[۱] منتخب اللباب مصنفہ خافی خاں مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۴۳

[۲] تاریخ جہانگیر مصنفہ ڈاکٹر بینی پرشاد مترجمہ رحم علی الہاشمی شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء صفحہ ۳۰۷

[۳] تاریخ شاہجہاں مصنفہ ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکسینہ ترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۴

[۴] عالمگیر نامہ قلمی آندھرا پردیش گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد مصنفہ مرزا منشی کاظم

Marfat.com

کئے جاتے تھے۔ بلکہ وہ بادشاہوں اور امراء کی جانب سے مستحقین کو ہدیہ، تحفہ، انعام، اکرام، صلۂ خدمت یا اجرت کے طور پر بھی عطا کئے جاتے تھے اور بازار میں ان کا چلن عام تھا۔

اس سلسلے میں خلیفہ ہارون الرشید کے عہد کے ایک مشہور شاعر ابو مسلم ولید انصاری الملقب بہ صریع الغوانی کا بیان کردہ ایک واقعہ لائق ذکر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ وہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی مصاحبت میں تھا کہ جعفر نے ایک مغنیہ کو طلب کر کے حکم دیا کہ بربط پر کوئی اچھی غزل سنائے۔ مغنیہ نے بربط چھیڑا اور غزل سرا ہوئی۔ مغنیہ کی سریلی آواز اور کلام کی شیرینی سے جعفر پر مدہوشی کا عالم طاری ہوگیا۔ جب غزل ختم ہوئی تو جعفر نے دریافت کیا کہ وہ کس کی غزل تھی۔ صریع الغوانی نے بتایا کہ وہ غزل اس کی اپنی تھی۔ یہ سُن کر جعفر بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ اس غزل کے جتنے شعر تھے اتنے سو دینار صریع الغوانی کو دے دیئے جائیں۔ صریع الغوانی کہتا ہے کہ یہ سُن کر وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کاش وہ غزل جس میں صرف چار ہی شعر تھے کچھ اور طویل ہوتی تو اسے انعام اور زیادہ ملتا لیکن جب انعام کے دینار اس کے سامنے لائے گئے تو وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ان میں سے ہر ایک دینار سو دیناروں کے برابر تھا۔ صریع الغوانی کو محو حیرت دیکھ کر جعفر نے اس سے کہا کہ چونکہ تمہاری غزل میں صرف چار ہی شعر تھے اس لیے میں نے حکم دیا کہ تمہیں چار سو بڑے دینار دیئے جائیں تاکہ تم کو کثیر رقم مل جائے[1]۔ جعفر برمکی کی اس وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے بڑے سکّے بھی رائج الوقت تھے اور زر تبادلہ کی صورت میں ان کے معاوضے کے طور پر رقوم کی داد و ستد کا کاروبار عام تھا۔ اس طرح ان ماہرین کا یہ اعتراض کہ ان عظیم اشرفیوں کا بازار میں چلن نہیں تھا ساقط ہو جاتا ہے۔

انہی ماہرین کا دوسرا اعتراض کہ یہ عظیم اشرفیاں اور روپے سکّے نہیں تھے بلکہ یہ بڑے بڑے "ان گاٹس" یا سونے چاندی کی اینٹیں تھیں جن پر کچھ نقش و نگار بنا دیئے جاتے تھے اور عبارتیں کندہ کر دی جاتی تھیں جنھیں سونے چاندی کی کثیر مقدار کی حفاظت کے لیے خاص طور سے تیار کر کے خزانوں میں محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ ان ماہرین کا خیال یہ ہے کہ معمولی سائز اور وزن کی چھوٹی اشرفیوں اور روپیوں کا شمار بھی آسان نہ تھا اور ان کے سرقے کا بھی امکان تھا اس لیے

---

[1] البرامکہ مصنفہ عبدالرزاق کانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۹۰

136363

Marfat.com

حکمرانوں نے حفاظت کی یہ آسان تدبیر اختیار کی۔ یہ اعتراض ضرور لائق غور ہوتا بشرطیکہ کسی حکمران کے خزانے میں محفوظ سونے اور چاندی کی پوری مقدار ایسے "ان گاٹس" یا اینٹوں کی شکل میں ملتی مگر صورت حال اس سے بالکل مختلف نظر آتی ہے۔

منتخب اللّباب کے مصنّف خافی خاں کا بیان[۱] ہے کہ شہنشاہ اکبر کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں محفوظ جواہرات کے علاوہ تنّو تولے سے پانچ سو تولے تک وزن کی ایک ہزار اشرفیاں موجود تھیں۔ خافی خاں آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ ان اشرفیوں کے علاوہ دو سو بہتّر من غیر مسکوک سونا اور تین سو ستّر من غیر مسکوک چاندی بھی محفوظ تھی۔

خافی خاں کی بیان کردہ روایت کے مطابق سو تولے سے پانچ سو تولے وزن کی ایک ہزار اشرفیوں کا جملہ وزن' اوسطاً ستر من کے قریب ہوتا ہے جبکہ غیر مسکوک سونے کی مقدار دو سو بہتر من بتلائی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہزار عظیم اشرفیاں یا بقول ان ماہرین کے "ان گاٹس" یا اینٹیں بنوالنے کے باوجود' مزید دو سو بہتر من سونا غیر مسکوک حالت میں رکھا ہوا تھا اور چاندی تو پوری تین سو ستر من غیر مسکوک ہی تھی۔ اس صورت حال کی موجودگی میں' وائٹ ہیڈ اور ہوڈی والا کا یہ نظریہ کہ زیر بحث عظیم اشرفیاں اور روپے سکّے نہیں تھے بلکہ "ان گاٹس" یا سونے چاندی کی اینٹیں تھیں' کُلیتاً بے بنیاد قرار پاتا ہے۔

ماہرین مسکوکات قدیمہ کا دوسرا گروہ جس میں اے۔ کننگھیم نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس خیال کا حامی ہے کہ یہ عظیم الشان سکّے "نذرانہ میڈل" ہیں۔ ان ماہرین نے یہ اصطلاح جو وضع کی ہے وہ خود مجموعۂ اضداد ہے۔ اولاً یہ کہ "میڈل" انگریزی زبان کا لفظ ہے اور "نذرانہ" کے ساتھ اس کی ترکیب درست نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اگر "میڈل" کو تمغہ کا مترادف مان بھی لیا جائے تو اس سے اس اصطلاح کے معنوی تضاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نذرانہ اس پیش کش کو کہا جاتا ہے جو نسبتاً کم رتبہ لوگ عالی مرتبت ہستیوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف میڈل یا تمغہ ایک ایسا نشانِ امتیاز ہوتا ہے جو حکمرانوں یا مقتدر اداروں کی جانب سے کسی نمایاں کارنامے کی انجام دہی یا کسی مخصوص تقریب کے موقع پر مستحقین کو عطا کیا جاتا ہے۔ ایسے میڈل سونے، چاندی یا کانسے کے بنائے جاتے ہیں۔ ان کے ایک رُخ پر بالعموم اس اہم کارنامے یا تقریب کی صراحت ہوا کرتی ہے

---

[۱] منتخب اللباب مصنفہ خافی خاں مطبوعہ کلکتہ جلد اول صـ۲۴۳ نیز ملاحظہ ہو روئیداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۳ء صفحہ ۴

Marfat.com

جس کے سلسلے میں اس کی اجرائی عمل میں آرہی ہے تو دوسرے رُخ پر مستحقِ انعام اشخاص کے نام کندہ ہوتے ہیں، کبھی کبھی ان کے ہر دو جانب متعلقہ مہم یا تقریب کی تفصیلات درج ہوتی ہیں اور انعام یابندگان کے ناموں کی صراحت نہیں ہوتی۔ ولیم مارسڈن نے شجاع الدّولہ نواب وزیر اودھ کے اسی قسم کے ایک چاندی کے میڈل کا نقش اپنی کتاب میں دیا ہے[۱] جو اس نے روہیلوں کے سردار حافظ رحمت خاں کو شکست دینے کے بعد جاری کیا تھا۔

رخِ اول

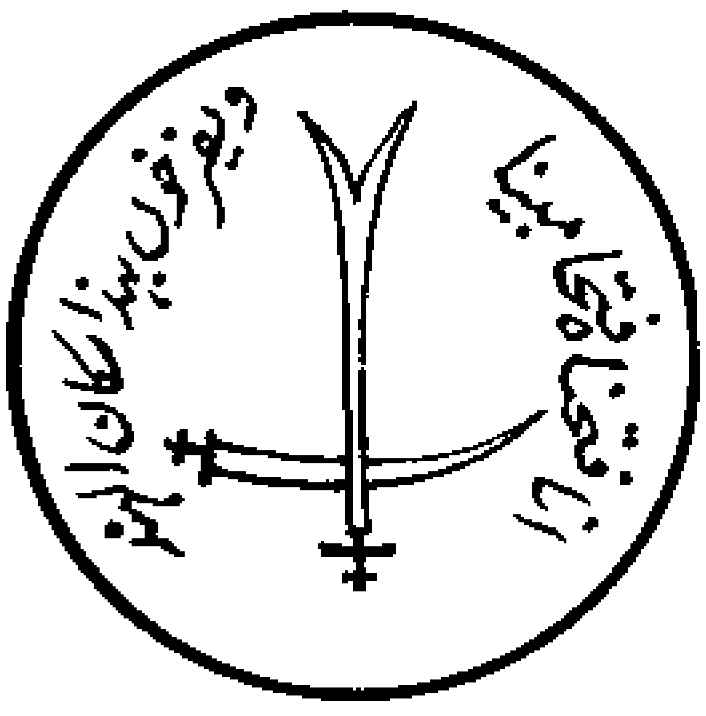

رخِ دوم

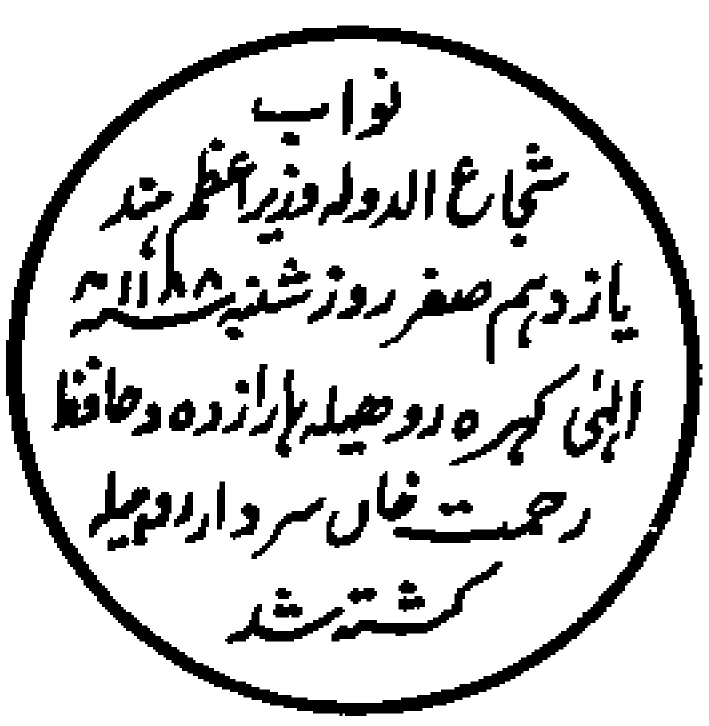

مندرجۂ صدر عبارت سے واضح ہوجاتا ہے کہ میڈل کیسے ہوتے ہیں۔ ان کے برخلاف نذرانے کے طور پر عموماً اشرفیاں، روپے یا جواہرات پیش کئے جاتے ہیں اس لیے میڈل کو نذرانے کے ساتھ خلط ملط کرکے 'نذرانہ میڈل' جیسی 'انمل' بے جوڑ اصطلاح وضع کرنا کسی طرح بھی درست قرار نہیں پاسکتا۔

اب رہ جاتا ہے ماہرینِ مسکوکاتِ قدیمہ کا وہ طبقہ' جو ان عظیم الشان اشرفیوں اور روپوں کو سکّے' ہی قرار دیتا ہے۔ اسی گروہ کے سرکردہ مستشرقین میں' جان رچرڈسن، ولیم مارسڈن' اور جیمس گبس کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔ رچرڈسن تو مشرقی السنہ کے علماء میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس نے انگریزی زبان میں فارسی اور عربی زبانوں کی ایک ضخیم لغت مرتب کی ہے — جو اصطلاحات کے حوالوں کے لیے اپنا ایک خاص معیار رکھتی ہے۔ ولیم مارسڈن اور جیمس گبس مشاہیر ماہرین مسکوکات قدیمہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

---

[۱] نیومسماٹا اورینٹالیا السٹراٹا مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم صفحہ ۸۳۷۔

Marfat.com

رچرڈسن نے "سکّے" کی اصطلاح کے تحت اپنی لغت میں جو نوٹ لکھا ہے[۵] وہ ہمارے موضوع کے تعلق سے بڑی اہمیت کا حامل ہے جس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"سکّہ پورے معیاری وزن کے روپے کو کہتے ہیں۔ مشرق کے بعض سکّوں میں ندرت اور نفاست جس اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہے' اس کی مثال یوروپ والے پیش نہیں کرسکتے۔ کچھ عرصہ قبل مجھے محض اتفاقی طور پر مغل اعظم شاہ جہاں کے ۱۶۵۳ء میں دہلی میں مضروب شدہ ایک سکّے کو دیکھنے اور بعجلت اس کی نقل (کاغذ پر) اتارنے کا موقع ملا۔ میرے خیال میں یہ سکّہ میری' اوپر ظاہر کردہ رائے کو کافی تقویت بخشتا ہے۔ یہاں میں اس سکّے کی عبارت درج کرتا ہوں جو بعض اصحاب کے لیے ذوق تجسّس کا سامان فراہم کرنے کے علاوہ' معلومات آفریں بھی ہوگی....."

آگے چل کر رچرڈسن نے بتلایا ہے کہ یہ سکہ سونے کا ہے یعنی اشرفی ہے جو گول ہے اور اس کا وزن تقریباً ستر اونس اور قطر کم و بیش چار انچ ہے۔ یوروپ میں نشاۃ ثانیہ کے بعد انگریزی زبان میں یہ پہلا حوالہ ہے جو زیر بحث غیر معمولی وزن اور سائز کے سکوں کے بارے میں ہمیں ایک معیاری تصنیف میں ملتا ہے۔

ولیم مارسڈن نے مسکوکات قدیمہ کے بارے میں اپنی مشہور تصنیف[۶] میں بیان کیا ہے کہ اس نے شاہ جہاں کی ایک' دو سو تولے کی اشرفی کا میٹل کاسٹ بنواکر اپنے ذخیرۂ مسکوکات میں محفوظ رکھا ہے جس کا قطر ساڑھے پانچ انچ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ جہاں کی دوسو تولے کی اشرفیاں ایک ہی ڈائی سے مضروب نہیں ہوئیں بلکہ ان کی تیاری کے لیے ایک سے زیادہ ڈائیاں استعمال کی گئی تھیں۔ اسی لیے رچرڈسن نے جو اشرفی دیکھی اس کا قطر چار انچ تھا اور مارسڈن نے جس اشرفی کا میٹل کاسٹ تیار کروایا اس کا قطر ساڑھے پانچ انچ تھا۔ مارسڈن نے آگے چل کر مزید یہ بیان کیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کا ایک روپیہ گوتھا (مشرقی جرمنی) کے نوابوں کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے جس کا قطر چار اعشاریہ چار انچ اور جس کا وزن

---

[۵] پرشین اینڈ عربک ڈکشنری مرتبہ جان رچرڈسن مطبوعہ لندن ۱۸۰۶ء جلد اول صفحہ ۵۳۶۔

[۶] نیومسماٹا اورینٹالیا السٹراٹا مصنفہ ولیم مارسڈن مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم صفحہ ۶۵۱، ۶۴۱۔

Marfat.com

پانچ جرمن پاونڈ ہے۔

جیمس گبس بیان کرتا ہے کہ اس نے مہاراجہ سندھیا کے نوادرات کے ذخیرے میں محفوظ اورنگ زیب کی ایک سو تولے کی اشرفی مہاراجہ کی اجازت سے عارضی طور پر حاصل کر کے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے اراکین کے اجلاس میں پیش کی تھی۔ اس اجلاس کی تفصیل بھی گبس نے اس اشرفی کی تصویر کے ساتھ شایع کی ہے[۵]۔

جان رچرڈسن، ولیم مارسڈن اور جیمس گبس کے ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ ان ماہرین نے زیرِ بحث اشرفیوں اور روپیوں کو سکّہ جات ہی تسلیم کیا ہے۔ رچرڈسن نے تو پوری دیانت داری کے ساتھ ان عظیم الشان سِکّوں کی ندرت اور نفاست کو سراہتے ہوئے یوروپ کی مسکوکات کے مقابلے میں ان کی برتری بھی تسلیم کی ہے۔ مارسڈن اور گبس نے ان سکّوں کو دنیائے مسکوکات کے عجائب میں شمار کیا ہے۔ لیکن ان مستشرقین کی آرار کے علاوہ تاریخی شواہد کی روشنی میں بھی ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ ایسے سِکّوں کی ابتدا کب ہوئی۔

عبدالرزاق کانپوری نے اپنی تصنیف 'البرامکہ'[۲] میں بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے ۱۷۶ھ/۷۹۲ء میں جعفر برمکی کو مغرب (مراکش) کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن یہ خدمت بالکل اعزازی تھی کیونکہ جعفر برمکی تو خلیفے کے پاس بغداد ہی میں رہتا تھا اور مغرب میں اس کا قائم مقام حکومت کرتا تھا نیز یہ کہ اس زمانے میں ڈاک اور دار الضرب کے محکمے بھی جعفر برمکی کے زیرِ انتظام تھے —— عبدالرزاق کانپوری نے مزید یہ بیان کیا کہ اسی زمانے میں جعفر برمکی نے وزنی دینار مضروب کروائے تھے۔

خلفائے عباسیہ کے دَور کے ایک مورخ محمد بن عبدوس الجھشیاری نے اپنی تصنیف "کتاب الوزرار و الکُتّاب" میں اپنے پیش رو مورخ حارث ابن ابی اُسامہ مصنف تاریخ الخلفار کے حوالے سے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ حارث ابن ابی اُسامہ نے جعفر برمکی کے مکان میں ایسے چار ہزار دینار دیکھے تھے جن میں سے ہر ایک دینار ایک سو دینار کے مساوی تھا[۳]۔

---

[۱] روئیداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال بابتہ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲، ۵۳۔

[۲] البرامکہ مصنفہ عبدالرزاق کانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۶۶

[۳] کتاب الوزرار والکتّاب مصنفہ محمد بن عبدوس الجھشیاری قلمی کتب خانہ اسکول آف اورینٹل اینڈ آفریکن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی ورق ۱۵۱ الف۔

Marfat.com

متذکرہ بالا روایات کا تعلق خلفائے عباسیہ کے دور سے تھا۔ اب ہم ایک ایسی نادر کتاب سے ان عظیم الشان سِکوں کے بارے میں شہادت پیش کریں گے جس کا مصنف ٹھاکر پھیرو سلطان علاء الدین خلجی اور اس کے بیٹے سلطان قطب الدین مُبارک خلجی کے عہد میں دارالضرب دہلی کا "منٹ ماسٹر" تھا۔ ٹھاکر پھیرو نے یہ کتاب پراکرت بھاشا میں ۱۳۱۸ء میں لکھی تھی۔ اس کتاب میں ان دونوں خلجی سلاطین کے سِکوں کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ یہ کتاب صدیوں تک پردۂ گمنامی میں رہی۔ اب تک اس کے صرف دو نسخے پائے گئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ بیکانیر کے اگرچند نہاٹا کتب خانے میں اور دوسرا جین بھنڈار کلکتہ میں محفوظ ہے۔ مقام مسرت ہے کہ ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد نے اس کے اقتباسات کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر غلام یزدانی کیموریٹیو والیوم میں شایع کروایا ہے جو ہمارے پیش نظر ہے[۵]۔

اس کتاب میں ٹھاکر پھیرو نے سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے سونے اور چاندی کے سِکّوں کی جو تفصیلات بیان کی ہیں، وہ بے حد دلچسپ اور نہایت اہم ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کے سونے کے سکے ایک تولے کے عام سِکّوں کے علاوہ پانچ تولے، دس تولے، پچاس تولے اور سو تولے وزن تک مضروب کئے جاتے تھے۔ سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے سکوں کے بارے میں ٹھاکر پھیرو کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حکمران نے اپنی جدت طبع سے کام لے کر اپنے سِکّوں میں کچھ اور تنوع پیدا کیا تھا۔ ٹھاکر پھیرو لکھتا ہے کہ قطب الدین مبارک خلجی کے سکّے عام سونے کے سکوں کے علاوہ پانچ تولے، دس تولے، بیس تولے، تیس تولے، چالیس تولے، پچاس تولے، ساٹھ تولے، ستّر تولے، اسّی تولے، نوّے تولے سو تولے، ایک سو پچاس تولے اور دوسو تولے تک مضروب کئے جاتے تھے۔ ٹھاکر پھیرو مزید لکھتا ہے کہ متذکرہ اوزان کی گول اشرفیوں کے علاوہ انہی اوزان کی چوکور اشرفیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔ آگے چل کر وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ان تمام اوزان کے چاندی کے سکّے بھی مسکوک ہوا کرتے تھے۔

خلجی دور حکومت میں ان عظیم الشان اشرفیوں اور روپیوں کی تسکیک کے بارے میں دارالضرب دہلی کے منٹ ماسٹر ٹھاکر پھیرو کی باوثوق شہادت کے بعد عہد مغلیہ کے نامور وزیر اور مشہور مؤرخ ابوالفضل کی بیان کردہ تفصیلات بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔

---

[۵] ڈاکٹر غلام یزدانی کیموریٹیو والیوم شایع کردہ ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد مترجمہ ڈاکٹر دی۔ ایس۔ اگروالہ ۱۹۶۶ء صفحات ۸۷ تا ۱۰۱۔

Marfat.com

وہ بیان کرتا ہے[1] کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں سونے کے جو بڑے سکے مضروب ہوئے تھے اُن میں سب سے بڑے سکے کا نام "سہنسہ" تھا جس کا وزن ایک سو ایک تولے اور نو ماشے تھا۔ اس سکے کے ایک جانب بادشاہ کا نام اس کے القاب اور ضرب دارالخلافہ آگرہ اور دوسری جانب کلمہ طیبّہ اور ایک قرآنی آیت کے علاوہ اصحاب اربعہ کے نام درج تھے۔ اس سکّے کی ڈائی مقصود مُہرکن نے تیار کی تھی۔ پھر ڈائی بنانے کا کام ملا علی احمد کے سپرد ہوا۔ اور سکّے کی عبارت میں بھی کچھ تبدیلی کی گئی۔ ابوالفضل مزید لکھتا ہے کہ بعد میں یہ سب عبارتیں موقوف کر دی گئیں اور سکّے کے ہر دو جانب ملک الشعراء فیضی کی رباعیاں درج کی جانے لگیں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ "سہنسہ" سے چھوٹا سونے کا سکّہ "رہس" تھا جس کا وزن پچاس تولے تھا۔ اس سکّے پر بھی فیضی ہی کی رباعیوں کا اندراج ہوتا تھا۔ "رہس" کے نصف وزن کے سکے کا نام "آتمہ" تھا اور یہ سکّہ گول بھی بنایا جاتا تھا اور چوکور بھی۔

شہنشاہ جہانگیر نے اپنی عظیم الشان اشرفیوں اور روپیوں کی تفصیلات اپنی خودنوشت سوانح توزک جہانگیری میں درج کی ہیں۔[2] وہ لکھتا ہے کہ "ایک مبارک ساعت میں مَیں نے یہ فرمان صادر کیا کہ مختلف اوزان کے سکّے بنائے جائیں اور ان میں سے ہر ایک کا جداگانہ نام رکھا جائے چنانچہ سو تولے کی اشرفی کا نام نور شاہی پچاس تولے کی اشرفی کا نام نور سلطانی، بیس تولے کی اشرفی کا نام نور دوست، دس تولے کی اشرفی کا نام نور کرم اور پانچ تولے کی اشرفی کا نام نور مہر رکھا جائے..."

وہ آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ "میں نے چاندی کے سو تولے کے سکّے کا نام کوکب طالع، پچاس تولے کے سکّے کا نام کوکب اقبال، بیس تولے کے سکّے کا نام کوکب مراد، دس تولے کے سکے کا نام کوکب بخت اور پانچ تولے کے سکے کا نام کوکب سعید رکھا..."

جہانگیر مزید صراحت کرتا ہے کہ سو تولے سے دس تولے وزن تک کی اشرفیوں پر ایک جانب کلمۂ طیبہ اور آصف خاں کی ایک بیت اور دوسری جانب مقام ضرب، سنہ ہجری سنہ جلوسی اور آصف خاں کی دوسری بیت درج ہوا کرتی تھی۔

---

[1] آئینِ اکبری مطبوعہ دہلی ۱۲۷۴ھ جلد اول صفحہ ۳۰۔

[2] توزکِ جہانگیری مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۶۔

Marfat.com

جہانگیر کے بعد شاہجہاں اور اورنگ زیب نے بھی ان عظیم اشرفیوں اور روپیوں کی تسکیک کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ایسی اشرفیاں اور روپے حکمرانوں کی طرف سے نذر، ہدیہ، تحفہ، انعام واکرام، صلہ، خدمت یا اجرت کے طور پر مصرف میں لائے جاتے رہے، ذیل میں ہم اس قبیل کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:-

۱۔ شہنشاہ اکبر جہانگیر کی بعض ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے اس سے ناراض اور دل گرفتہ تھا۔ اکبر کی ماں مریم مکانی بیگم کو جہانگیر بے حد عزیز تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ باپ کی خفگی دور ہو جائے اس سلسلے میں اس نے کوشش بھی کی لیکن وہ بقضائے الٰہی فوت ہو گئی اور اس کا منشا پورا نہ ہو سکا لیکن جہانگیر کی سوتیلی مائیں اور بہنیں بھی اس کی ہمدرد نکلیں اور انھوں نے جہانگیر کے لیے وہ سب کچھ کیا جو اس کی دادی کرنا چاہتی تھی۔ انہی کی کوششوں کے نتیجے میں جہانگیر معذرت خواہی کے لیے اکبر کے حضور پیش ہوا۔ اکبر نے بھی بڑی عزت اور شفقت سے جہانگیر کا استقبال کیا[۱]۔ اس طرح باپ بیٹے کا دل صاف ہو گیا۔ اسی سلسلے میں تکملۂ اکبر نامہ کے مصنف شیخ عنایت اللہ کا بیان ہے کہ جہانگیر نے شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ایک لاکھ روپے کی مالیت کا ایک ہیرا، سوسو تولے کی دوسو اشرفیاں، پچاس پچاس تولے کی دوسو اشرفیاں، پچیس تولے کی چار اشرفیاں، بیس تولے کی تین اشرفیاں اور دوسو ہاتھی نذر گزرانے تھے[۲]۔

۲۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے دورِ حکومت میں شاہِ ایران کے سفیر زنبیل بیگ کو اس کی باریابی کے موقع پر ایک اشرفی ہزار تولے کی عنایت کی[۳]۔

۳۔ شہنشاہ شاہجہاں نے اپنی لڑکی جہاں آرا کی علالت کے دوران اس کا کامیاب علاج کرنے کے صلے میں حکیم داؤد کو پانچ سو تولے کی ایک اشرفی عطا کی[۴]۔

۴۔ شہنشاہ شاہجہاں نے مرشد قلی خاں علی مردان خانی کو دوسو تولے کی اشرفی عطا کی[۵]۔

۵۔ شہنشاہ شاہجہاں نے بلخ کے شکاری کو تیس تولے کی اشرفی انعام میں دی[۶]۔

---

[۱] تاریخ جہانگیر مصنفہ ڈاکٹر بینی پرشاد مترجمہ رحم علی الہاشمی شایع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء صفحات ۷۳ تا ۷۶

[۲] تکملۂ اکبرنامہ مصنفہ شیخ عنایت اللہ شایع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۶ء صفحہ ۸۳۲

[۳] توزک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۲۲۶۔

[۴] بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۹۹۔

[۵] بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۶۲

[۶] بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵

Marfat.com

۶۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے شریف مکّہ کے ایلچی کے توسط سے ایک ہزار تولے کی اشرفی بطور ہدیہ گزرانی۔[۵۱]

۷۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے دوسو تولے کی اشرفی سبحان قلی خاں کے سفیر کو عنایت کی۔[۵۲]

۸۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے ایک مخصوص طرزِ تحریر کا خط پڑھنے کے صلے میں ابوالوفا رکو پچاس تولے کی اشرفی عطا کی۔[۵۳]

جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا ہے مغل شہنشاہوں کے اجرا کردہ عظیم الشان سکّوں کے منجملہ تاحال صرف ایک سو تولے اور دوسو تولے کی اشرفیاں دریافت ہوئی ہیں لیکن مسکوکات قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ اطلاع باعثِ مسرت ہوگی کہ حال ہی میں سوئٹزر لینڈ میں نوادرات کا کاروبار انجام دینے والی ایک فرم ہیابسبرگ فیلڈ مان نے شہنشاہ جہانگیر کی ایک ہزار تولے کی اشرفی کی تصویر شایع کرکے اس کے ہراج کا اعلان کیا ہے۔ حسنِ اتفاق سے اس اشرفی پر بھی فارسی اشعار درج ہیں۔ اور اس طرح یہ ہمارے موضوع کتاب سے متعلق ایک اہم دریافت ہے جس سے توزکِ جہانگیری میں خود شہنشاہ جہانگیر کی بیان کردہ ان روایتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس نے مختلف ممالک کے سفیروں کو ایک ایک ہزار تولے کی اشرفیاں عطا کی تھیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ زیرِ بحث عظیم الشان اشرفیاں اور روپے "ان گاٹس" یا "نذرانہ میڈل" نہیں ہیں بلکہ فرمانروایانِ وقت کے احکام کی اتباع میں ایک باضابطہ عمل درآمد کے تحت اجرا کردہ سکّے ہیں۔ لہذا ہم جان رچرڈسن، ولیم مارسڈن اور جیمس گبس کی آرا سے اتفاق کرتے ہوئے انھیں سکّے قرار دے کر ان پر مندرجہ اشعار کو شاملِ کتاب کرتے ہیں۔

---

۵۱ مآثر عالمگیری صفحہ ۱۰۸
۵۲ عالمگیر نامہ صفحہ ۶۲۷
۵۳ مآثر عالمگیری صفحہ ۴۶۰

Marfat.com

سِکّوں پر سنسکرت زبان کے اشعار

تمہید میں اجمالاً یہ بتلا دیا گیا ہے کہ سِکّوں پر اشعار کے اندراج کا رواج سب سے پہلے ہندوستان ہی میں شروع ہوا اور یہ کہ اس امتیاز کا سہرا گپتا خاندان کے حکمرانوں کے سر ہے۔ اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گپتا خاندان کے تعلق سے بھی چند ضروری باتیں بتلا دی جائیں تاکہ مسکوکات کی دُنیا میں اس حیرت انگیز اور دلچسپ پیش رفت کا ایک پس منظر سامنے آجائے۔

گپتا خاندان کا بانی سری گپتا (۲۷۰ء تا ۲۹۰ء) تھا جس کی حیثیت مگدھ کے ایک اوسط درجے کے جاگیردار سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے بعد گھٹوٹ کاچا (۲۹۰ء تا ۳۰۵ء) اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن وہ بھی اپنی حیثیت میں کوئی نمایاں اضافہ نہ کر سکا۔ البتہ گھٹوٹ کاچا کے بعد اس کے بیٹے چندرا گپتا اول (۳۰۵ء تا ۳۲۵ء) نے بڑا نام پیدا کیا۔ اُس نے ترہت کے علاقے میں واقع ویسالی کے لچھاوی خاندان کی راجکماری سے شادی کی اور اس رشتے سے اس کی حیثیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور بالآخر اِن دونوں خاندانوں کی حکومتوں کے انضمام کے نتیجے میں اَودھ، پریاگ اور بہار تک گنگا کی پوری وادی میں چندرا گپتا کی بالادستی تسلیم کرلی گئی۔ دراصل چندرا گپتا اول کو ہی گپتا خاندان کا حقیقی بانی قرار دیا جا سکتا ہے اس کے پیش رَو اپنی بے بضاعتی کے پیش نظر اس موقف میں نہ تھے کہ اپنے نام کے سِکّے مضروب کرواتے یہ اہم کارنامہ چندرا گپتا نے انجام دیا۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ لچھاوی خاندان سے رشتۂ ازدواج کے قیام پر بھی چندرا گپتا کو بڑا ناز تھا چنانچہ اس کے تمام سِکّوں پر اس کے نام کے ساتھ ساتھ اس کی رانی کمارا دیوی کا نام بھی مضروب پایا جاتا ہے۔

چندرا گپتا اول کے عہد کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے دور میں ایک نئے سنہ کا بھی آغاز کیا جس کا رواج ہندوستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں تیرھویں صدی

Marfat.com

عیسوی تک پایا گیا ہے۔ چندرا گپتا سے قبل ہندوستان کے بیرونی نژاد حکمرانوں جیسے یونانیوں یا کشانوں کے علاوہ کسی اور حکمران نے اپنے نام کے سونے کے سکّے اجرا نہیں کروائے تھے حتیٰ کہ موریہ خاندان کے نامور حکمران اشوک اعظم کے بھی سونے کے دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ مقامی حکمرانوں میں یہ امتیاز بھی چندرا گپتا اول ہی کو حاصل ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ چندرا گپتا کے ایسے سکّے کشان خاندان کے حکمرانوں کے سکّوں کے نمونے پر ہی بنائے گئے تھے لیکن اپنی وضع قطع اور ساخت کے اعتبار سے یہ سکّے کشان خاندان کے سکّوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ان سکّوں پر حکمران کا نام اور دیگر عبارتیں نہایت خوبصورتی سے درج کی جاتی تھیں اور وہ اس کثرت سے مضروب کروائے جاتے تھے کہ ایک ہمعصر شاعر نے چندرا گپتا کے عہد کو "سونے کی بارش" کے عہد سے تعبیر کیا ہے[1]۔

چندرا گپتا کی جانشینی کے بارے میں کسی قدر اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ۳۲۵ء سے ۳۳۰ء تک کے عرصے میں یعنی چندرا گپتا کی وفات سے پانچ سال تک جو سکّے اجراء ہوئے ہیں ان پر حکمران کا نام کاچا گپتا پایا جاتا ہے اور ۳۳۰ء سے ۳۷۰ء تک مضروب شدہ سکوں پر سمدرا گپتا کا نام درج ہے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ چندرا گپتا کی وفات کے بعد کاچا گپتا اس کا جانشین ہوا جس نے پانچ سال تک حکومت کی اور اپنے نام کے سکّے مضروب کروائے لیکن کچھ اور مورخوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ چندرا گپتا کا جانشین سمدرا گپتا ہی ہوا جس کا ابتدائی نام کاچا گپتا تھا اور پانچ سال حکومت کرنے کے بعد جب اس نے بنگال کا علاقہ فتح کر لیا اور اس کے حدود مملکت سمندر کے کناروں تک پھیل گئے تب اس نے اپنا نام سمدرا گپتا رکھ لیا۔ مورخین کے اس طبقے کی رائے قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے[2]۔

جہاں تک موضوع کتاب کا تعلق ہے کاچا گپتا کے نام سے اجراء شدہ سکّوں پر بھی سنسکرت اشعار پائے جاتے ہیں جنھیں شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔

سمدرا گپتا علم و ادب کا دلدادہ اور شعر و موسیقی کا شیدائی تھا۔ وہ ادباء شعراء اور حکماء کا سرپرست ہونے کے ساتھ ساتھ خود ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا۔ اس حکمران نے سنسکرت زبان

---

[1] کوائنس مصنفہ پرمیشوری لال گپتا شایع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی ۱۹۶۹ء صفحہ ۵۲

[2] کارپس آف انڈین کوائنس جلد چہارم دی کوائنیج آف گپتا ایمپائر مصنفہ اے۔ ایس۔ الٹیکر شایع کردہ نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا بنارس یونیورسٹی ۱۹۵۷ء صفحہ ۸۰۔

Marfat.com

اور اس کے ادب و شعر میں نئی روح پھونکی۔ ان مخصوص صفات کے ساتھ ساتھ سمدرا گپتا ایک عظیم فاتح ہونے کے علاوہ ایک زبردست ماہر نظم و نسق بھی تھا۔ اس نے ضرور ایک عظیم تر ہندوستان کی مملکت کے قیام کا خواب دیکھا ہوگا لیکن اپنی دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اس نے ابتداءً اپنی سلطنت کے اطراف و اکناف کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اس کی حدود میں توسیع کا آغاز کر دیا۔ ان توسیعی مہمات کے دائرے میں وادیٔ گنگا کی نو ریاستیں آگئیں جن کی تفصیل الہ آباد کے تاریخی ستون پر کندہ عبارات میں ملتی ہے نیز جان ایلن نے بھی اپنی مرتبہ فہرست مسکوکات میں ان کا ذکر کیا ہے[1]۔ اس طرح چمبل ندی تک کا علاقہ سمدرا گپتا کے زیر اقتدار آگیا۔ پھر اس نے مشرق کا رُخ کرتے ہوئے کالنگا کے صحرائی علاقوں کے قبائلی سرداروں کو اپنا تابع فرمان بنالیا۔

متذکرہ مہمات کو سر کرنے کے بعد سمدرا گپتا نے اپنی افواج کو دکن کی طرف بڑھایا اور اِس پیش قدمی کے دوران کم و بیش ایک درجن حکمرانوں کو اپنا زیر نگیں کر کے تامل ناڈو کے علاقے سے گزرتے ہوئے پلّواؤں کے صدر مقام کنجی (موجودہ کنجی ورم) تک جا پہونچا۔ پھر وہ مغرب کی طرف مُڑ کر جزیرہ نما کو عبور کرتے ہوئے ملابار میں داخل ہوا جہاں سے مغربی دکن کی سطح مرتفع کے راستے اپنی مہمات کی آخری منزلیں طے کرتے ہوئے اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس پہونچ گیا۔

جنوبی ہند کی ان کامرانیوں میں پورے تین سال لگ گئے۔ اس پورے عرصے میں کہیں بھی اس کو ہزیمت کا مونہہ دیکھنا نہ پڑا اِس بات کو سمدرا گپتا کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیئے کہ جنوبی ہند کے کسی بھی مفتوحہ علاقے کو اس نے اپنی مملکت میں ضم نہیں کیا بلکہ اس نے اس پورے علاقے کے حکمرانوں کے تابع فرمان بنے رہنے پر ہی اکتفا کیا۔ اس عرض مدت میں سمدرا گپتا کی سطوت اور شوکت کی داستانیں سارے ہندوستان میں پھیل چکی تھیں اور آسام، مالوہ، گجرات، پنجاب اور ہمالیائی علاقوں کے حکمرانوں نے اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ اس کی بالادستی کو تسلیم کرلیں۔

دکن کی فتوحات کے نتیجے میں سونے اور جواہرات کے بیش بہا ذخائر سمدرا گپتا کے ہاتھ

---

[1] برٹش میوزیم کیٹلاگ آف گپتا گولڈ کوائنس مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء تمہید۔

[2] دی پیجنٹ آف انڈیاز ہسٹری مصنفہ ٹریوڈ ایرسن بیین شایع کردہ ڈیوڈ میک کے کمپنی نیویارک۔ ری اشو مئی ۱۹۶۴ء ص ۲۳۸

Marfat.com

آئے۔ اجودھیا واپس ہو کر سمدراگپتا نے قدیم ویدک رسم کے مطابق اشوہ میدھ جشن منانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اِنھی تقاریب کے سلسلے میں اس نے سونے کے وہ عہد آفریں سکّے مضروب کروائے جن پر ایک جانب تو روایتی گھوڑے کی تصویر تھی اور دوسری جانب سنسکرت زبان کے اشعار درج تھے۔ اس انکشاف کا سہرا انگلستان کے مشہور ماہر مسکوکات جے۔ ایلن کے سر ہے جس نے اپنی تحقیق سے پہلی بار یہ ثابت کیا کہ سمدراگپتا کے سکّوں پر سنسکرت زبان کے اشعار درج ہیں[1]۔

سطور بالا میں سمدراگپتا کی شعر و موسیقی سے دلچسپی کا ذکر تو آہی چکا ہے۔ لیکن الہ آباد کے مشہور زمانہ ستون پر سمدراگپتا کی فتوحات کی کندہ کاری کے انچارج ھرشینا کے اس بیان سے کہ سمدراگپتا خود ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا، اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ اشوہ میدھ جشن کے موقع پر جاری کردہ تاریخ ساز اشرفیوں پر مندرجہ سنسکرت اشعار کے منجملہ کچھ تو سمدراگپتا ہی کا نتیجۂ فکر ہوں گے[2]۔

سمدراگپتا کے بعد راماگپتا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے صرف پانچ سال یعنی ۳۷۰ء سے ۳۷۵ء تک حکومت کی۔ اس دور میں مغربی پنجاب کے کیدار اکشان خاندان کے حکمران پیرو نے سر اٹھایا تھا۔ راماگپتا کی خواہش تھی کہ پیرو کی سرکوبی کر کے اپنے حدود مملکت میں توسیع کرے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا بلکہ ایک معرکہ میں تو اسے شکست کھا کر صلح پر رضامند ہونا پڑا تھا، مگر اسی مرحلے پر راماگپتا کے بھائی چندراگپتا کے حسنِ تدبیر سے وہ شکست فتح میں بدل گئی۔ راماگپتا کے جو سکّے دستیاب ہوئے ہیں ان پر تاحال اشعار کا اِندراج نہیں پایا گیا ہے۔

راماگپتا کے بعد اس کا بھائی چندراگپتا ثانی مسند آرا ہوا اس کا طویل دورِ حکومت ۳۷۵ء تا ۴۱۴ء نہایت شاندار رہا۔ اس نے بنگال کے علاقے میں بعض شورشوں کا قلع قمع کر کے شمال مغرب کا رُخ کیا۔ اور کیدار اکشان خاندان کے حکمرانوں کو مغربی پنجاب سے کھدیڑ کر انھیں وادیٔ سندھ کی سرحدوں میں دھکیل دیا۔ اس کے بعد چندراگپتا ثانی نے مغربی ہندوستان کی طرف اپنی فوجیں بڑھائیں اور شترپاوں کو پے در پے شکستیں دے کر بالآخر مالوہ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کو اپنے حدودِ مملکت

---

[1] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (نیو سیریز) جلد دہم شمارہ ۶ بابتہ ۱۹۱۴ء صفحات ۲۵۵ تا ۲۵۶۔

[2] دی گپتا گولڈ کوائنس ان دی بیانہ ہورڈ مرتبہ اے۔ ایس۔ الٹیکر شایع کردہ نیومسماٹک سوسائٹی آف انڈیا ۱۹۵۴ء تمہید صفحہ LV

Marfat.com

میں شامل کر لیا۔

مالوہ، گجرات اور کاٹھیاواڑ کے ساحلی علاقوں کے انضمام کے نتیجے میں گپتا سلطنت کے آگے سمندری تجارت کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور چینی سیاح فاہیان کے بقول اس ذریعے سے خزانے کی دولت میں بیش بہا اضافے سے مملکت کی خوشحالی کا ایک سنہرا دور شروع ہو گیا۔ اس مرفہ الحالی کے زمانے میں چندرا گپتا نے بھی اپنے پیش رو سمدرا گپتا کے نقش قدم پر چل کر ادب، ثقافت اور فنون لطیفہ کے میدانوں میں اپنی سرپرستی کے ذریعہ گپتا دورِ حکومت کا نام اور زیادہ روشن کیا۔ کہا جاتا ہے کہ شہرۂ آفاق شاعر کالی داس بھی چندرا گپتا کے دربار سے منسلک[1] تھا۔ گجرات اور کاٹھیاواڑ کے فتح ہونے کے بعد چندرا گپتا ثانی نے اِن علاقوں میں سونے کے سکّوں کے علاوہ چاندی کے سِکّے بھی مضروب کروائے کیونکہ وہاں کے عوام تین صدیوں سے چاندی کے سکّوں ہی میں کاروبار انجام دینے کے عادی تھے۔ چندرا گپتا ثانی کے سِکّے اپنی خوبصورتی اور نزاکت کے لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل ہیں اور ان پر سنسکرت زبان کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔

چندرا گپتا ثانی کے بعد کمارا گپتا (۴۱۴ء تا ۴۵۵ء) تخت نشین ہوا۔ اِس حکمران کا طویل عہدِ حکومت امن و سکون اور صلح و آشتی کا دور تھا۔ اس نے فوجی پیشقدمیوں سے احتراز کیا اور اور اپنے آبا و اجداد سے ورثے میں پائی ہوئی سلطنت پر قانع رہ کر فلاحی امور کی انجام دہی میں اپنی عمر گزار دی۔ کمارا گپتا کے سِکّوں پر بھی سنسکرت زبان کے اشعار ملتے ہیں۔

کمارا گپتا کا جانشین اسکندا گپتا ہوا۔ اس نے بھی اپنے عہد (۴۵۶ء تا ۴۶۸ء) میں فوجی اقدامات نہیں کئے البتہ کمارا گپتا کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے شمال مغربی علاقوں میں ہنوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو کامیابی کے ساتھ روکا اور انھیں وسطی اور مغربی پنجاب میں دریائے ستلج کے کناروں سے آگے بڑھنے نہ دیا۔ کمارا گپتا کا یہ کارنامہ غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا کیوں کہ اس وقت تک ہنوں نے اپنی طاقت کے نقطۂ عروج پر پہونچ کر ایشیا اور یوروپ کی متعدد سلطنتوں کو روند ڈالا تھا اور اب دوآبۂ گنگ و جمن میں داخل ہونے کے لیے پَر تول رہے تھے۔ ایسے میں جمنا کے کناروں سے ہنوں کو ستلج پار تک پسپا کر دینا

---

[1] دی ونڈر دٹ واز انڈیا مصنفہ اے۔ ایل۔ باشم شایع کردہ روپا اینڈ کمپنی نئی دہلی ۱۹۸۷ء صفحہ ۶۶۔

Marfat.com

اسکندا گپتا کی جرأت و ہمت کا ایک عظیم مظاہرہ تھا اور اس شاندار کامیابی پر گپتا سلطنت کے کونے کونے میں بجا طور پر اس کی تعریف و توصیف کے گیت گائے جانے لگے۔

اسکندا گپتا نے بھی اپنے سکّوں پر اشعار درج کروائے تھے۔ لیکن اس کے جانشینوں کے سکّوں پر اشعار کا اندراج نہیں پایا جاتا۔ دراصل اسکندا گپتا کے بعد اس خاندان کی تاریخ غیر واضح روایات اور ناکافی مواد کے اندھیرے میں گم سی ہوگئی ہے۔ ارکان خاندان کی آپسی رقابتوں اور سیاسی توڑ جوڑ نے مملکت کے استحکام کو پارہ پارہ کر دیا تھا اور پھر چند کمزور حکمرانوں کی طوائف الملوکی کے بعد گپتا خاندان کے اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل ہوگیا۔ ان آخری حکمرانوں کے جو سکّے دستیاب ہوئے ہیں، ان پر اشعار نہیں پائے گئے۔

گپتا خاندان کے سنہرے دَور میں جہاں ہم سکّوں پر اشعار کے اندراج جیسے عہد آفریں اقدام سے روشناس ہوتے ہیں، وہیں ہمیں ان حکمرانوں کے سکّوں پر بعض ایسی دلچسپ جزئیات بھی نظر آتی ہیں جن کا تعلق اس عہد کی معاشرتی اور ثقافتی زندگی سے بھی ہے۔ مثال کے طور پر ان کے سکّوں پر تاج و تخت، زیورات، مردانہ اور زنانہ ملبوسات، فرنیچر نیز آلاتِ شکار کے مختلف اوضاع و اقطاع کی تصویریں پائی جاتی ہیں جن کی مثال کہیں اور مشکل ہی سے ملے گی۔

گپتا خاندان کے حکمرانوں کے سکّوں پر جو اشعار پائے گئے ہیں اُنھیں شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے۔
اس موقع پر یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سنسکرت زبان کے محولہ بالا اشعار کے اردو ورژن کے لیے میں پروفیسر ایم گوپال ریڈی صاحب صدر شعبہ سنسکرت عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد آندھرا پردیش کا رہینِ منت ہوں جنھوں نے از راہ کرم ان تمام اشعار کو اردو کا جامہ پہنا کر میری مشکل آسان کر دی۔

Marfat.com

سِکّوں پر عربی زبان کے اشعار

سِکّوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی اہم پیش رفت کی تفصیل بیان کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان و ادب کی تاریخ پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ عربوں میں ادبی مذاق خصوصاً شاعری اور خطابت کا سراغ زمانۂ قدیم سے ملتا ہے۔ سامی الاصل زبانوں میں عربی زبان ایک اہم مقام کی حامل ہے۔ اِن سامی زبانوں میں نبطی، یمن کے قبیلے سبا کی زبان تھی اور حمیری قبیلے حمیر کی۔ اِن باتوں کا ثبوت ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے اِن علاقوں میں کھدائی کے دوران دستیاب شدہ کتبات سے فراہم کیا ہے۔ آخری دَور میں عربی حجاز کے قبیلے قریش کی ترقی یافتہ زبان رہی ہے۔[1]

طلوعِ اسلام سے قبل عربی زبان میں شاعری اپنے اوجِ کمال پر پہونچ چکی تھی۔ عربوں کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں اپنے حافظے پر بڑا ناز تھا اور نسلاً بعد نسلٍ شاعری کے نادر نمونے قومی افسانے اور خطابت کے شاہکار سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ عہدِ اسلام میں علمائے بصرہ اور کوفہ نے ان نوادرات کو مرتب کیا اور اس طرح یہ ذخیرہ دستِ بُردِ زمانہ کے ہاتھوں تلف ہونے سے بچ گیا۔

زمانہ قبل اسلام کے، جس کو عام طور پر دور جاہلیت کہا جاتا ہے، مشاہیر شعرا میں امرا القیس زہیر، طرفہ، لبید، عمرو بن کلثوم، عنترہ، نابغہ اور عبید بن الابرص وغیرہ کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔[2]

اسلامی دور کے ممتاز شعرار کی فہرست بھی کافی طویل ہے لیکن یہاں صرف چند ناموں کے ذکر پر

---

[1] البرامکہ مصنفہ محمد عبدالرزاق کانپوری شایع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۱۲

[2] تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد صفحات ۲۸ تا ۳۱۔

Marfat.com

اکتفا کیا جاتا ہے جن میں جریر، حسان بن ثابت، فرزدق، الطرماح اور اخطل زیادہ شہرت کے حامل تھے۔[1]

اسلام نے دیگر زبانوں کے حصول میں بھی کوئی تعصّب نہیں برتا اور بڑی فراخدلی کے ساتھ ایسے علوم و فنون کی تحصیل کی اجازت دے دی جو خلاف مذہب نہ تھے۔ عہدِ رسالت میں زید بن ثابت کو عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بعض صحابہ نے فارسی زبان بھی سیکھی تھی۔ خلافتِ راشدہ کے دَور میں جو فتوحات اور استحکامِ نظم و نسق کا زمانہ تھا، ملکی انتظام کے لیے اشاعتِ تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔ عہدِ فاروقی میں جب عمرو ابن العاص نے مصر فتح کیا تو انھوں نے مشہور عیسائی فلسفی جان کو جس کا ذکر عربی تواریخ میں یحییٰ کے نام سے کیا جاتا ہے۔ دربار میں باریاب کیا۔ اِسی زمانے میں عربوں نے حکمائے یونان کے خیالات سے واقفیت حاصل کی۔

بنی اُمیّہ کے دَور میں شام مرکزِ حکومت رہا۔ وہاں یہودی اور عیسائی علماء کا زور تھا اور عرب امراء ان سے مذاکراتِ علمیّہ کے دوران ان کے فلسفیانہ افکار سے آشنا ہوتے گئے۔ انہیں حکماء کو دفترِ انشا میں ممتاز عہدوں پر مامور کیا گیا تھا اور شفاخانوں کی نگرانی بھی انہیں کے سپرد کی گئی تھی۔

جہاں تک مسکوکات کا تعلق ہے، یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ طلوعِ اسلام تک عربوں کی کوئی منظم حکومت قائم نہیں ہوئی تھی، اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد عربوں میں اجتماعیت اور مرکزیت کا تصوّر پیدا ہوا۔ اس سے قبل عرب کی معاشرت قبیلہ واری نظام پر مشتمل تھی۔ ان کا اپنا کوئی الگ سکّہ نہ تھا۔ کاروبارِ تجارت میں یا تو تبادلۂ اجناس سے کام لیا جاتا تھا یا ایران اور روم کے درہم و دینار استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ مروان کے بیٹے عبدالملک کے عہد تک جاری رہا۔ عبدالملک کے علم میں جب یہ بات لائی گئی کہ روم کے سکّوں پر عیسائی عقیدے کے مطابق اقانیم ثلاثہ (باپ، بیٹا، روح القدس) کا ٹھپّہ ہوتا ہے تو اُسے بڑی تشویش ہوتی ہے کہ یہ امر اسلامی عقاید کے سراسر مغائر تھا۔ عبدالملک نے قیصرِ روم کو اپنے تردّد سے مطلع کیا۔ قیصرِ روم نے جواب دیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ

---

[1] تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدرآباد دکن صفحات ۴۸ تا ۵۵

[2] البرامکہ مصنفہ محمد عبدالرزاق کانپوری شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء

Marfat.com

ہمارے ایسے سکّے اسلامی علاقوں میں پیغمبر اسلام نیز خلفائے اربعہ کے زمانے سے زیرِ دوراں رہے ہیں اور ان اصحاب نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عبدالملک قیصرِ روم کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ پھر اس نے امرائے دربار کے مشورے سے امام محمد باقر سے رجوع کیا۔ حضرت نے عبدالملک کو ہدایت کی کہ ایک نیا اسلامی سکّہ رائج کیا جائے جس پر کلمہ طیبہ، مقامِ ضرب اور سنہ تسکیک کا اندراج ہو۔ اس طرح ایک نئے اسلامی سکّے کا آغاز ہوا[1]۔ آہستہ آہستہ اسلامی سکّوں کی ساخت اور وضع و قطع میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔ اور درہموں اور دیناروں پر کلمہ شہادت اور سورہ اخلاص بھی درج کیے جانے لگے۔

بنی امیّہ کے زوال کے بعد بنی عباس نے عنانِ اقتدار سنبھالی اور مرکز حکومت دمشق سے بغداد منتقل ہوگیا۔ مختلف علوم و فنون کی خاص خاص کتابوں کے ترجمے کا کام تو پہلے ہی سے شروع ہوگیا تھا لیکن بنی عباس کے دور میں اس کام میں وسعت، باقاعدگی اور سُرعت پیدا ہوئی بغداد میں ایک دارالحکمہ قایم کیا گیا جس میں اقطاعِ عالم کے علماء و حکماء اپنی اپنی زبانوں کے شاہکاروں کے ترجمے کے کام میں مصروف ہوگئے۔ اسی زمانے میں عرب، ہندوستان کے علم و حکمت سے بھی روشناس ہوئے۔ تہذیبی اور ثقافتی میدان میں اس اہم پیش رفت کا سہرا برمکی خاندان کے سر ہے۔ برمکی خاندان کی زاد بوم کے تعلق سے مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ وہ ایرانی النسل تھے اور کوئی انہیں ہندی الاصل بتاتا ہے بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ وہ بلخ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے مورثِ اعلیٰ نے نامساعد حالات کی بنا پر کشمیر میں پناہ لی تھی جہاں سے ان کا خاندان ایران آگیا تھا لیکن سید سلیمان ندوی اس بات پر مُصر ہیں کہ برمکی خاندان کا تعلق ہندوستان ہی سے تھا[2]۔ یہی وجہ تھی کہ اس خاندان کے ارکان اسلام قبول کرنے کے بعد جب خلفائے عباسیہ کے دربار میں اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے تو ان کی دلچسپیاں ہندوستان سے نہ صرف برقرار رہیں بلکہ انھوں نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر تہذیبی داد و ستد کے ایک خوشگوار سلسلے کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں ہندوستان کے وید اور پنڈت بغداد جانے لگے اور عرب علماء و حکماء ہندوستان آنے لگے۔

بنی عباس کے دربار میں علماء و حکماء کی پذیرائی کے ساتھ ساتھ شعراء کو بھی ایک خاص

---

[1] گنج شایگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحات ۷ تا ۱۱

[2] عرب و ہند کے تعلقات مصنفہ سید سلیمان ندوی مطبع معارف اعظم گڑھ طبع جدید ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۱۴۔

Marfat.com

مقام حاصل تھا اور وہ اپنی تخلیقات پیش کر کے گراں قدر انعام و اکرام سے نوازے جاتے تھے۔ عباسی دور کے ان شعراء میں بشار بن برد، ابو نواس، ابو العتاہیۃ، مسلم بن الولید المعروف بہ صریع الغوانی اور ابو تمام قبولیت عام کا امتیاز حاصل کر چکے تھے[۱]۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ برمکی خاندان کے ایک گوہر نایاب جعفر بن یحییٰ برمکی نے جو خود ایک بہت اچھا شاعر تھا ہندوستان سے آئے ہوئے اہل فکر و دانش سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ ہندوستان کے گپتا راجاؤں کے سکوں پر چوتھی صدی عیسوی سے ہی سنسکرت زبان کے اشعار کے اندراج کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہارون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) کے دربار میں جعفر برمکی کے جاہ و منزلت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی جا رہی تھی چنانچہ ۷۹۲ء میں اس کو صوبۂ مغرب (افریقہ) کا والی مقرر کرنے کے بعد بھی خلیفہ نے اس کو اپنی مصاحبت سے دور کرنا نہ چاہا بلکہ جعفر برمکی کے قایم مقام کی حیثیت سے ایک دوسرے شخص کو افریقہ بھیج دیا۔ اسی زمانے میں برید (ڈاک) اور دار الضرب (ٹکسال) کے محکمے بھی جعفر برمکی کے سپرد کر دیے گئے۔

ہارون الرشید کے عہد تک اسلامی دراہم و دنانیر کی تسکیک میں کافی حسن پیدا ہو گیا تھا لیکن ابھی تک کسی کو یہ خیال نہ آیا تھا کہ سکوں پر اشعار بھی درج کیے جا سکتے ہیں۔ یہ امتیاز جعفر برمکی کی قسمت میں تھا چنانچہ اس نے ہندی علماء و حکماء کے ساتھ اپنے ربط و ضبط کے ذہنی پس منظر میں خلافت عباسیہ کے مسکوکات کو ایک عہد آفریں جہت سے روشناس کرایا۔ ہندوستان کے سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار کے اندراج کے تتبع میں عباسی سکوں پر عربی اشعار درج کروانے کے ساتھ ساتھ جعفر برمکی نے عربوں کی بلند حوصلگی اور ان کے حیرت انگیز تمول کے پیش نظر دیناروں کو ان کے رائج الوقت عام وزن اور سائز کے علاوہ سو سو دیناروں اور اسی کی مناسبت سے غیر معمولی سائز میں مضروب کروایا[۲]۔

متذکرہ صدر عظیم دیناروں پر جعفر برمکی کے حکم سے ان کے ہر ایک جانب ایک ایک شعر درج کروایا گیا تھا۔ اخبار الخلفاء کا مصنف حارث بن ابی اسامہ راوی ہے کہ اس نے بچشم خود[۳] ایسے

---

[۱] تاریخ ادبیات عربی مولفہ ڈاکٹر سید ابوالفضل مطبوعہ مکتبہ فیض العلوم حیدر آباد دکن صفحات ۷۰ تا ۷۳

[۲] الذخائر والتحف مصنفہ قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی مطبوعہ کویت ۱۹۵۹ء صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۵

[۳] کتاب الوزراء والکتاب مولفہ ابو عبد اللہ محمد ابن عبدوس الجہشیاری۔ قلمی۔ کتب خانہ اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن۔ ورق ۱۵۱ الف۔

Marfat.com

چار ہزار دینار جعفر برمکی کے مکان میں دیکھے تھے۔ یہ بھی قدرت کی ستم ظریفی تھی کہ یا تو جعفر برمکی کا آفتابِ اقبال اپنی پوری تابانی کے ساتھ مملکت عباسیہ میں درخشاں تھا یا یکایک اُس کو گہن لگ گیا اور وہ ہارون رشید کا معتوب ہوکر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ جہاں تک موضوع کتاب کا تعلق ہے اس عظیم سانحہ سے مملکت عبّاسیہ کے سکوں پر عربی اشعار کے اندراج کی روایت کو شدید دھکا پہونچا۔ جعفر برمکی کی موت کے بعد تا حال دستیاب شدہ مواد کی روشنی میں ہمیں پھر کسی عباسی سکّے پر اشعار نہیں ملتے اور یہ روایت بہ مصداق

ع خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

خود بہ خود ختم ہوگئی۔

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عباسی مملکت کا مرکز بغداد کمزور پڑتا گیا اور دور دراز کے صوبوں کے حکمراں اپنے اپنے زیر اقتدار علاقوں میں علم بغاوت بلند کرنے لگے۔ اور آہستہ آہستہ اپنی با اختیار سلطنتیں قائم کرلیں لیکن بہرحال اُنھوں نے مرکز خلافت سے کلیتہً انقطاع اختیار نہیں کیا بلکہ رسماً ہی سہی اپنے علیحدہ اجرا کردہ درہموں اور دیناروں پر اپنے نام کے ساتھ خلیفۂ وقت کا بھی نام درج کرتے رہے اور خطبات میں بھی اس کے نام کو شامل رکھا۔ ایسی ہی نوزائیدہ سلطنتوں میں سے ایک سلطنت افریقہ میں بحیرۂ روم کے جنوبی سواحل پر قائم ہوئی۔ یہ وہ علاقہ تھا جو آجکل تیونس کہلاتا ہے۔ اس سلطنت کا بانی ابراہیم بن الاغلب (۸۰۰ء تا ۸۱۱ء) تھا۔ وہ اور اس کے جانشین نہایت اولوالعزم اور بڑے روشن خیال تھے۔ انھوں نے اپنی بری و بحری قوتوں کو کافی ترقی دی۔ بحیرۂ روم میں ان کے بیڑے دُور دُور تک چھاپے مارتے تھے۔ ایطالیہ، فرانس، کورسیکا، سارڈینیا کے سواحل اُن کے حملوں سے بچ نہ سکے۔ انھوں نے صقلیہ (سِسلی) اور مالٹا کو فتح کرلیا تھا۔

اس اغلبی خاندان کی حکومت کم و بیش سو سال تک قائم رہی اور پھر آپسی رقابتوں اور آنے والے حکمرانوں کی نااہلی اور فاطمیینِ مصر کے حملے کے بعد ۹۰۹ء میں اس کا چراغ گل ہوگیا۔ اس خاندان کا آخری حکمران زیادۃ اللہ ثالث (۹۰۳ء تا ۹۰۹ء) تھا اس زمانے میں جب فاطمیینِ مصر کے خاندان کے بانی المہدی ابو محمد عبیداللہ نے اغلبی حکومت پر حملہ کیا تو زیادۃ اللہ نے تابِ مقاومت نہ پاکر

Marfat.com

بغداد کے خلیفہ المکتفی باللہ کے پاس استمداد کے لئے اپنے قاصد بھیجے۔ ان قاصدوں کے ساتھ زیادۃ اللہ نے خلیفہ کی خدمت میں منجملہ دیگر بیش بہا تحائف کے ایسے ایک لاکھ دینار بھی تھے جن میں سے ہر ایک دینار کا وزن دس دینار کے مساوی تھا اور جن پر عربی زبان کے اشعار درج تھے[1]۔ اغلبی خاندان کے آخری حکمران زیادۃ اللہ ثالث کے متذکرہ صدر تحائف کے بغداد پہنچتے پہنچتے قاہرہ کی فاطمی افواج نے اغلبی خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ کر اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا

اغلبی خاندان کے ان عظیم دیناروں کے بعد ایک اور عظیم الشان مثال بُویہی خاندان کے حکمران فخر الدولہ ابو الحسن علی (۹۷۶ء تا ۹۹۷ء) کے دور میں نظر آتی ہے۔ جس کی حکومت رے ہمدان، اور اصفہان کے علاقوں پر تھی۔ مشہور مورخ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ بُویہی خاندان کے ایک نہایت با اختیار وزیر، صاحب ابن عباد نے یکم محرم ۳۷۸ھ م ۹۸۸ء کو ایک عظیم الشان دینار جو ایک ہزار دیناروں کے مساوی تھا اور جس کا وزن ایک ہزار مثقال تھا[2] فخر الدولہ کے حضور بطور نذر پیش کیا۔

سکوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی آخری مثال ایران کے صفوی خاندان کے بانی اسمٰعیل اول (۱۵۰۲ء تا ۱۵۲۴ء) کے سکوں میں ملتی ہے جن پر مشہور دعائے نادِ علی درج تھی. مگر یہ سکے عام سائز اور وزن ہی کے تھے.

---

[1] الذیل مصنفہ ابو محمد فرغانی

[2] ابن الاثیر۔ کامل۔ جلد نہم صفحہ ۴۱

Marfat.com

سکّوں پر فارسی زبان کے اشعار کا پس منظر

پچھلے ابواب میں سکّوں پر سنسکرت اور عربی زبانوں کے اشعار کے اندراج کی تفصیلات بیان کی جاچکی ہیں۔ اب سکّوں پر فارسی زبان کے اشعار کے اندراج کے پس منظر کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک نیز یوروپ کے بھی کچھ حصے اقتدار اسلامی کے زیرنگیں آتے گئے لیکن مرکز اقتدار ابتداءً دمشق اور پھر بغداد ہی میں رہا۔ اس طرح اس سارے علاقے پر عربی زبان' ادب' تہذیب اور ثقافت کی چھاپ نمایاں رہی عرب حکمرانوں نے یونانی' رومی اور ہندی فلاسفہ کی تخلیقات کے عربی تراجم کے ذریعہ ان افکار تک رسائی کے لیے تمام دروازے عامۃ الناس کی خاطر پہلے ہی کھول دیئے تھے۔ مملکت اسلامی کی روزافزوں وسعت سے خود عرب مختلف ملکوں اور قومیتوں کے تہذیبی سرمائے سے روشناس ہوتے جارہے تھے اور نتیجتاً اندر ہی اندر ایک ایسی ثقافت پرورش پاتی رہی جو عربی اور عجمی تہذیبوں کا ایک خوشگوار امتزاج تھی۔ عربوں کی رواداری اور حسن سلوک سے مختلف علاقائی عناصر میں خود اعتمادی اور آزادیٔ رائے جیسے صحتمند رجحانات پروان چڑھنے لگے۔

عرب حکمرانوں کے اس مثبت ذہنی رویئے کے نتیجے کے طور پر جہاں اسلامی یکجہتی کا ایک مخصوص رنگ نمایاں ہو رہا تھا وہیں اس کے بعض منفی اثرات بھی نمودار ہونے لگے' مختلف قومیتیں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں' اب اپنی ماقبل اسلام تاریخ' تہذیب' ثقافت اور ادب پر نظر ڈالنے لگیں۔ اِدھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عرب مرکز اقتدار میں کمزوری پیدا ہوتی جارہی تھی تو اُدھر قلمروئے اسلامی کے دُور دراز علاقوں میں مرکز گریز تصورات جنم لے رہے تھے' چنانچہ دوسری صدی ہجری کے وسط سے پہلے ہی مغرب میں اسپین کی آزاد مسلم ریاست

Marfat.com

قائم ہو چکی تھی۔ پھر مراقش میں ادریسیوں نے اپنی الگ حکومت کی بناڈالی جن کا جانشین تیونس کا اغلبی خاندان ہوا۔ مصر میں تیسری صدی ہجری کے اواخر میں فاطمین نے اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا ادھر مشرق میں کردستان میں ذلفی، آذربائیجان میں ساجی، طبرستان میں علوی، خراسان میں طاہری، ایران میں صفاری، ماوراالنہر میں سامانی اور ترکستان میں ایلک خانی حکومتیں قائم ہوتی گئیں۔ سامانیوں کے بعد اُن کے غلاموں نے غزنوی خاندان کی بناڈالی اور افغانستان نیز پنجاب کے بعض علاقوں تک اپنی سلطنت کو وسعت دیدی۔

خلافت عباسیہ کے انقراض و انتشار کے جس دور میں متذکرہ بالا چھوٹی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں اُن سبھوں نے مرکزِ خلافت سے برائے نام ہی سہی یہ رشتہ قائم رکھا کہ اپنے اپنے سکّوں پر خلیفۂ وقت کے نام کا اندراج بھی جاری رہنے دیا اور خطبہ میں بھی برابر اس کا نام لیتے رہے۔ ان کا یہ عمل اس مصلحت پر مبنی تھا کہ اپنے اپنے حدود مملکت میں بسنے والے لاکھوں مسلم عوام میں ایک احساس اطمینان قائم رکھیں جن کی عقیدتیں جذباتی طور پر ادارۂ خلافت سے وابستہ تھیں۔ اسی مصلحت اندیشی کی ایک عجیب و غریب مثال ہمیں چنگیز خاں (۱۲۰۶ء تا ۱۲۲۷ء) کے سکوں میں ملتی ہے۔ چنگیز خاں نے اپنی فتوحات کے دوران جن اسلامی علاقوں پر قبضہ کیا تھا وہاں اس نے اپنے ایسے سکّے رائج کروائے تھے جن پر ایک جانب اس کا نام اور دوسری جانب عباسی خلیفہ وقت الناصر کا نام درج تھا۔ علاوہ ازیں ہلاکو خاں نے جو چنگیز خاں کا پوتا تھا اور جس کے ہاتھوں خلافت عباسیہ کا چراغ گل ہو گیا، عباسیوں کے دارالخلافہ بغداد کو فتح کرنے کے بعد جو سکّے جاری کئے ان پر آخری عباسی خلیفہ المستعصم کے نام کا اندراج جاری رکھا۔ مخفی مباد کہ یہ دونوں منگول حکمران مسلمان نہ تھے، انہوں نے مسکوکات پر اس احتیاط کو اس لئے ملحوظ رکھا کہ ان کی فتوحات سے جو زخم مسلم رعایا کے دلوں پر لگے تھے ان کا کچھ نہ کچھ مداوا ہو جائے۔

سطور بالا میں جن متفرق ریاستوں کے قیام کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا تعلق خلافت عباسیہ کی کمزوری اور عجمیوں کی سیاسی بیداری سے تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ عجم میں ایک ادبی نشاۃ ثانیہ کی تحریک بھی زور پکڑ رہی تھی جس کا ظہور فارسی اور ترکی زبان و ادب کی نشر و اشاعت کی کوششوں سے ہوا، فتوحات اسلامی کے بعد ویسے تو عجمیوں نے عربی رسم الخط اختیار کر لیا تھا لیکن

Marfat.com

اندر ہی اندر ان کے دلوں میں اپنی قدیم زبانوں کے احیا کی آرزو انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ فارسی زبان میں ادب و شعر نے کافی ترقی حاصل کی اور قبول عام پایا۔ بعض مذہبی اور اخلاقی کتابیں بھی فارسی میں لکھی گئیں۔ گیارھویں صدی عیسوی یا پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں تو یہ دبی چنگاریاں شعلہ بن کر بھڑکنے لگیں۔ چنانچہ عربوں سے عناد اور نفرت کے اظہار کی شدید ترین مثال کے طور پر فردوسی کے مندرجہ ذیل دو شعر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اس دور میں جب کہ عربی شعر و ادب اپنی آن بان کھوتا جا رہا تھا، افق عجم پر عمر خیام، خاقانی، انوری، سعدی اور رومی جیسے درخشاں ستارے طلوع ہو رہے تھے لیکن مقام حیرت ہے کہ اس عہد میں بھی کسی حکمران کو اس بات کا خیال نہ آیا کہ سکوں پر فارسی اشعار درج کروائے

اُدھر مشرق میں محمود غزنوی کے حملوں کے بعد اسلامی اثر و نفوذ پھیلتا جا رہا تھا اور بالآخر شہاب الدین محمد غوری کی فتوحات کے نتیجے میں دہلی میں خاندان غلاماں کی ایک مستحکم اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں آگیا، ان فاتحین کی زبانیں ترکی اور فارسی تھیں۔ علاوہ ازیں مذہبی پیشواؤں اور اولیاء اللہ کی ہندوستان میں آمد سے اُن کا ایک مخصوص مگر وسیع حلقہ اثر بھی پیدا ہوتا گیا، فارسی شعر و ادب کے میدان میں بھی مسعود سعد سلمان اور امیر خسرو جیسی قد آور شخصیتیں نمودار ہو چکی تھیں امیر خسرو نے تو دہلی کے دربار میں اپنے اعلیٰ مناصب پر فائز رہتے ہوئے کم و بیش سات بادشاہوں کا زمانہ پایا، مگر اس دور میں بھی نہ تو کسی حکمران کو یہ خیال آیا کہ سکوں پر فارسی شعر درج کروائے اور نہ ہی کسی بارسوخ شاعر نے اس طرف حکمرانوں کی توجہ مبذول کروائی۔ ان تمام بادشاہوں کے سکوں پر عربی زبان ہی میں اُن کے نام، القاب، مقام ضرب اور سنہ تسکیک کا اندراج ہوا کرتا تھا تاآنکہ محمد تغلق کا دور آگیا۔

محمد تغلق (۱۳۵۱ء تا ۱۲۸۸ء) نے اپنی فتوحات کے ذریعہ سلطنت دہلی کو کافی

Marfat.com

وسعت دی۔ اس نے دکن کے بہت بڑے علاقہ کو فتح کر لیا۔ اس بادشاہ کے سکوں پر بھی، عموماً عربی عبارات کا اندراج پایا جاتا ہے، لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس کے بعض سکوں پر فارسی عبارتیں بھی نظر آتی ہیں۔ اسلامی مسکوکات کی تاریخ میں یہ ایک خوش آیند اقدام تھا جس نے آگے چل کر سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی راہیں کھول دیں۔ محمد تغلق کے ان موخرالذکر سکوں پر فارسی زبان کی جو عبارتیں ملتی ہیں وہ نثری جملے ہیں۔ محمد تغلق کی جدت طرازیوں کے کئی واقعات مشہور ہیں جن میں سے پائے تخت سلطنت کی دہلی سے دولت آباد کو منتقلی سرفہرست ہے۔ محمد تغلق کے بارے میں یہ بھی مشہور رہے کہ اس نے چرمی سکے بھی رائج کئے تھے لیکن اب تک اس کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا محمد تغلق خود ایک بلند پایہ شاعر تھا جس کے بعض شعر سید محمد ہاشمی فرید آبادی نے اپنی تاریخ ہند میں نقل کئے ہیں مگر حیرت ہے کہ ایسی جدت طراز طبیعت رکھنے کے باوجود اسے یہ خیال نہ آیا کہ سکوں پر فارسی شعر درج کروائے۔

بہرحال یہ وہ پس منظر ہے جس میں فارسی ادب و شعر دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصے میں اپنی اہمیت منواتا جا رہا تھا اور وہ فضا تیار ہو رہی تھی جس میں فارسی شعر نے دنیائے مسکوکات کی رونق دوبالا کر دی۔

Marfat.com

سلاطینِ گجرات کے سکّوں پر فارسی اشعار

سلاطینِ گجرات کے مورث اعلیٰ تاتار خاں نے جو فیروز شاہ تغلق کی طرف سے گجرات کا صوبہ دار تھا سنہ ۱۴۰۳ء م سنہ ۸۰۶ھ میں علم بغاوت بلند کر کے اعلان خود مختاری کر دیا۔

سکّوں پر فارسی شعر کے اندراج کا فخر سب سے پہلے سلاطینِ گجرات کے ایک فرد محمد شاہ ثانی کو حاصل ہوا۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کی تاریخ کا بھی ایک مختصر جایزہ لیا جائے تاکہ وہ پس منظر سامنے آجائے جس میں اس حیرت انگیز روایت نے جنم لیا سلطنتِ گجرات کے بانی تاتار خاں کے آباو اجداد ہندو راجپوت تھے بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان فیروز تغلق ایام شاہزادگی میں راجپوتانے کے علاقہ میں شکار کھیلنے آیا تھا۔ اسی دوران کسی مقام پر اُسے دو نوجوان راجپوت بھائی نظر آئے جن کی صورت و سیرت سے متاثر ہو کر فیروز تغلق انہیں اپنے ساتھ دہلی لے گیا۔ ان دو بھائیوں میں جوہر قابل تو تھا ہی بادشاہ کی قربت اور شاہی محل میں پرورش اور تربیت سے اُن کی شائستگی میں اور نکھار پیدا ہوا۔ فیروز تغلق کے حسن سلوک کے زیر اثر ان دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور بلند سے بلند تر مناصب پر فائز ہوتے جا رہے تھے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی جس کا راجپوتی نام سہارن تھا وجیہہ الملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ وجیہہ الملک کا بیٹا تاتار خاں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس نے محمد شاہ کے لقب سے سلطنت گجرات کی بنا ڈالی ہے[1]

نفسِ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ مطالعہ باعث دلچسپی ہے کہ تاتار خاں

---

[1] مسلم مانیومنٹس آف احمد آباد مولفہ ایم۔ اے۔ چغتائی مطبوعہ پونا ۱۹۴۹ء صفحہ ۲۷۔

Marfat.com

کے آباؤ اجداد ہندو راجپوت تھے اور حسنِ اتفاق سے تاتار خاں کو راجپوتانے سے متصل علاقہ گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا۔ راجپوتانہ اور گجرات ایسے علاقے ہیں جو کسی زمانہ میں عظیم گپتا مملکت میں شامل تھے اور گپتا راجاؤں کو ہی یہ امتیاز حاصل ہو چکا تھا کہ انہوں نے دنیائے مسکوکات میں سب سے پہلے اپنے سکوں پر سنسکرت زبان کے اشعار درج کروائے تھے۔ گپتا مملکت اپنی وسعت دولت اور ثروت کی فراوانی نیز بیرونی ممالک سے تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے مشرق سے مغرب تک شہرت پا چکی تھی۔ گپتا راجاؤں کے خزانے زر و جواہر سے معمور تھے اسی لئے وہ اپنے سونے کے سکے جن پر اشعار بھی درج ہوا کرتے تھے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مضروب کرواتے رہے۔ چنانچہ آج تک دفینوں کی صورت میں اُن کے بے شمار سکے برآمد ہوتے رہتے ہیں۔ اِن دفینوں میں سے کالی گھاٹ' بھر سار' جسّور' الہ آباد' ہلی' ٹانڈہ' کوٹوا بستی حاجی پور اور بیانہ کے دفینے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بیانہ کا آخرالذکر دفینہ تو اپنی نظیر آپ ہے کیونکہ اس دفینہ میں صرف گپتا راجاؤں کے دو ہزار سے زیادہ سونے کے سکے دستیاب ہوئے۔ اس دفینے کی دریافت ۱۷ر فروری ۱۹۴۶ء کو بمقام ناگلہ چھیلہ تعلقہ بیانہ سابق ریاست بھرت پور میں عمل میں آئی۔ ماضی قریب میں بھی دفینوں کی اس بہ کثرت دریافت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ گپتا مملکت کے خاتمے کے بعد اس ڈیڑھ ہزار سال کے طویل عرصے میں ایسے کتنے ہی دفینے برآمد ہوئے ہوں گے' یہ ناممکن ہے کہ سابقہ گپتا مملکت کے حدود میں پروان چڑھنے والی نسلیں اِن سکوں اور اُن کے مندرجات سے ناآشنا رہی ہوں' بالخصوص اعلیٰ متوسط طبقے کے راجپوت گھرانوں کا ان عظیم روایتوں سے ایک ذہنی ورثے کے طور پر واقف رہنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ سلاطین گجرات اور ان کے آباؤ اجداد نے گپتا راجاؤں کے ایسے سکے بچشم خود دیکھے ہوں۔

یہ تو تھا سلاطینِ گجرات کے سکوں پر اشعار کے اندراج کے ایک اندرونی محرک کا تذکرہ۔ لیکن اس نوبت پر ایک بیرونی محرک کا ذکر بھی ازحد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ پچھلے صفحات میں عرب و ہند کے صدیوں پرانے تعلقات کی مختصر تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ یہ تعلقات بالخصوص ہندوستان کے مغربی سواحل اور بلادِ عرب کے درمیان بہت زیادہ گہرے تھے۔ گجرات میں مسلمان حکمرانوں کے آزادانہ اقتدار کے قیام کے بعد تو ان میں اور زیادہ ہم آہنگی پیدا ہو چکی تھی۔ ایران اور

Marfat.com

بلادِ عرب کے دانشور، علما، حکما، اور فضلا بڑی تعداد میں ہندوستان آرہے تھے۔ ظاہر ہے اُن کے تہذیبی ورثے کے نوادرات اور بیش بہا نمونے اُن کے زادِ سفر میں ضرور شامل رہے ہوں گے جن میں عربی فارسی اور ترکی ادب پاروں کی تعداد نمایاں مقام رکھتی ہوگی۔ اس دور تک عربی زبان کی بعض مستند تواریخ مثلاً ابو عبداللہ محمد بن عبدوس الجھشیاری کی کتاب الوزراء والکتاب اور ابن الاثیر کی الکامل فی التاریخ اسلامی ممالک میں عام ہو چکی تھیں۔ ان کتابوں میں عباسی، اغلبی اور بویہی حکمرانوں کے دنیاروں پر مندرجہ اشعار کی تفصیلات مذکور ہیں۔ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کے دارالسلطنت اِن کتابوں سے معمور تھے جیسا کہ سلاطینِ دہلی، سلاطینِ گجرات، سلاطینِ بہمنی وغیرہ کی علمی وادبی سرپرستیوں کے تذکروں سے مبرہن ہوتا ہے۔ اس طرح سلاطینِ گجرات کا دنیائے مسکوکات میں سکوں پر عربی زبان کے اشعار کے اندراج کی روایت کے آغاز سے بخوبی واقف رہنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا گجرات کے حکمرانوں نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی جس حسین روایت کی بنا ڈالی اس کے ایک اور محرک کے طور پر عربی اثرات کو قبول کرنے میں ہم حق بجانب ہوں گے۔

سلاطینِ گجرات میں سے ابتدائی دو بادشاہوں محمد شاہ اور مظفر شاہ کا دورِ حکومت آپسی سازشوں کی نذر ہو گیا۔ تیسرے بادشاہ احمد شاہ (سنہ ۱۴۱۰ء تا ۱۴۴۲ء م سنہ ۸۱۳ھ تا سنہ ۸۴۲ھ) کا عہدِ حکومت کافی طویل رہا اور اسی کے زمانے میں سلطنت گجرات کے حدود میں وسعت پیدا ہوئی اور دارالسلطنت احمد آباد کی بنیاد ڈالی گئی۔ مخفی مباد کہ احمد شاہ نہ صرف شعر کا ایک ستھرا مذاق رکھتا تھا بلکہ وہ خود ایک اچھا شاعر تھا۔

احمد شاہ کے بعد محمد شاہ ثانی (سنہ ۱۴۴۲ء تا سنہ ۱۴۵۱ء م سنہ ۸۴۶ھ تا سنہ ۸۵۵ھ) نے عنانِ اقتدار سنبھالی۔ اگرچہ اس بادشاہ کا زمانہ زیادہ طویل نہ رہا تاہم یہ ایک پُرسکون دور تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کو مسکوکات سے زیادہ دلچسپی رہی ہوگی، ذوقِ شعر تو اس کو اپنے باپ احمد شاہ سے ورثے میں مل ہی چکا تھا، چنانچہ اس حکمران نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج سے وہ عہد آفریں کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر دنیائے مسکوکات میں اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔

محمد شاہ ثانی نے جو فارسی شعر اپنے سکوں پر درج کروایا تھا وہ حسب ذیل ہے

Marfat.com

تابدار الضرب گردوں قرص مہر و ماہ باد
سکۂ سلطان غیاث الدین محمد شاہ باد

اسی خاندان کے ایک اور بادشاہ بہادر شاہ (۱۵۲۶ء تا ۱۵۳۶ء ۹۳۲ھ تا ۹۴۳ھ) کے سکوں پر بھی فارسی شعر پایا جاتا ہے جس کو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ھر کرا روی و رواجے ہست بر سطح زمیں
سکۂ اقبالِ شاہ ہند دارد بر جبیں

اس شعر کو کم و بیش تمام محققین نے صحیح طور پر پڑھا ہے البتہ ان کی آراء میں اس شعر کے انتساب کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ٹیلر نے نیومسمیاٹک سپلمنٹ شمارہ XXXII میں شائع شدہ اپنے آرٹیکل میں اس سکے کو شہنشاہ بابر سے منسوب کیا ہے۔ لیکن پروفیسر ہوڈی والا نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سکہ شہنشاہ بابر کا نہیں بلکہ بہادر شاہ والی گجرات کا ہے۔ پروفیسر مذکور نے نیومسمیاٹک سپلمنٹ کے شمارہ XL میں شائع شدہ اپنے آرٹیکل میں یہ استدلال پیش کیا ہے کہ ایسے سکے جن پر دارالضرب شہر مکرم محمد آباد (چمپانیر) اور تاریخ تسکیک ۹۳۴ھ تا ۹۴۰ھ کا اندراج ہے بہادر شاہ والی گجرات ہی کے ہیں اور کسی طرح بھی شہنشاہ بابر سے منسوب نہیں کئے جا سکتے کیونکہ بابر نے گجرات میں قدم ہی نہیں رکھا۔ پروفیسر ہوڈی والا کا یہ استدلال نہایت قوی ہے اور اس سے اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔

بہادر شاہ کا آخری دور بڑی افراتفری میں گذرا، شہنشاہ بابر یہ چاہتا تھا کہ بنگال، گجرات اور مالوہ کی ریاستوں کو مغلوب کر کے دکن میں داخل ہو لیکن موت نے اُسے مہلت نہ دی۔ بابر کے بعد ہمایوں اس کا جانشین ہوا اور اس نے اپنے باپ کی خواہش کے مطابق گجرات پر حملہ کیا۔ گجرات کا بادشاہ بہادر شاہ مغلوں کے حملے کی تاب نہ لاسکا اور سراسیمگی کے عالم میں مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر پرتگیزیوں نے جن کے جہاز پر اس نے پناہ لی تھی اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵۳۶ء کا ہے۔ گجرات کی سلطنت کا چراغ وہیں گل ہو چکا ہوتا مگر ہمایوں کو یہ خبر ملی کہ شیر خاں افغان بغاوت کر کے دہلی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہمایوں نے سلطنت گجرات کی بیخ کنی کا ارادہ ترک کر کے شیر خاں افغان کی سرکوبی کے لئے اپنی فوجوں کے ساتھ بہار کا رُخ کیا اور اِس طرح گجرات کی دم توڑتی ہوئی سلطنت کو سانس لینے کیلئے

Marfat.com

کچھ اور موقع مل گیا۔ لیکن بہادر شاہ کے جانشینوں کی نا اہلی اور آپسی رقابتوں کی وجہ سے اس عرصے میں حالات اور ابتر ہو گئے تا آنکہ ۱۵۷۲ء م ۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر نے اس خاندان کے آخری بادشاہ مظفر شاہ ثالث کو شکست دے کر گجرات کو سلطنت مغلیہ میں ضم کر لیا۔

گجرات کے آخری بادشاہوں میں سے کسی کو نہ اتنا وقت ملا اور نہ یہ توفیق ہوئی کہ وہ اپنے پیشرووں کی تقلید کر کے سکّوں پر اشعار کے اندراج کی حسین روایت کو تازہ رکھتے۔

●●

Marfat.com

سلاطین کشمیر کے سکّوں پر فارسی اشعار

کشمیر میں ہندوؤں کے اقتدار کے زوال کے بعد ۱۳۳۹ء میں شاہ میر نامی ایک ذی اثر سردار نے سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے اپنے خاندان کی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی جو کشمیر پر کم و بیش دو سو سال تک حکومت کرتا رہا[1]۔ اس خاندان میں سترہ بادشاہ گذرے ہیں۔ اس خاندان کے آخری حکمران حبیب شاہ کو ۱۵۶۱ء میں غازی چک نے تخت سے اُتار دیا اور خود سلطان غازی شاہ کا لقب اختیار کر کے خاندان چک کی حکومت کی داغ بیل ڈالی[2]۔ اس دوسرے خاندان میں صرف چھ بادشاہوں نے حکومت کی۔ آخری حکمران حسین شاہ نے اپنی تخت نشینی کے چار ہی دن بعد گدّی چھوڑ دی۔ بعد ازاں حسین شاہ کا پسر یعقوب شاہ دوسری بار برسرِ اقتدار آیا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں مغلوں کی مداخلت زور پکڑنے لگی۔ لیکن کشمیر کے جغرافیائی حالات نے مغلوں کو اس کی اجازت نہ دی کہ وہ وہاں اپنے قدم بہ آسانی جما سکیں۔ بہر حال مزید دو سال کی مدت کشمیر کی اندرونی سازشوں میں گذر گئی۔ یعقوب شاہ نے بہتیری کوشش کی کہ مغلوں کو کشمیر میں فاتحانہ داخلے سے باز رکھے لیکن اندرونی پھوٹ، قوّتِ فیصلہ کی کمی اور مخلص مشیروں کے فقدان نے فوج میں بڑھتی ہوئی بے دلی سے مل کر یعقوب شاہ کی کسی کوشش کو بار آور ہونے نہ دیا اور عسکری آنکھ مچولی کا یہ کھیل جس میں مغلوں نے بھی قابل لحاظ نقصانات برداشت کیے اکتوبر ۱۵۸۸ء میں اختتام کو پہونچا جب کہ یعقوب شاہ نے کشمیر میں شہنشاہ اکبر کے

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں مرتبہ محب الحسن مترجمہ علی حماد عباسی مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۹۶۷ء صفحہ ۶۲-۶۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ صفحہ ۲۳۲

Marfat.com

فاتحانہ داخلے کے موقع پر خود کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔[1]

شاہ میری اور چک خاندانوں کے ادوارِ حکومت میں شاہ میر خاندان کا ابتدائی عہد نسبتاً شاندار اور مستحکم رہا ہے۔ شاہ میری حکمرانوں کو زائد از دو صدی حکومت کرنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں اس خاندان کے دوران حکومت میں محمد تغلق کے بعد دہلی میں بھی کوئی مستحکم حکومت قائم نہ رہی تھی جس سے کسی مداخلت کا خطرہ لاحق ہوتا۔ چنانچہ اس عہد میں شاہ میری حکمرانوں نے اپنی پوری توجہ سلطنت کے استحکام، اصلاح نظم و نسق کی طرف مبذول کر دی۔ ان حکمرانوں میں سلطان زین العابدین سرفہرست ہے جس کے زمانے میں زراعت، صنعت و حرفت اور اشاعت تعلیم کے میدان میں نمایاں ترقی ہوئی۔

جہاں تک علم و ادب کی سرپرستی اور شعر و سخن کی قدر دانی کا تعلق ہے، یہ امر لائق توجہ ہے کہ شاہ میری اور چک خاندانوں کے حکمرانوں نے اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے بعض حکمران خود اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے کشمیر میں فارسی ادب و شعر کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سلطان زین العابدین ایک اچھا شاعر تھا۔ اس کا لڑکا حیدر شاہ بھی شاعر تھا۔ زین العابدین علم و ادب کا بڑا سرپرست تھا اور پڑھے لکھے آدمیوں کی صحبت پسند کرتا تھا۔ نیز ان سے بحث و مباحثہ کرنے کا مشتاق رہتا تھا۔ زین العابدین کے دربار میں مشہور مصور ملا جمیل اپنے کمال فن کا مظاہرہ کر رہا تھا اور تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے دربار میں بھی پانچ کشمیری مصور موجود تھے۔ سلاطین کشمیر نے فن خطاطی کی بھی بڑی سرپرستی کی۔ کشمیر کی بعض مساجد اور مقبروں میں دیدہ زیب خط نسخ اور نستعلیق میں فارسی اور عربی کتبے پائے گئے ہیں۔

جہاں تک تجارتی سرگرمیوں کا تعلق ہے عہد وسطیٰ میں بھی کشمیر کی معاشی زندگی میں تجارت کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اور اس سے حکومت کے مالیہ میں گراں قدر اضافہ ہوتا تھا

---

[1] کشمیر سلاطین کے عہد میں، مرتبہ محب الحسن، مترجمہ علی حماد عباسی مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۶۷ء صفحات ۲۹۳ تا ۳۰۳

Marfat.com

کشمیری مصنوعات اندرون ہندوادی کے علاوہ بنگال اور جنوبی ہند کے سواحل تبت میں لہاسہ، چین میں پیکنگ نیز ایران اور وسط ایشیا کے بازاروں میں مقبولیت حاصل کر چکی تھیں۔ خلافت عباسیہ کے دور میں بھی خاندان برامکہ کے تعلق سے کشمیر کے حوالے ملتے ہیں۔

موضوع کتاب کے تعلق سے یہ امر خالی از دلچسپی نہیں کہ سلاطین کشمیر کے معاصر سلاطین گجرات نے پندرھویں صدی عیسوی کے وسط ہی سے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی ابتدا کر دی تھی۔ کشمیری تاجروں نے علاقہ گجرات میں ضرور ایسے سکے دیکھے بلکہ اپنے ساتھ کشمیر لے گئے ہوں گے جن پر فارسی شعر کا اندراج تھا اور سلاطین کشمیر نے ان سے ضرور واقفیت حاصل کی ہوگی اس کا بھی امکان ہے کہ مشرق وسطیٰ سے ثقافتی تعلقات کی بنا پر انہیں یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ ہارون الرشید نیز اغلبی اور بویہی خاندانوں کے سکوں پر عربی اشعار درج کیے جاتے تھے۔ ان تمام عوامل کے پس منظر میں کشمیر کے شاہ میری خاندان کے حکمرانوں حسن شاہ اور فتح شاہ کے سکوں پر فارسی اشعار کا اندراج ایک منطقی بنیاد رکھتا ہے۔

حسن شاہ (سنہ ۱۴۷۲ء تا سنہ ۱۴۸۴ء) کی اشرفیوں پر جو فارسی شعر درج ہے اس کو آر بی وائٹ ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے جو درست نہیں ہے[1]۔

نگین ملک خاتم سلیماں
حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطاں

اس شعر کا تذکرہ علی حماد عباسی نے بھی کیا ہے[2] مگر یہاں بھی اس شعر کا صرف پہلا مصرعہ غیر صحیح طور پر درج کیا گیا ہے۔ شعر کے دوسرے مصرعہ کا تو انہوں نے ذکر ہی نہیں کیا۔

صحیح شعر یوں ہے

نگین خاتم ملک سلیماں
حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطاں

---

[1] نیومسماٹک کرانیکل XIII سلسلہ پنجم دی گولڈ کوائنس آف دی سلطانس آف کشمیر صفحہ ۲۶۳، تحریر آر۔ بی۔ وائٹ ہیڈ بشکریہ ڈاکٹر محمد ضیاالدین احمد شکیب مقیم لندن نیز بامتنان ڈبلیو ایچ صدیقی صاحب، ڈائرکٹر آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا۔

[2] کشمیر سلاطین کے عہد میں مترجم علی حماد عباسی صفحہ ۴۲۹۔ اعظم گڑھ سنہ ۱۹۶۷ء

Marfat.com

فتح شاہ نامی شاہ میری خاندان ہی کے ایک اور حکمران کی اشرفیوں پر مندرجہ فارسی شعر کو بھی آر. بی وائٹ ہیڈ نے یوں پڑھا ہے[۵۱]

کبر مملکت کہ مہر دولت است
سکۂ فتح شاہ سلطاں است

یہاں وائٹ ہیڈ نے شعر کے پہلے مصرعے کو پڑھنے میں غلطی کی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اس نے اشرفی پر مندرجہ شعر کے الفاظ جوں کے توں نقل کر دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں

کر   کہ   لت

ست   و

مملکت   مہر   د

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے وائٹ ہیڈ نے مندرجہ صدر الفاظ کو

کبُر مملکت کہ مہر دولت است

پڑھا ہے۔ اس خواندگی سے نہ صرف یہ کہ مصرع ناموزوں ہو جاتا ہے بلکہ اس کے کوئی معنی بھی بر آمد نہیں ہوتے۔ اس اشرفی پر مندرجہ الفاظ کو بغیر کسی کمی بیشی کے صحیح طریقے سے اس طرح پڑھا جا سکتا ہے اور پورا شعر یوں ہوگا۔

مہر دولت کہ مملکت گیر است
سکۂ فتح شاہ کشمیر است [۵۲]

وائٹ ہیڈ کی ساری غلطی لفظ "کر" کو "کبُر" پڑھنے کا نتیجہ ہے جو اصل میں "کبر" نہیں بلکہ "گیر" ہے۔ مخفی مباد کہ سکوں کی ڈائی بناتے وقت مُہرکن شوشوں اور مراکز کا خاص اہتمام ملحوظ نہیں رکھتے۔ الفاظ کو حُسن کارانہ انداز میں جہاں چاہتے تھے ڈائی پر کندہ کر دیتے تھے۔ اس لئے سیاق وسباق کی موزونیت کے پیش نظر الفاظ کی صحیح نشست تک پہونچنے کی کوشش ضروری ہے۔

ان دونوں اشرفیوں پر مندرجہ اشعار کی تصحیح کے بعد انہیں شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

---

[۵۱] نیومسیاٹک کرانیکل XIII سلسلۂ پنجم دی گولڈ کوائنس آف دی سلطانس آف کشمیر صفحہ ۲۶۴ تحریر آر بی وائٹ ہیڈ
[۵۲] فتح شاہ کے دورِ حکومت کے لیے "ملاحظہ ہو کشمیر سلاطین کے عہد میں" مترجمہ علی حماد عباسی صفحہ ۲۵۴

Marfat.com

عادل شاہی حکمرانوں کے سکوں پر اشعار

محمد تغلق کے آخری ایام حیات میں سلطنت دہلی کے مختلف علاقوں میں باغی امراء سر اٹھانے لگے تھے اور اس طرح کئی صوبوں میں آزاد حکومتوں کے قیام کی داغ بیل پڑ رہی تھی۔ ان عناصر میں سب سے پہلے ابوالفتح ناصر الدین نے اسمٰعیل شاہ کا لقب اختیار کر کے دولت آباد میں اپنی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کیا لیکن تھوڑے ہی دن بعد ناصر الدین اسمٰعیل شاہ کو اس کے اپنے ساتھیوں میں ایک ابھرتے ہوئے نوعمر سردار حسن خاں الملقب بہ ظفر خاں کے حق میں اقتدار سے دست کش ہونا پڑا اور ظفر خاں نے علاؤ الدین بہمنشاہ کا لقب اختیار کر کے ۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں دولت آباد ہی میں بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو ۹۴۵ھ م ۱۵۳۸ء تک قائم رہی۔[1]

بہمنی سلطنت کا پہلا صدر مقام دولت آباد الملقب بہ فتح آباد تھا۔ بعد میں صدر مقام کو تبدیل کر کے گلبرگہ الملقب بہ احسن آباد کو مستقر بنایا گیا اور پھر گلبرگہ سے پایہ تخت بیدر کو منتقل کیا گیا جس کا نام محمد آباد رکھا گیا۔ شاہان بہمنیہ ابتداء ہی سے علم دوست رہے اور ان کے دربار میں بزرگان دین، علماء، فضلاء، حکماء، ادبا اور شعراء کی قدر افزائی ہوتی رہی چنانچہ بہمنیوں کے عہد ہی میں مشہور بزرگ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ دہلی سے دکن آئے۔ اسی زمانے میں شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر اسکندریہ سے ہندوستان آئے اور پھر گجرات سے ہوتے ہوئے گلبرگہ آکر یہیں کے ہو رہے۔ دربار تیموریہ کے ملک الشعراء شیخ آذری نے سلاطین بہمنیہ کی ادب نوازی اور فیاضی کی شہرت سن کر دکن کا رخ کیا اور یہیں انہوں نے سلاطین بہمنیہ کے حالات "بہمن نامہ دکنی" کے نام سے نظم کیے۔

---

[1] ہسٹری آف میڈی ایول دکن مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شروانی جلد اول (شجرۂ سلاطین بہمنیہ) شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء

Marfat.com

علاوہ ازیں فارسی کے دو مایہ ناز شعراء خواجہ حافظ شیرازی اور مُلّا عبدالرحمٰن جامی کو بھی دربارِ بہمنیہ سے دعوت نامے بھیجے گئے تھے اور نذور بھی گزرانی گئی تھیں لیکن بوجوہ چند یہ دونوں مشاہیر دکن نہ آسکے' مختصراً یہ کہ بہمنی دربار میں زہد و ورع' علم و حکمت اور شعر و ادب کی خوب سرپرستی ہوتی رہی مگر موضوعِ کتاب کے تعلق سے یہ لکھتے ہوئے بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ بہمنی بادشاہوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے نہیں جاتے حالانکہ اُن کے معاصر سلاطینِ گجرات نے سنہ ۸۴۶ھ م سنہ ۱۴۴۲ء سے ہی سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی حسین روایت کی بنیاد ڈالدی تھی۔

کم و بیش دو سو سال تک دکن میں حکومت کرنے کے بعد بہمنی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا اور اُن کے قصر اقتدار کے کھنڈروں پر چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے محل تعمیر ہونے لگے۔ یہ حکومتیں سلطنت بہمنیہ کے حسب ذیل علاقوں میں قائم ہوئیں۔

۱۔ احمدنگر میں نظام شاہی

۲۔ گاویل گڑھ میں عماد شاہی

۳۔ بیدر میں برید شاہی

۴۔ بیجاپور میں عادل شاہی

۵۔ گول کنڈہ میں قطب شاہی

متذکرہ صدر حکومتوں کے منجملہ صرف عادل شاہی اور قطب شاہی حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں لہٰذا ان ہی کے تذکرہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عادل شاہی سلطنت کا بانی یوسف عادل خاں تھا جو ایران سے ترکِ وطن کر کے سمندری راستہ سے دکن کے مغربی ساحل پر واقع بندرگاہ ڈابھول پر اُترا اور پھر وہاں سے بیدر جا کر بہمنی دربار میں رسائی حاصل کی۔ یوسف عادل خاں بہمنی سلطنت کے مشہور وزیر محمود گاوان کے زیر سرپرستی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں جرأت' ہمت اور فراست کے جوہر دکھا کر رفتہ رفتہ بیجاپور کے طرفدار (صوبہ دار) کے جلیل القدر عہدہ تک پہونچ گیا۔ محمود گاوان کے قتل کے بعد بہمنی سلطنت کے زوال کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ اور امرائے دربار کے دکنی گروپ اور ایران اور ترکستان سے آئے ہوئے آفاقیوں میں باہمی کشمکش تیز ہوگئی تھی۔ آفاقیوں کے سرخیل

Marfat.com

یوسف عادل خاں اور سلطان قلی تھے اور دکنی عناصر کی رہنمائی ملک حسن طرفدار جنیر (احمد نگر) کر رہا تھا بظاہر یوسف عادل خاں اور سلطان قلی نے اس کشمکش میں نمایاں حصہ لینے سے احتراز کرتے ہوئے ایک طرح کا سکوت اختیار کر لیا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ اپنے اپنے علاقوں بیجاپور اور گولکنڈہ میں اپنے اثر و نفوذ کو استحکام بخشنے کی تیاریوں میں لگے رہے۔

بالآخر یوسف عادل خاں نے ۸۹۵ھ م ۱۴۸۹ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ مسلم حکمرانوں کی روایات کے مطابق یوسف عادل خاں نے یوسف عادل شاہ کا لقب اختیار کر کے اپنے علاقہ بیجاپور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کے احکام تو صادر کر دیئے لیکن نہ جانے کیوں اس نے اپنے نام کے سکّے جاری نہیں کئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ضروریات اور تجارتی لین دین میں بہمنی بادشاہوں کے سکوں کا چلن برقرار رہا اور یہ صورت حال نہ صرف یوسف عادل شاہ بلکہ اس کے بعد آنے والے تین جانشینوں اسمٰعیل عادل شاہ، ملّو عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ اول کے زمانے تک قائم رہی، البتہ اس سلسلہ کے پانچویں بادشاہ علی عادل شاہ اول نے اپنے نام کے سکّے جاری کئے اور اس کے بعد اس کے جانشینوں ابراہیم عادل شاہ ثانی، محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ نے اپنے اپنے ناموں کے سکوں کی اجرائی کا سلسلہ قائم رکھا۔

جہاں تک سکوں پر شعر کے اندراج کا تعلق ہے ہمیں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے سکوں پر ایک شعر ملتا ہے۔ جو اپنی نوعیت کا واحد شعر ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد تک دکن میں ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ ادھر بیجاپور میں نصرتی اور ہاشمی جیسے باکمال شعراء اس نئی زبان میں جو عربی، فارسی، اور دکن کی کنڑی، مرہٹی اور تیلگو زبانوں کے حسین امتزاج سے پروان چڑھ رہی تھی اپنے کمال فن کا مظاہرہ کر رہے تھے تو ادھر عین اسی زمانے میں گولکنڈے کے قطب شاہوں کی سرپرستی میں اسی زبان کا ایک نیا روپ ابھر رہا تھا۔ یہ زبان دکنی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس میں جو شاہکار تخلیق ہوئے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی خود دکنی کا ایک بلند پایہ شاعر تھا اور اس کو شعر و ادب، موسیقی اور مصوری کا خاص ذوق ودیعت ہوا تھا، اس بادشاہ کو لفظ "نورس" سے خاص دلچسپی تھی چنانچہ اس نے اپنی ایک تصنیف کا نام جو فن موسیقی کے بارے میں ہے "نورس" رکھا تھا، بیجاپور کے نواح میں ابراہیم عادل شاہ نے ایک نیا شہر بسایا تھا جس کا نام بھی "نورس" رکھا گیا تھا۔ موضوع کتاب کے تعلق سے یہ امر

Marfat.com

باعث دلچسپی ہے کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنی تین تین تولے کی سونے کی اشرفیوں کا نام نہ صرف "نورس" رکھا تھا بلکہ اِن اشرفیوں پر حسب ذیل شعر درج کروایا تھا۔

نورس مہر عادل شاہی
جگت گرو داد الٰہی

شہنشاہ اکبر کے ایلچی اسد بیگ نے جب بیجاپور کا دورہ کیا تھا تو اپنی واپسی پر اس نے دیگر تحایف کے علاوہ ایسی چند اشرفیاں بھی اپنے ساتھ رکھیں اور انہیں اکبر کے حضور میں پیش کیا۔[1]

ابراہیم عادل شاہ کے بعد اس کے جانشین محمد عادل شاہ نے بھی سکّوں پر شعر کے اندراج کی روایت برقرار رکھی لیکن اس کے سکّوں پر مندرجہ شعر فارسی زبان کا ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے

جہاں زایں دو محمد گرفتہ زینت وجاہ
یکے محمد مرسل دوم محمد شاہ

مندرجہ بالا شعر محمد عادل شاہ کی سونے کی چھوٹی اشرفیوں نیز اس کے تانبے کے سکّوں پر پایا جاتا ہے۔ محمد عادل شاہ کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی اپنے سکّوں پر اشعار درج نہیں کروائے

---

[1] ہسٹری آف میڈی ایول دکن مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شروانی جلد دوم صفحات ۴۴۲۔ ۴۴۳ شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء

Marfat.com

قطب شاہی حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی شعر

قطب شاہی سلطنت کا بانی سلطان قلی ترکوں کے "قراقویونلو" قبیلے سے تعلق رکھتا تھا جس کی حکومت ترکستان (آرمینیا، اذربائیجان) میں قائم تھی۔ قراقویونلو قبیلے پر جب آق قویونلو قبیلہ غالب آگیا تو مفتوح قبیلے کے ارکان منتشر ہوگئے۔ انہی میں سے سلطان قلی اور اس کے چچا اللہ قلی نے ہندوستان کا رُخ کیا اور پھر بیدر میں بہمنی دربار تک رسائی حاصل کرلی، دریں اثنا ترکستان میں قسمت نے پھر اس قبیلے کی یاوری کی اور وہاں دوبارہ قراقویونلو برسراقتدار آگئے۔ اللہ قلی اپنے بھتیجے کے ساتھ وطن مالوف کو لوٹ جانا چاہتا تھا لیکن سلطان قلی نے جس کو محمد شاہ ثالث بہمنی کا بھرپور اعتماد حاصل ہوچکا تھا اپنے چچا کی تجویز نہ مانی اور دکن ہی میں رہنا پسند کیا۔ سلطان قلی رفتہ رفتہ ترقی کرکے محمود شاہ بہمنی کے دور میں تلنگانہ بشمول گول کنڈے کا طرفدار (صوبہ دار) بن چکا تھا۔

اگرچہ سلطان قلی کو قطب شاہی سلطنت کا بانی قرار دیا جاتا ہے اور عملاً وہ اس سلطنت کا بانی ہے بھی لیکن اس کی رگ و پے میں سلاطین بہمنیہ کی وفاداری اس قدر رچ بس گئی تھی کہ اس نے اپنے آخر دم تک رسمی طور پر اپنی خود مختاری کا اعلان نہیں کیا۔[1] سلطان قلی قطب شاہ کے بعد جمشید، سبحان اور ابراہیم قطب شاہ اس کے جانشین ہوئے۔ چونکہ ان حکمرانوں کے آباؤاجداد کا تعلق ارمینیا، اذربائجان اور ایران سے تھا اس لئے ان کو فارسی شعروادب سے ایک خاص لگاؤ تھا۔ نیز دکن میں بہمنی سلطنت نے علم وحکمت، ادب وشعر کی جو سرپرستی کی تھی ان روایات سے

---

[1] ہسٹری آف میڈی ایول دکن مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شروانی جلد اول صفحات ۲۱۵ - ۲۱۶ شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء۔

Marfat.com

بھی قطب شاہی حکمرانوں کی ادب نوازی کا تانا بانا تیار ہونے میں بڑی مدد ملی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ جمشید قلی قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ اور محمد قطب شاہ نہ صرف شعر و ادب کے سرپرست بلکہ خود بلند پایہ شاعر بھی تھے[1]

بیجاپور کی طرح گول کنڈے میں بھی قطب شاہوں کے زمانے میں عربی، فارسی، ترکی جیسی بیرونی زبانوں اور تیلگو، مرہٹی، کنڑی جیسی مقامی زبانوں کے امتزاج سے دکنی زبان کا ایک اور روپ ابھر رہا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اس نومولود زبان کا نمائندہ شاعر قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ قلی قطب شاہ کا مندرجہ ذیل شعر زبان زد خاص و عام ہے۔

پیا باج پیالہ پیا جائے نا
پیا باج اک پل جیا جائے نا

محمد قلی قطب شاہ کے دور ہی میں گول کنڈے میں وہ پہلا سکہ مضروب ہوا جس پر مندرجہ ذیل فارسی شعر درج ہے

تغییر دہ فلوس شاہی
پیوستہ بلعنت الٰہی

سلطان محمد شاہ ثانی والیٔ گجرات (سنہ ۸۴۶ھ تا سنہ ۸۵۵ھ سنہ ۱۴۴۲ء تا سنہ ۱۴۵۱ء) نے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی حسین روایت کا آغاز تو کر ہی دیا تھا لیکن کم و بیش ایک صدی تک کسی اور خانوادے میں اس روایت کی تجدید عمل میں نہیں آئی تھی۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس زمانے میں محمد قلی قطب شاہ نے اپنے سکوں پر فارسی شعر درج کروایا عین اسی زمانے میں دہلی کے سلاطین مغلیہ میں شہنشاہ اکبر اور ایران کے صفویوں میں اسمٰعیل دوم اور محمد خدابندہ کے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی ابتدا ہو چکی تھی۔ شاہانِ قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کے سکوں پر فارسی شعر درج ہے لیکن اس کے جانشینوں میں سے کسی نے بھی اس روایت کو برقرار نہیں رکھا۔

---

[1] تاریخ گول کنڈہ مصنفہ عبدالمجید صدیقی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد صفحات ۲۸۳ — شائع کردہ سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ ۲۹۶ طبع دوم سنہ ۱۹۶۴ء

Marfat.com

سلاطین مغلیہ کے سکّوں پر فارسی اشعار

شہنشاہ اکبر اس کتاب کی تمہید میں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ شہنشاہ اکبر اپنے باپ شہنشاہ ہمایوں کا جانشین ہوا' جس کا دورِ حکومت ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء م ۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ رہا۔ اس نے باپ اور دادا ہمایوں اور بابر سے ایک مستحکم سلطنت پائی' نیز اُسے شیر شاہ سوری جیسے مُدبّر حکمران کا قائم کردہ ایک مضبوط انتظامی ڈھانچہ اور ٹوڈرمل جیسا ایک باصلاحیت وزیر بھی مِلا تھا۔ اکبر سے پہلے ہمایوں اور بابر کے سِکّے وضع قطع نیز سائز اور وزن میں ماوراءالنہر کے شاہ رُخی سکّوں سے مماثلت رکھتے تھے۔ اُن پر ایک جانب کلمۂ طیبّہ اور چاروں خلفائے راشدین کے نام اور دوسری جانب بادشاہ کا نام' اس کے القاب' سنہ ضرب اور دارالضرب کے نام کا اندراج ہوا کرتا تھا۔ اپنے دورِ حکومت کے ابتدائی چند سال تک اکبر نے اپنے سکّوں پر وہی اندراجات جاری رکھے' البتہ ان میں جو نمایاں تبدیلی ہوئی وہ سکّوں کے وزن سے تعلق رکھتی ہے۔ بابر اور ہمایوں کے سکّوں کا سائز کم و بیش ایک انچ اور ان کا وزن تقریباً دس گرین ہوا کرتا تھا۔ اکبر نے اپنے سکّوں کا سائز تو وہی رکھا مگر ان کے وزن میں تقریباً ڈھائی گنا اضافہ کر دیا۔ اکبر کے سِکّے بابر اور ہمایوں کے پتلے سکّوں کے مقابلے میں کافی دبیز ہیں۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ اکبر نے اپنے مسکوکات میں یہ تبدیلی شیر شاہ کے سکّوں کے پیش نظر کی ہوگی۔

ابوالفضل کا بیان ہے کہ اکبر نے ایسے بڑے سِکّے بھی مضروب کروائے جن کا وزن ایک سو تولے' پچاس تولے اور پچیس تولے تھا۔ محمد ہاشم خافی خاں کا بیان ہے کہ اکبر نے سو تولے سے لے کر پانچ سو تولے تک وزن کی اشرفیاں مضروب کروائی تھیں۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق اِن بڑے سکّوں پر ایک جانب کلمۂ طیبّہ اور اس کے نیچے "وانّ اللہ یرزق من یشاء

Marfat.com

بغیر حساب" درج تھا اور اس کے گرداگرد خلفائے راشدین کے اسماء لکھے تھے۔ اور دوسری جانب بادشاہ کا نام اس کے القاب اور دار الضرب کا نام تھا۔[۵۱] ابوالفضل یہ بھی کہتا ہے کہ ان سکوں کی ڈائی مقصود مُہر کن نے تیار کی تھی وہ آگے چل کر بیان کرتا ہے کہ بعد میں جب یہ کام علی احمد مہر کن کے سپرد ہوا تو اس نے کلمۂ طیبّہ کے نیچے افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ کا اضافہ کیا اور دوسری جانب بھی بادشاہ کے القاب میں مزید ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ ابوالفضل یہ بھی لکھتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ سب عبارتیں موقوف کر دی گیئں اور ان کے بجائے ہر دو جانب فیضی کی ایک ایک رُباعی درج کی جانے لگی' اور رباعی کے وسط میں ایک جانب " اللہ اکبر جل جلالہ"، اور دوسری جانب کے وسط ہی میں الٰہی ماہ و سال کا اندراج کیا جانے لگا۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق سو تولے کے سکے کا نام 'سہنسہ' پچاس تولے کے سکّے کا نام 'رہس' اور پچیس تولے کے سکّے کا نام 'آتمہ' تھا۔ خافی خاں نے اپنے بیان کردہ سو تولے سے پانچ سو تولے تک وزن کے سکّوں کے نام نہیں بتائے ہیں۔

اِن عظیم الشان سکّوں کی جو تفصیلات ہم تک پہونچی ہیں وہ ان بلند پایہ مورخین کی فراہم کردہ ہیں جنہوں نے بچشم خود ان سکّوں کو دیکھا اور برتا تھا۔ خافی خاں مورخین کی صف میں ایک اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور ابوالفضل تو مورخ کی حیثیت سے بہت بلند مرتبے کا حامل اور ایک دانشور مفکر، عالم، مدبّر اور سیاست داں تھا۔ آئینِ اکبری میں نظم و نسق سلطنت اور دَر و بست مملکت کے تعلق سے اس کی مُہیّا کردہ تفصیلات آج بھی ماہرینِ شماریات سے خراجِ تحسین حاصل کرتی ہیں لیکن مقامِ حیرت ہے کہ مشہور ماہر مسکوکاتِ قدیمہ اسٹینلی لین پول کی نظر میں" ابوالفضل کا کام مشرقی مورخین کی نااہلی کی ایک اور مثال ہے" اسٹینلی لین پول نے اپنے اس ناشائستہ ریمارک کے ذریعہ نہ صرف ابوالفضل بلکہ مشرق کے ایسے تمام مورخین کی توہین کی ہے جن کے کارنامے آج بھی مشرق و مغرب میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

---

۵۱ النقود الاسلامیہ' سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری' مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن صفحہ ۱۷،۱۸۔ بحوالہ آئینِ اکبری۔

Marfat.com

ابوالفضل پر اسٹینلی لین پول کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس نے اکبری عہد کے سکوں کی ایک طویل فہرست تو دے دی ہے مگر ان سکوں کی امتیازی خصوصیات کا ذکر نہیں کیا جن کے بغیر ان سکوں کی شناخت نہیں کی جا سکتی۔ اس ماہر مسکوکات نے یہ نشان دہی بھی کی ہے کہ ابوالفضل کے بیان کردہ بیشتر اقسام کے سکے "کسی بھی میوزیم میں نہیں پائے جاتے نیز یہ کہ بہت سے ایسے سکے جو عجائب خانوں میں دستیاب ہیں اُن کا ذکر ابوالفضل نے نہیں کیا ہے[1]

جہاں تک اسٹینلی لین پول کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ "ابوالفضل کے بیان کردہ بہت سے سکے اس وقت کسی میوزیم میں نہیں پائے جاتے" اپنے اندر کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا کیونکہ تین چار صدیوں کے اس طویل عرصہ میں ان تمام طلائی و نقروی سکوں کا بحفاظت عجائب خانوں تک پہونچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ بالعموم ایسے سکے گلا کر زیورات میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ محض بخت واتفاق کی بات ہے کہ کسی خاندان کے ذخیرۂ نوادرات میں اُن کے کچھ نمونے محفوظ رہ جائیں۔ اس لئے محض اس بنا پر کہ ابوالفضل کی دی ہوئی فہرست کے بیشتر سکے آج دستیاب نہیں ہوتے اس کے بیان کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنا اور اس پر غیر صحیح ہونے کا الزام عائد کرنا قرینِ انصاف نہیں ہو سکتا۔ ابوالفضل کی دی ہوئی فہرست پر اسٹینلی لین پول کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "بعض ایسے سکے بھی عجائب خانوں میں پائے جاتے ہیں، جن کا تذکرہ ابوالفضل نے نہیں کیا ہے۔ اپنے اس اعتراض کے ثبوت میں اس نے برٹش میوزیم لندن میں محفوظ پانچ تولے کی ایک اشرفی کا ذکر کیا ہے[2] جو بقول اس کے ابوالفضل کی فہرست میں درج نہیں ہے یہ امر تعجب خیز ہے کہ اسی اسٹینلی لین پول نے جس نے مشرق کے مورخین پر علی العموم اور ابوالفضل پر علی الخصوص بہانگ دہل نااہلی کا الزام عائد کیا ہے اپنے اس اعتراض کے ذریعہ خود اپنی بے بضاعتی کا بیّن ثبوت پیش کر دیا ہے، چونکہ ہمارے مشرقی آداب علمی تحقیق کے میدان میں کسی کی لغزش کو اس کی نااہلی پر محمول کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس لئے ہم جملہ مغربی محققین تو کجا خود اسٹینلی لین پول پر اس کی فروگزاشتوں کو اس کی نااہلی قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن بہرحال اس خصوص میں اسٹینلی لین

---

[1] دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول انٹروڈکشن صفحہ LXXII،

[2] ایضاً   ایضاً   ایضاً   صفحہ ۱۱ سکہ نمبر ۲۳

Marfat.com

پول نے جو غلطی کی ہے اُس کی بصراحت تصحیح ازبس ضروری ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالفضل نے بصراحت سو تولے کی اشرفی "سہنسہ" کا ذکر کرتے ہوئے اس کی ذیلی تقسیم کی تفصیلات بھی بتلائی ہیں۔ ابوالفضل کہتا ہے کہ سہنسہ کے آٹھویں حصے، دسویں حصے، بیسویں حصے اور پچیسویں حصے کے مماثل بھی اشرفیاں بنوائی گئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ سو تولے کا بیسواں حصہ پانچ تولے ہی ہوگا، اور یہی وہ اشرفی ہے جو اسٹینلی لین پول نے برٹش میوزیم میں دیکھی اور جس کو اپنے مرتب کردہ کیٹلاگ میں تصویر کے ساتھ شائع کیا۔ اسٹینلی لین پول نے اگر آئین اکبری کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہوتا تو اُسے ابوالفضل پر اِس بے بُنیاد الزام تراشی کی جسارت نہ ہوتی۔

اسٹینلی لین پول کے پہلے اعتراض کے اس حصے کو جس میں ابوالفضل پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ابوالفضل نے سکوں کی ایک طویل فہرست تو دے دی لیکن اُن کی امتیازی خصوصیات کا ذکر نہیں کیا جن سے سکوں کی شناخت میں سہولت ہو سکتی ایک خاص زاویۂ نگاہ سے غور کرنے کے قابل ہے۔ اس سلسلہ میں اسٹینلی لین پول اور ابوالفضل دونوں کی حیثیتوں کو ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اسٹینلی لین پول ایک ماہر مسکوکات قدیمہ ہے اس نے برٹش میوزیم اور دیگر عجائب خانوں میں محفوظ سینکڑوں حکمران خاندانوں کے لاکھوں سکوں کا معائنہ کر کے ان کے درجنوں کیٹلاگ مرتب کئے ہیں۔ اسٹینلی لین پول کے عہد تک مسکوکات قدیمہ کی تحقیق ایک سائینٹفک علم کا درجہ حاصل کر چکی تھی۔ اور اِس علم کی پیشرفت کے لئے نئے نئے معیارات قائم کئے جا چکے تھے۔ سکوں کی نہایت باریک بینی سے پیمائش کی جاتی تھی، اُن کی ضخامت اور ان کا وزن معلوم کیا جاتا تھا۔ سکوں میں استعمال شدہ دھاتوں کی لطافت اور کثافت کا تعین کیا جانے لگا تھا۔ الغرض مسکوکاتِ قدیمہ کی تحقیق و تفتیش میں اٹھائے جانے والے تمام ممکنہ سوالات کو حل کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ اس کے بالمقابل ابوالفضل، جس کا عہد اسٹینلی لین پول سے کم و بیش تین صدی پیشتر کا ہے کوئی ماہر مسکوکات قدیمہ نہ تھا اور اس کے ذمے کسی میوزیم میں محفوظ سکوں کے کیٹلاگ کی ترتیب نہ تھی۔ وہ تو ایک مُدبّر، مُفکّر، دانشور اور مورخ تھا۔ اُسے تو شہنشاہ اکبر کی وسیع و عظیم مملکت کی تاریخ لکھنی تھی۔ ابوالفضل کا کینوس کسی عجائب خانہ کے کیبنیٹ میں محفوظ سکوں تک محدود نہ تھا بلکہ

لہ آئین اکبری مصنفہ ابوالفضل مرتبہ سید احمد خاں جلد اول صفحہ ۱۔

Marfat.com

اس کی پنہائیوں میں تو سلطنت مغلیہ کے نظم و نسق، اس کے موارد و مصادر، انتظامیہ و عدلیہ، افواج و عمال اور دیگر امور داخلہ کے علاوہ بیرونی ممالک سے مخصوص روابط بشمول تجارت، صنعت و حرفت وغیرہ جیسے اہم شعبہ جات شامل تھے۔ وہ تو ابوالفضل کا احسان ہے کہ اس نے اکبری عہد میں رائج اُن سکوں کی بھی کچھ تفصیلات مہیا کر دی ہیں جو اُس نے خود دیکھے اور برتے تھے۔ اس طرح ابوالفضل کی دی ہوئی فہرست مسکوکات پر اسٹینلی لین پول کے اعتراضات بے وزن ہو جاتے ہیں۔

شہنشاہ اکبر کے عہد میں اجراء شدہ سکوں میں جو تدریجی تبدیلیاں آتی گئیں اُن پر بھی ایک طائرانہ نظر دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتداً اکبر اپنے سکوں پر اپنے باپ دادا کی تقلید میں ایک جانب کلمۂ طیبّہ اور خلفائے راشدین کے اسماً اور دوسری جانب اپنا نام، لقب سنہ تسکیک اور مقام ضرب درج کرواتا رہا اور یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ بالآخر ۱۵۸۴ء م ۹۹۲ھ میں اکبر نے اپنے سکوں پر ہجری سنہ کے بجائے الٰہی سنہ کے اندراج کا حکم صادر کیا، جو اس کی تخت نشینی کی تاریخ سے حساب لگا کر شمسی سال کے مطابق انتیسواں سنہ الٰہی قرار پایا۔ اس کے بعد سکوں کے ہر دو جانب کی عبارتوں میں بھی ردّ و بدل کیا گیا۔ اب سکوں کی ایک جانب "اللہ اکبر" اور دوسری جانب "جل جلالہٗ" یا ایک جانب "اللہ اکبر جل جلالہٗ" اور دوسری جانب الٰہی مہینہ اور سنہ درج ہونے لگے۔

سکوں پر روایتی عبارتوں کے اندراج میں متذکرۂ صدر تبدیلی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ کم و بیش پچیس تیس سال تک سلاطین ماسبق کی تقلید میں جس انداز کے سکے اجراء ہوتے رہے ان میں تغیر اچانک نہیں ہو سکتا۔ اس کا پس منظر معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شہنشاہ اکبر کے خیالات میں جو آہستہ آہستہ تبدیلی رونما ہوتی گئی اس کا جائزہ لیا جائے۔ مغل سلاطین میں اکبر ایک متنازعہ شخصیت رہا ہے۔ کسی نے اکبر کو خلیفۃ اللہ، خلیفۃ الزماں، مُفترض الطاعۃ اور امام عادل لکھا ہے تو کسی نے اس کو مُرتد قرار دیا ہے۔ اکبر جس وقت اپنے باپ ہمایوں کا جانشین بنا، اس کی عمر صرف چودہ سال تھی لیکن اس کی خوش بختی تھی کہ اس کو بیرم خاں جیسا سرپرست ملا، جو مغل فوجوں کا سالار اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ سلطنت مغلیہ کا وزیراعظم بھی تھا۔ اکبر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہندو باغی جنرل ہیمو کو پانی پت کے میدان میں شکست دینے کا سہرا بیرم خاں ہی کے سر ہے

Marfat.com

ہمایوں کی جلاوطنی کے بارہ سال کے عرصے میں باپ سے دور رہنے کی وجہ سے اکبر باقاعدہ تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ اُس کے چچاؤں نے اس کو بحفاظت تو رکھا مگر اس کی ذہنی نشوونما کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا لیکن چونکہ اکبر کو مبداء فیاض سے ذہن رسا عطا ہوا تھا اسی لئے وہ اپنی تمام کوتاہیوں پر بہ آسانی قابو پا گیا اور تعلیم سے محرومی کی تلافی کر دی۔ اکبر کے بیٹے جہانگیر نے لکھا ہے کہ اگرچہ اکبر نے کبھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا لیکن کانوں سے سُن کر اس نے دینی اور دنیوی علوم میں وہ ملکہ حاصل کر لیا تھا کہ اکبر کے سخت ترین مخالف بھی تلاش و تحقیق کے میدان میں اس کے جوش و جذبے نیز مذاہب کے تقابلی مطالعے سے اس کی دلچسپی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اکبر نے بیرم خاں کی سرپرستی میں مملکت کے مہمات امور میں کافی درک حاصل کر لیا تھا اور اس کی عسکری صلاحیتیں بھی منظر عام پر آنے لگی تھیں۔ اب اکبر نے عنانِ اقتدار خود ہی سنبھال لی تھی۔ اور اس کے بعد اس کی فتوحات کا ایک شاندار سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اکبر نے ۱۵۵۸ء میں گوالیار، ۱۵۵۹ء میں جون پور اور رنتھمبور، ۱۵۶۱ء میں مالوہ، ۱۵۶۲ء میں برہان پور اور ۱۵۶۷ء میں چتوڑ پر اپنی کامرانی کے علم لہرا دیئے تھے۔ بیرم خاں مسلکاً شیعہ تھا جس کا نہ صرف مغل دربار میں اچھا خاصہ حلقہ (لابی) تھا بلکہ ایران کے حکمران صفوی خاندان سے بھی اس کے خاص روابط تھے۔ ایران نے دہلی کا تخت دوبارہ حاصل کرنے کی مہم میں ھمایوں کی جو مدد کی تھی اس کی وجہ سے مغل نہ صرف صفوی خاندان کے منت پذیر تھے بلکہ اس تعلق سے ایران کو مغلوں پر ایک طرح کی بالادستی حاصل تھی چنانچہ ۱۵۵۶ء میں جب اکبر بیرم خاں کی سرپرستی میں اپنے باپ ہمایوں کا جانشین ہوا تو ایران کے حکمرانِ وقت شاہ طہماسپ اول نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ اکبر کی جانشینی کی توثیق کی۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ اکبر اپنے موقف کے استحکام کی راہ میں بیرم خاں کو حایل سمجھ کر اس سے گلو خلاصی چاہتا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیرم خاں نے حالات کا بدلتا ہوا رُخ دیکھ کر ہی ۱۵۶۰ء میں حج بیت اللہ کے ارادے سے روانگی کی اجازت چاہی ہو۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دارالسلطنت سے روانہ ہونے کے بعد اثنائے راہ میں علاقہ گجرات میں بیرم خاں کو قتل کر دیا گیا

اکبر کے دربار میں سب سے طاقتور حلقہ سُنی علماء کا تھا کیونکہ مغلیہ سلطنت میں مسلمانوں کی اکثریت سُنی العقیدہ تھی۔ ان کے بعد شیعہ مجتہدین کا ایک مخصوص مقام تھا۔ جنھیں ایران

Marfat.com

کی سرپرستی حاصل تھی۔ تیسرا حلقہ ہندوؤں کا تھا جو بظاہر بے ضرر لیکن مملکت کی عظیم اکثریت کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا۔ اکبر ایک ہوش مند اور دور اندیش حکمران تھا اور اس کی نظر بساط سلطنت کے ہر گوشے پر نہایت گہری تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب کہ عالم اسلام کی بالادستی حاصل کرنے کے لئے دو عجمی طاقتیں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک تھے ترک اور دوسرے ایران کے صفوی۔ ایران کے مقابلہ میں ترکوں کا پلہ بھاری تھا۔ اور انہوں نے بلادعرب اور بعض آفریقی علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی۔ ایران میں صفوی خاندان بھی اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا تھا، لیکن بالآخر ترک اپنے سُنّی العقیدہ ہونے کی وجہ سے مسند خلافت پر متمکن ہو گئے اور خلیفۃ المسلمین کہلانے لگے۔ ترکوں کے اثر و رسوخ میں اضافے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت خلافت کے ادارے سے ایک گہرا نفسیاتی لگاؤ رکھتی تھی۔

جہاں تک ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کا تعلق ہے انہوں نے ابتدا ہی سے خلیفۂ وقت کی بالادستی کو تسلیم کرلیا تھا چنانچہ سلطان شمس الدین التمش کے سکوں پر عباسی خلفا الناصر اور المستنصر کے نام پائے جاتے ہیں۔ رکن الدین فیروز شاہ اور سلطانہ رضیہ کے سکوں پر بھی خلیفہ المستنصر کا نام ملتا ہے۔ علاؤالدین مسعود، ناصرالدین محمود اور غیاث الدین بلبن کے سکوں پر آخری عباسی خلیفہ المستعصم کا نام پایا جاتا ہے۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ سنہ ۶۵۶ھ م ۱۲۵۸ء میں خلافت عباسیہ کا چراغ گل ہو جانے کے باوجود ہندوستان کے مسلم حکمران اپنے سکوں پر خلفائے فاطمین مصر کے نام اولاً درج کرواتے رہے اور خلافت سے ذہنی وابستگی کا یہ سلسلہ خلجی، تغلق، سادات اور لودھی حکمرانوں کے عہد تک بھی جاری رہا، اس کا ثبوت ان سلاطین کے سکوں پر "خلدت خلافۃ" جیسے اندراجات سے ملتا ہے۔

اس پس منظر میں شہنشاہ اکبر کے روبرو اپنے مستقبل کے تحفظ کے واسطے تین راستے تھے۔

۱۔ ترکوں کو خلیفۃ المسلمین مان کر ان کی بالادستی کو تسلیم کرلینا

۲۔ ایران کے صفوی خاندان سے تعلقات استوار کرلینا کیونکہ بابر کے ابتدائی ایام پریشانی میں ایران نے اس کی مدد کی تھی اور بابر نے شاہ اسمٰعیل صفوی کے لئے اپنے اظہارِ تشکر

Marfat.com

کے طور پر ایسے سکے بھی مضروب کروائے تھے جن پر لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ علی ولی اللہ بھی درج تھا۔[۵] اور پھر ہمایوں کے دوبارہ دہلی کا تخت حاصل کرنے کی مہم میں اُس کی غیر معمولی امداد و اعانت ایران نے ہی کی تھی۔

۳۔ ترکوں اور ایرانیوں ہر دو طاقتوں سے دامن چھڑا کر اپنی مکمل آزادانہ شناخت کا اعلان کر دینا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نے تیسری صورت کو پسند کیا لیکن اِس پر عمل آوری کے لئے اُس نے ایسا طریقہ کار اختیار کیا کہ کسی بھی طاقت سے ٹکراؤ کی نوبت نہ آئے۔ ہندوستان کی عظیم اکثریت ہندوؤں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اکبر نے ان سے میل ملاپ بڑھانے اور خوشگوار تعلقات قایم کرنے کے لئے ایک صلح کل مسلک کو اپنایا۔ اُن سے ازدواجی تعلقات قایم کئے اور ان کی مذہبی کتابوں کے ترجمے کروائے۔ علاوہ ازیں اکبر نے عیسائیوں سے بھی ربط پیدا کیا۔ سُنّی اور شیعہ علماء تو دربار میں تھے ہی۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکبر نے ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے مختلف مکاتیب خیال کے علمبرداروں کو یکجا کرنے کی تدبیر کی اور عبادت خانہ کے نام سے ایک دارالمباحثہ قایم کیا۔ اس عبادت خانے میں مختلف مذہبی موضوعات پر کھُل کر مباحثے ہوا کرتے تھے ابتدائی دور میں سُنّی علماء کا پلّہ بھاری رہا اور وہ روایتی انداز میں اپنے اصولوں کی فاتحانہ مدافعت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اکبر نے مسلمان نوجوان دانشوروں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر لیا جس میں ابوالفضل فیضی اور عبدالقادر بدایونی کے نام نمایاں نظر آتے ہیں۔ شروع شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدایونی اس ابھرتے ہوئے گروہ کا سرخیل ہوگا لیکن بعد میں ابوالفضل اور فیضی کی طبّاعی، فطانت اور درباری سیاست سے اُن کی کماحقہٗ آگاہی کے آگے بدایونی کو سپر ڈال دینی پڑی۔ مباحثوں کے دوران شیخ عبدالنبی اور عبداللہ سلطان پوری کو بھی بسا اوقات بے بس ہونا پڑتا تھا۔ دراصل یہ سب اکبر کے اشارے پر ہوتا تھا۔ اکبر چاہتا تھا کہ کوئی بھی فریق اس کے قابو سے باہر نہ ہونے پائے۔ ہندو اور عیسائی مذاہب کے تعلق سے مباحثوں میں عمداً ایک نرم رویہ اپنایا جاتا تھا جو بعض اوقات قدامت پسند

---

[۵] دی کیٹلاگ آف پرشین کوائنس مرتبہ آر۔ ایس۔ پول۔ انٹروڈکشن XXV نیز صفحہ ۲۱۰

Marfat.com

علماء کو گراں گزرتا تھا۔ توازن قوت کے تحفظ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی اور بالآخر ۱۵۷۹ء میں سب نے اکبر کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور ایک محضر کے ذریعہ اکبر کو "اعدل، اعقل، عالم باللہ" مان کر اس کو معصوم عن الخطا قرار دے دیا۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے حصول کے بعد اکبر نے نئی نئی بدعات پیدا کیں۔ درباری سلام "السلام علیکم" کے بجائے "اللہ اکبر" قرار پایا۔ سکوں پر سے کلمۂ طیبہ اور خلفائے اربعہ کے اسماء ہٹا دیے گئے۔ ہجری سنہ کے بجائے ایک الٰہی سنہ ایجاد کیا گیا اور مہینوں کے نام بھی شمسی تقویم کے مطابق رکھے گئے۔ جہاں تک سکوں کا تعلق ہے تجدید کی اس روش کا نقطۂ عروج اکبر کی وہ اشرفیاں[1] ہیں جن پر ایک جانب رام اور سیتا کی تصاویر اور دوسری جانب ماہ فروردین سنہ ۵۰ الٰہی درج ہے۔

شہنشاہ اکبر کے متذکرۂ صدر اقدامات کی وجہ سے اس کی شخصیت کے بارے میں متضاد رجحانات پائے جاتے ہیں۔ قدامت پسند علماء دل ہی دل میں اس کو منحرف بلکہ مُرتد سمجھتے تھے۔ تجدد کے علم برداروں کا تو اکبر ہیرو بن گیا تھا۔ ہندو اس کی وسیع المشربی سے خوش تھے اور اسے جہاں پناہ پکارتے تھے۔ محولہ بالا محضر کے بعد ترکی خلافت اور ایرانی امامت دونوں سے خود کو اکبر نے آزاد کر لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑی سمجھ بوجھ سے کام لے کر اپنی شخصیت کے تحفظ کا منصوبہ بنایا تھا۔ قدرت نے جہاں اکبر کو بہت سی غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہیں اس نے اکبر کو ایک طویل دورِ حکومت بھی عطا کیا تھا اور اکبر نے اُن تمام نعمتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے نصب العین کی تکمیل کی۔ دراصل اکبر کو نہ تو مذہب سے کوئی لاگ تھی اور نہ کفر سے کوئی لگاؤ اس کو تو بس اپنی ذات سے دلچسپی تھی اور اس کی راہ میں جو بھی حائل ہوتا اس کو وہ باحسن الحیل ہٹا دیتا تھا۔ اکبر کے تعلق سے اُس کی مجددانہ سرگرمیوں کے بارے میں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ اس سلسلے میں اکبر کے نام والی ترکستان عبداللہ خاں اُزبک کا مکتوب اور اکبر کا جواب توجہ طلب ہے۔ عبداللہ خاں اُزبک نے اکبر کو لکھا تھا کہ[2]

---

[1] دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول صفحہ ۴۴ کوائین نمبر ۱۷۲ نیز لوح نمبر ۵ کوائین نمبر ۱۷۲

[2] دین الٰہی اور اس کا پس منظر مولفہ محمد خاں شہاب شائع کردہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی سنہ ۱۹۷۲ء

Marfat.com

"آپ کی نسبت پیغمبری بلکہ خدائی کے دعوے سننے میں آتے ہیں"

اکبر نے اس خط کا جو طویل جواب عبداللہ خاں ازبک کے پاس بھیجا اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔

"فرمان آسمانی و نامۂ جاودانی راکہ فرستادۂ خدا و رسانیدۂ پیغمبرات از شاہراہ گردانیدہ برنگ دیگر وامی نمایندہ و مجملات نصوص را تاویلات وتسویلات نمودہ می خواہند در فرمان روائی و کارگزاری شریک بادشاہی باشند"

"جب ان باتوں کی تحقیق اور اختلافی امور کی تفتیش کے دوران میں ظاہر بینوں کا پول کھلا اور پایۂ اعتبار سے گر گئے تو انہوں نے حسد اور عداوت سے غلط افواہیں پھیلانی شروع کیں اور ہماری (اکبر کی) نسبت نبوت والوہیت کے دعوے منسوب کئے ورنہ کہاں بندۂ عاجز اور کہاں یہ دعویٰ"[1]

اکبر کے مندرجۂ بالا جواب سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا اصل مقصد علماء کی سازشوں اور ان کی ریشہ دوانیوں کے اثرات سے اقتدار سلطنت کو محفوظ رکھنا تھا۔ اور بس' چنانچہ اکبر نے عبادت خانے کی بحثوں میں معتزلہ اور سوفسطائیہ کے انداز میں قدامت پسندوں پر اپنے جواں عمر دانشوروں سے ایسے ایسے اعتراضات کروائے جن کے جواب سے بسا اوقات وہ عاجز آجاتے اور ان کی حیثیت عرفی میں کافی گراوٹ پیدا ہو جاتی تھی اور وہ اکبر کے اندیشوں کے مطابق اپنی چالوں میں ناکام ہو جاتے تھے۔ بس یہی وہ پس منظر ہے جس سے اکبری عہد کے مسکوکات کا نیا روپ ابھرتا ہے۔ شہنشاہ اکبر کے مسکوکات کے تذکرے کے بعد اسی عہد کے ایک باغی کے اجراء کردہ سکوں کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مخفی مبادکہ یہ باغی کوئی راجہ یا امیر یا فوجی سردار نہیں تھا بلکہ وہ شہنشاہ اکبر کا بھائی مرزا محمد حکیم تھا جس نے بغاوت کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا' اور اپنے نام کے

---

[1] رود کوثر مصنف محمد اکرام طبع چہارم صفحہ ۱۱۱

Marfat.com

سکّے جاری کئے۔[1] مرزا محمد حکیم کے اِن سکّوں پر بھی فارسی کے اس شعر کا اندراج پایا جاتا ہے جو غزالی مشہدی کا نتیجۂ فکر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وارث ملک است محمد حکیم

لیکن اکبر نے اپنی عالی ظرفی سے کام لے کر مرزا محمد حکیم کی بغاوت فرو ہونے کے بعد اس کو معافی دے دی۔

عجیب اتفاق ہے کہ اکبر ہی کے عہد میں ایک اور باغی نے اپنے نام کے سکّے چلانے کی جسارت کی۔ یہ واقعہ ۹۸۹ھ کا ہے جب کہ کوہستان تبت کے علاقے میں بہادر خاں نامی ایک سردار نے جو سفید بدخشی کے بیٹے کے نام سے مشہور تھا' بغاوت کر کے اپنے نام کی اشرفیاں اور روپے چلائے جن پر خود اس کا کہا ہوا حسب ذیل شعر درج تھا۔

بہادر دین سلطان آنکہ بن اسفید شہ سلطاں
پدر سلطاں پسر سلطاں زہے سلطان بن سلطاں

شہنشاہ اکبر نے اِس باغی سردار کی سرکوبی کے لئے قاضی نظام بدخشی' مخاطب بہ غازی خاں کو مامور کیا۔ چونکہ باغی سردار کا تعلق بدخشاں سے تھا' اور غازی خاں بھی بدخشی تھا' اس لئے دربار کے لوگ گومگو کے عالم میں یہ کہہ رہے تھے کہ

آہن بہ آہن کوفتن چہ رنگ پیدا می شود

لیکن غازی خاں بدخشی نے اپنی بہترین صلاحیت کا مظاہرہ کر کے بہادر خاں بدخشی کی بغاوت کو بہ آسانی فرو کر دیا۔[2]

---

[1] اکبرنامہ قلمی جلد سوم صفحہ ۳۰۴' مخزونہ اے پی گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد نیز ملاحظہ ہو منتخب اللباب حصہ اول مصنفہ خافی خاں مترجمہ محمود احمد فاروقی مطبوعہ نفیس اکیڈمی' کراچی' پاکستان صفحہ ۱۳

[2] دربار اکبری مصنفہ محمد حسین آزاد' شائع کردہ شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور۔ پانچواں ایڈیشن سنہ ۱۹۲۹ صفحہ ۸۱۷

Marfat.com

شہنشاہ جہانگیر شہنشاہ اکبر کے بعد اُس کا بیٹا نورالدین سلیم شہنشاہ جہانگیر کے لقب سے ۱۶۰۵ء م ۱۰۱۴ھ میں تخت نشین ہوا۔ ایّام شاہزادگی میں وہ شہزادہ سلیم کے نام سے مشہور تھا اور اس نے ورثے میں اپنے باپ اکبر اعظم سے ایک عظیم اور مستحکم سلطنت نیز مسکوکات کی ایک شاندار روایت پائی تھی۔ اکبر نے شہزادہ سلیم کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ خود سلیم ایک ذہین طبّاع اور باذوق شہزادہ تھا۔ اُسے فارسی اور ترکی زبانوں پر کامل عبور حاصل تھا۔ اور وہ عربی زبان کا بھی اچھا درک رکھتا تھا۔ سلیم خود ایک اچھا شاعر بھی تھا۔ نورجہاں کے ساتھ اس کے رشتۂ ازدواج نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ نورجہاں بھی جو اس وقت تک مہرالنسائ تھی شعروادب کا بہت ستھرا مذاق رکھتی تھی۔ اور بدیہہ گوئی میں اسے یدطولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کشمیر میں بدوران تفریح ایک ابر آلود شام کو جہانگیر نے جب یہ مصرعہ کہا کہ

ع ابر بسیار است مے بسیار می باید کشید

تو نورجہاں نے برجستہ اس مصرعہ پر مندرجہ ذیل گرہ لگائی

ع ساغرِ مے بر رُخِ گلزار می باید کشید

تو جہانگیر نے اِس کو بہت پسند کیا۔ یہاں اِس امر کا فیصلہ کرنا کسی قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر اور نورجہاں کے رشتۂ ازدواج سے کس فریق کو زیادہ فائدہ پہونچا لیکن اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ اگر یہ رشتہ وقوع پذیر نہ ہوتا تو جہانگیر بہرحال شہنشاہ جہانگیر ہی رہتا مگر نورجہاں مہرالنسائ سے آگے نہ بڑھ سکتی۔ ملکۂ نورجہاں کا بھائی آصف خاں بھی جو ہر وقت جہانگیر کے ساتھ ساتھ رہتا تھا ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ ایسے ماحول میں جہانگیر نے عظیم الشان سکّوں کی اجرائی کے تعلق سے نہ صرف اپنے باپ اکبر کی روایت کو برقرار رکھا بلکہ ان کی شان وشوکت میں مزید اضافہ کیا جس کا ثبوت حال ہی میں دریافت شدہ جہانگیر کی ایک عظیم الشان اشرفی سے ملتا ہے جس کا وزن ایک ہزار تولے سے زیادہ ہے[1]۔ اس اشرفی کے بردو جانب فارسی اشعار درج ہیں۔ ایسی اشرفیوں

---

[1] دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف نوبیٹ گولڈمہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں، جینوا سوئٹزرلینڈ بابتہ نومبر ۱۹۸۷ء صفحات ۶، ۹۔

Marfat.com

کا حوالہ ہمیں تو زک جہانگیری میں بھی یوں ملتا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر نے شاہ ایران کے سفیر زنبیل بیگ کو اس کی بازیابی کے موقع پر ہزار تولے کی ایک اشرفی سے سرفراز کیا[۵۱]۔ شہنشاہ اکبر نے عام وزن کی اشرفیوں کے علاوہ چار تولے، پانچ تولے، دس تولے، پچیس تولے، پچاس تولے، سو تولے، اور پانچ سو تولے کی اشرفیاں بھی مصروف کروائی تھیں۔ لیکن جہانگیر نے اپنی جدت طراز اور تنوع پسند طبیعت سے کام لے کر کئی اور مختلف اوزان کے حسب ذیل سکّوں کی اجرائی کا فرمان صادر کیا، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ[۵۲]

"بساعت سعید فرمودم کہ سکّہ بر زر زدہ از طلا و نقرہ بوزنہائے مختلف مسکوک ساختند و ہریک را جداگانہ نام نہادم، چنانچہ مہر صد تولہ را نورشاہی و پنجاہ تولہ را نورسلطانی و بست تولہ را نور دوست و دہ تولہ را نورکرم و پنج تولہ را نور مہر و یکتولہ را نور جہانی و نصف تولہ را نورانی و ربع آں را رواجی نام کردم۔ و آنچہ از جنس نقرہ سکّہ شد صد تولہ را کوکب طالع و پنجاہ تولہ را کوکب اقبال و بست تولہ را کوکب مراد و دہ تولہ را کوکب بخت و پنج تولہ را کوکب سعید و یکتولہ را جہانگیری و نصفش سلطانی و ربع را نثاری و دہم حصہ را خیر قبول نام زد کردم و بر مہرہائے صد تولہ و پنجاہ تولہ و بست تولہ و دہ تولہ ابیات آصف خاں را فرمودم کہ نقش نمودند"

جہانگیر کا دور حکومت (۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ م ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) چھوٹی چھوٹی مہمات سے قطع نظر عظیم فتوحات سے خالی نظر آتا ہے۔ حدود مملکت کم و بیش وہی رہیں جو اکبر کے عہد میں تھیں بلکہ دکن کے امرا تو کچھ زیادہ ہی سر چڑھ گئے تھے اور مرہٹوں کی آوازیں بھی پہلی بار بلند ہونے لگی تھیں۔ بنگالہ اودے پور باغیانہ سرگرمیوں کی آماجگاہ بن رہے تھے۔ قندھار ۱۶۲۲ء

---

۵۱ تو زک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء جلد دوم صفحہ ۳۲۶

۵۲ تو زک جہانگیری طبع لکھنؤ صفحہ ۶۔

Marfat.com

میں مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ۱۶۳۷ء تک ایران کے صفویوں کے قبضہ میں رہا۔ کاروبارِ سلطنت کلیتہً اکبر کی بنائی ہوئی راہوں پر چل رہا تھا اور یہ کیفیت سکون سے زیادہ جمود کی سی تھی جہانگیر غرق مئے ناب ہو کر رہ گیا تھا لیکن اس کی خوش بختی تھی کہ اُسے قدرت نے نورجہاں جیسی ملکہ مہابت خاں اور آصف خاں جیسے وزراء اور خرم جیسا شہزادہ عطا کیا تھا جن کی صلاحیتوں نے سلطنت کا شیرازہ بکھرنے نہ دیا۔ حیرت ہے کہ اس زمانے میں پھر کوئی شیر شاہ پیدا نہ ہوا ورنہ سلطنت مغلیہ کا چراغ جہانگیر کے عہد ہی میں گل ہو چکا ہوتا۔

موضوع کتاب کی طرف لوٹتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ جہانگیر نے فنون لطیفہ کے اپنے ذوق سے کام لیتے ہوئے دنیائے مسکوکات کو ایسے ایسے نوادرات سے مالا مال کر دیا ہے کہ تاریخ میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ سب سے اہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہانگیر نے اپنے سکوں پر ازسرنو کلمۂ طیبہ اور سنہ ہجری کے اندراج کا حکم صادر کیا' البتہ سکوں پر شمسی مہینوں کے درج کرنے کا طریقہ اکبر کی تقلید میں جاری رکھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جہانگیر خود ایک اچھا شاعر تھا اور نورجہاں کے بھائی آصف کی مصاحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ عظیم سکوں کی جو روایت جہانگیر کو اکبر سے ورثے میں ملی تھی اس کو جہانگیر نے چار چاند لگا دیئے۔ اکبر نے پانچ سو تولے وزن تک کی اشرفیاں مضروب کروائی تھیں تو جہانگیر نے ایک ہزار تولے وزن تک کی اشرفیاں بنوائیں۔ اکبر کے مختلف سکوں پر تا حال جو اشعار پائے گئے ہیں ان کی تعداد پندرہ تک پہونچتی ہے۔ لیکن جہانگیر کے سکوں پر تقریباً ساٹھ شعر دریافت ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں جہانگیر نے بارہ برجی سکوں کے اجراء کا حکم صادر کر کے مسکوکات کی دنیا میں ایک اور نادر روایت بھی قائم کی یہ سکے نہایت خوبصورت تھے اور ہر ماہ اجراء شدہ ایسے سکوں پر شمسی تقویم کی مطابقت میں ان پر اُس برج کی تصویر بنائی جاتی تھی جس برج میں اُس ماہ سورج داخل ہوتا تھا۔ جہانگیر کے بعض سکوں پر اس کی اپنی تصویر بھی پائی گئی ہے لیکن نورجہاں کی تصویر والا کوئی سکہ اب تک دریافت نہیں ہوا ہے۔

جہانگیر کے سکوں کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ان پر مندرجہ بعض اشعار میں فن تاریخ گوئی کا کمال بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جہانگیر کے پہلے سنہ جلوس میں جاری شدہ بعض سکوں پر حسب ذیل شعر درج ہے۔

Marfat.com

شد چو خور زیں سکّہ نورانی جہاں
آفتابِ مملکت تاریخ آں

مندرجہ بالا شعر میں "آفتاب مملکت" کے حروف سے بحساب ابجد ۱۰۱۴ھ برآمد ہوتا ہے جو جہانگیر کا سالِ تختِ نشینی ہے۔ جہانگیر کے ایک اور سکّے پر مندرجہ ذیل شعر پایا جاتا ہے،

زروز ازل در عدد شد برابر
حروفِ جہانگیر و اللہ اکبر

مذکورہ بالا شعر میں یہ صنعت ہے کہ بحساب ابجد "جہانگیر" اور "اللہ اکبر" کے اعداد کا مجموعہ مساوی القدر ہیں۔

جہانگیر کے سکّوں کی اِس بہتات کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بابر، ہمایوں اور بالخصوص اکبر کی فتوحات کے نتیجے میں بیش قیمت جواہرات اور سونے چاندی کے عظیم ذخائر مغلوں کے خزانے میں جمع ہو چکے تھے۔ اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سابقہ راجاؤں اور سلاطین کے دور کے سکّوں پر مشتمل متعدد دفینے بھی برآمد ہو رہے تھے چنانچہ امیرالامراء آصف خاں کو ایک مہم کے سلسلے میں "گرھا کاٹنگا" کے مقام پر دو سو دیگوں کا ایک بہت بڑا دفینہ دستیاب ہوا[لے] جس کی ہر ایک دیگ میں علائی اشرفیاں بھری ہوئی تھیں اور اِس دفینے کو آصف خاں نے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں پیش کر دیا۔ علائی اشرفیوں کا تعلق سلطان علاؤالدین خلجی سے ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ ان دیگوں میں سلطان علاؤالدین خلجی کی سو سو تولے کی وہ اشرفیاں ہوں جن کا ذکر اُس کے ناظم دارالضرب ٹھاکر پھیروؔ نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ بعض مستشرقین نے اکبر اور جہانگیر کی عظیم الشان اشرفیوں کو سکّہ جات تسلیم کرنے سے یکسر انکار کر دیا ہے۔ انہیں ہندوستان کے محیّر العقول سونے چاندی کے ذخائر سے ذرا بھی واقفیت ہوتی تو وہ ہرگز ایسی رائے ظاہر نہ کرتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں گپتا راجاؤں اور اُن کے جانشینوں نیز مسلم حکمرانوں نے اِس کثرت سے سونے کے سکے مضروب کروائے کہ ماضیٔ قریب تک برآمد شدہ ایک ایک دفینے سے ہزاروں اشرفیاں

لے اکبر نامہ مصنفہ ابوالفضل جلد دوم صفحہ ۲۱۵

Marfat.com

دستیاب ہوتی رہی ہیں۔ مستشرقین کے متذکرہ صدر اعتراض کا جواب پچھلے اوراق میں بالتفصیل دیا جا چکا ہے۔

شہنشاہ جہانگیر کی اجرا کردہ ایک ہزار تولے کی جس اشرفی کا قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں کسی قدر تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کہ جنیوا ... (سوئٹزرلینڈ) کی مشہور فرم ہیس برگ فیلڈمان نے ایسی ہی ایک اشرفی کا جو کیٹیلاگ شائع کیا ہے اس میں اس عظیم الشان اشرفی پر مندرجہ بعض فارسی اشعار کو صحیح طور سے نہیں پڑھا گیا ہے۔ اس کیٹیلاگ میں اس اشرفی کے ہر دو جانب کی تصویروں کے ساتھ ساتھ ان پر مندرجہ عبارات اور اشعار کے چربے بھی دیے گئے ہیں اور پھر انگریزی زبان میں اُن اشعار کا تلفظ نیز ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور ترجمے میں بڑی فاش غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جن کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

رُخِ اول

بالائی حاشیہ	ہزار گونہ شرف یافت روی سکہ وزر
بایاں حاشیہ	زنقش نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر
زیریں حاشیہ	عجب نباشد اگر زاد زوابے سکہ ادر
دایاں حاشیہ	بلکہ خانہ اش افزز اماں اجر

رُخِ دوم

بالائی حاشیہ	زفیض دیدن مہر ھزار لوحہ اش
بایاں حاشیہ	ہزار بار ببالد زذوق نور نظر
زیریں حاشیہ	بنام نامی او باد سکہ وخطبہ
دایاں حاشیہ	بدہر تابود از سکہ وزخطبہ اثر

مندرجہ صدر اشعار کے پڑھنے میں حسب ذیل فروگزاشتیں ہوئی ہیں۔

رُخ اول کے زیریں حاشیہ پر مندرجہ مصرعہ دراصل اس طرح ہے۔

عجب نباشد اگر زار زوے سکہ اد

ایسا پڑھنے کے بجائے بعض حروف والفاظ جو اشرفی پر موجود نہیں ہیں انہیں شریک قرآ

Marfat.com

کرلیا گیا ہے اور بعض حروف جو اشرفی پر موجود ہیں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مصرعے کے موزوں معنی بر آمد نہیں ہو سکے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ الفاظ " زار زوے " کو " زاد ز واجے " پڑھا گیا ہے اور " سکہ او " کو " سکہ ادر " زاد ز واجے پڑھ کر ڈالی اور آگ کے مفروضہ ازدواج کا نظریہ قائم کیا گیا ہے، جس سے آنے والے اشعار کی مزید غلط خواندگی اور مہمل معنی آفرینی کے ذریعہ ایک مضحکہ خیز صورت حال پیدا کر دی گئی ہے۔

اسی رخ پر دائیں حاشیہ کا مصرعہ یوں پڑھا گیا ہے

بسکہ خانہ اش افزا اماں اجر

اول تو اس خواندگی سے یہ مصرعہ ساقط البحر ہو گیا ہے اور دیگر یہ کہ اس طرح اس کے کوئی معنی بھی بر آمد نہیں ہوتے کیونکہ مصرعے کے ایک لفظ کا کچھ حصہ جو تین چار سو سال کا عرصہ گزر جانے کی وجہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا اور اس لفظ کی باقیات ہی کو ملحوظ رکھ کر مصرعہ پڑھنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اس مصرعے کو پڑھنے میں جو غلطیاں صادر ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ " بسکہ خانہ اش " کے بعد جس لفظ کو " افزا " پڑھا گیا ہے وہ دراصل " آمد " ہے " افزا " اس سیاق و سباق میں بے محل ہے۔

۲۔ " اسماں " کو جس کے حرف " س " کے دندانے مٹ گئے ہیں " اماں " پڑھ لیا گیا ہے اور آخری لفظ " اختر " کو " اجر " پڑھ کر ستم بالائے ستم کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

اگر اِن تمام الفاظ کو صحیح طور پر پڑھا جائے اور " س " کے مٹے ہوئے دندانوں کو ملحوظ رکھا جائے تو مصرعہ اس طرح ہوگا۔

بسکہ خانہ اش آمد ز آسماں اختر

رُخ دوم کے بالائی حاشیہ پر مندرجہ مصرعہ کو پڑھنے میں بھی بڑی مضحکہ خیز غلطی کی گئی ہے اور مصرعہ اس طرح پڑھا گیا ہے

زفیض دیدن مہر ہزار لولچہ اش

اِس مصرعے میں آخری الفاظ " تو لچہ اش " ہیں جن کو " نو بچہ اش " پڑھ کر اس

Marfat.com

اشرفی کو نوزائیدہ بچہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ اس غلطی کا تکملہ ہے جو "دار زوئے" کو "زاد زوا ہے" پڑھ کر ڈائی اور آگ کے مفروضہ ازدواج کا نظریہ پیش کرنے سے سرزد ہوئی ہے۔ ظاہر ہے ڈائی اور آگ کے ازدواج کے بعد متوقع اولاد کی پیدائش ناگزیر تھی جو "تولچہ" کو "نوبچہ" پڑھنے سے اس ایک ہزار تولے کی اشرفی کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ یہ بات صریح طور پر بناء فاسد علی الفاسد کی ایک واضح مثال ہے کیٹلاگ کے مرتبین کو شائد پتہ نہیں کہ "تولچہ" فارسی زبان میں "تولہ" کا مترادف لفظ ہے[۵۱]۔ اور اس لفظ کا استعمال ابو الفضل نے بھی اپنی تصنیف آئینِ اکبری میں کیا ہے[۵۲]۔

جہانگیر کی بعض عام اشرفیوں پر مندرجہ اشعار کو بھی پڑھنے میں محققین نے غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً سی. جے براؤن نے اپنی مرتب کردہ پراونشیل میوزیم لکھنؤ کے کیٹلاگ صفحہ ۲۱ پر ایک شعر یوں پڑھا ہے۔

سکہ زد بارُ دو در راہ دکن شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

دراصل یہ شعر یوں ہونا چاہیے

بار دو سکہ در راہ دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اسی محقق نے ایک اور اشرفی پر مندرجہ شعر اس طرح پڑھا ہے (کیٹلاگ محولہ بالا صفحہ ۲۶)

بماندو سکہ زد فتح دکن شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

صحیح شعر یوں ہے

---

۵۱ پرشین، عربک اینڈ انگلش ڈکشنری مرتبہ فرانسس جانسن لندن ۱۸۵۲ء صفحہ ۲۹۶

۵۲ آئین اکبری جلد اول، مرتبہ سید احمد خاں صفحہ ۱۷

Marfat.com

بمانڈو سکۂ فتح دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اسی کیٹیلاگ کے متذکرہ صفحہ پر ہی براؤن نے ایک اور شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے

سکۂ مندو زنام جہانگیر شاہ
بنور جہانی دہد پرتو چو مہر و ماہ

اصل میں شعر یوں ہے

دہد بنور جہانی و مہر و مہ پرتو
زنام شاہ جہانگیر سکۂ مندو

محولہ بالا کیٹیلاگ کے صفحہ ۲۲ پر مندرجہ ذیل شعر بھی براؤن کی غلط خواندگی کی ایک اور مثال ہے

در بہمن باگرہ سکہ زد بر زر ظل الہٰ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

صحیح شعر ہے

"ع سکہ در بہمن باگرہ زد بزد ظل الہٰ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

ایک اور محقق او۔ کوڈرنگٹن نے اپنی کتاب " اے مینول آف مسلمان نیو مسمیاٹکس" صفحہ ۱۰۹ پر ایک شعر اس طرح پڑھا ہے۔

بماہ تیر در لاہور زد ایں سکہ را بر زد
پناہ دیں ملک شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

اس شعر کا مصرعۂ ثانی یوں ہونا چاہیے۔

پناہ ملک دیں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

ایک دوسرے محقق وائٹ ہیڈ نے جہانگیر کی ایک اشرفی پر مندرجہ شعر کو یوں پڑھا ہے۔

Marfat.com

در ماہ بہمن چوں مہ انور شد زر لاہور
بدور شاہ نور الدین جہانگیر ابن شاہ اکبر

یہاں اس شعر کا مصرعہ اولیٰ غلط پڑھا ہے، جس کی وجہ سے ایک بے معنی نثر کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل مصرعہ اولیٰ یوں ہونا چاہیے:

زر لاہور شد در ماہ بہمن چوں مہ انور

مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول نے بھی جسے اپنی قابلیت پر بڑا ناز ہے اور جس نے ابوالفضل جیسی گراں پایہ شخصیت کی نگارشات پر ناقدانہ خامہ فرسائی کی جسارت کرتے ہوئے تمام مشرقی مورخین پر نااہلی کا الزام لگانے سے گریز نہیں کیا، شہنشاہ جہانگیر کی بعض اشرفیوں پر مندرجہ ذیل فارسی اشعار کو غلط پڑھ کر خود اپنی علمی بے بضاعتی کا ثبوت فراہم کر دیا ہے[1]

۱۔ ایک اشرفی پر مندرجہ مصرعہ اسٹینلی لین پول نے اس طرح پڑھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

بروئے سکہ زر داد چندیں زیب و زیور

اصل میں مصرعہ یوں ہونا چاہیے:

بروئے سکہ زر داد چندیں زینت و زیور

۲۔ جہانگیر ہی کی ایک دوسری اشرفی پر درج شدہ فارسی شعر کے ایک مصرعہ کو اسٹینلی لین پول نے اس طرح غلط پڑھا ہے۔

جہاں فیروز در اجمیر گشت سکہ زر

مصرعہ دراصل یوں ہے

جہاں فروز در اجمیر گشت سکہ زر

---

[1] دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹینلی لین پول شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی صفحات ۳۶۸، ۳۶۹،

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب فارسی لفظ "فروز" سے آشنا ہی نہ تھے اور لفظ "فروز" چونکہ متعدد بادشاہوں کے ناموں کا جزو ہونے کی وجہ سے اُن کی نظروں سے گزر چکا تھا اس لئے بغیر سوچے سمجھے اس مصرعہ میں اسی کو جڑ دیا اور اس بات کا بالکل خیال نہیں کیا کہ ایسا کرنے سے مصرعہ ساقط البحر ہو رہا ہے۔

محققین کی اِن فروگزاشتوں کی طرف توجہ دہانی اس لئے ضروری معلوم ہوئی کہ شایقین مسکوکات قدیمہ اُن معیاری کتب کا مطالعہ کرتے وقت کہیں ان اسقام کو صحیح سمجھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

شہنشاہ شاہجہاں

شہنشاہ جہانگیر کا انتقال ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۸ء بمقام راجوری کشمیر میں ہوا اور اس کی میت لاہور لے جا کر نور جہاں کے باغ میں دفنائی گئی۔ نور جہاں کی خواہش تھی کہ اس کا داماد شہریار تخت نشین ہو، چنانچہ جہانگیر کی تدفین کے بعد لاہور میں شہریار کی جانشینی کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس انتظام سے امیر الامراء آصف خاں خوش نہ تھا۔ آصف خاں کی خواہش تھی کہ شہزادہ خرّم جو ان دنوں دکن میں تھا اپنے باپ جہانگیر کا جانشین ہو۔ آصف خاں نے اپنے معتمد علیہ قاصدوں کے ذریعہ خرّم کو جہانگیر کی وفات کی اطلاع دی اور اُسے بعجلت شمال کی طرف کوچ کرنے کا مشورہ دیا۔ آصف خاں شہزادہ خرم کا طرف دار محض اس لئے نہیں تھا کہ وہ اس کی بیٹی ارجمند کا شوہر تھا بلکہ آصف خاں خرّم کی ہمہ جہتی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا اور اسی لئے چاہتا تھا کہ اس عظیم مملکت کی زمام حکومت ایسے مضبوط ہاتھوں میں دی جائے جو اس پر پوری طرح قابو رکھ سکیں۔ چونکہ شہزادہ خرّم کے دکن سے آتے آتے کچھ وقت لگ جاتا اس لئے آصف خاں نے درباری امراء کے تعاون سے شہزادہ خسرو مرحوم کے بیٹے داور بخش کو عارضی طور پر گدّی پر بٹھا دیا۔

اِدھر شہریار کو جب ان مخالفانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو اس نے آصف خاں سے مقابلے کی ٹھانی اور لاہور سے تین میل کے فاصلے پر دونوں فوجیں باہم معرکہ آرا ہوئیں۔ آصف خاں ایک آزمودہ کار جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی توڑ جوڑ کا بھی بڑا ماہر تھا چنانچہ اس نے خفیہ طور پر شہریار کے بہت سے ہمنواؤں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ نتیجتاً شہریار کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار

Marfat.com

کرکے داور بخش کے سامنے لایا گیا اور یہی اس کی زندگی کا خاتمہ تھا۔

داور بخش اس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ اسں کو اپنے دادا شہنشاہ جہانگیر کا تخت وراثت میں مل گیا ہے۔ وہ ان درونِ پردہ سازشوں سے بالکل بے خبر تھا کہ اس کو شہزادہ خرّم کے دکن سے شمال آنے تک جزو وقتی طور پر بادشاہ بنا کر قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے۔ داور بخش کے نام سے خطبہ بھی پڑھا گیا اور سکّے بھی جاری کئے گئے لیکن اِن سکوّں پر کوئی شعر درج نہیں ہے۔ اور شہریار کے نام کا کوئی سِکّہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔

آصف خاں کے ذریعہ جہانگیر کے انتقال کی اطلاع شہزادہ خرّم کو ملتے ہی وہ شمال کے لئے روانہ ہوگیا۔ خرّم دکن سے گجرات اور پھر راجپوتانہ ہوتے ہوئے آگرہ کے نواح میں فروکش ہوا اور دھارا باغ میں دو تین ہفتے آرام لینے کے بعد آگرہ میں داخل ہوا جہاں اِس کا شاہانہ استقبال کیا گیا اور پھر ۴ر فروری ۱۶۲۸ء کو شہزادہ خرّم نے شہاب الدین شاہ جہاں کا لقب اختیار کرکے اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ شہنشاہ شاہ جہاں کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اس کے نام کے سکے بھی جاری کئے گئے لیکن آگرے میں آصف خاں کی آمد تک تاج پوشی کے جشن کی تقریبات اختتام کو نہ پہونچی تھیں۔ آصف خاں ۲۶ر فروری ۱۶۲۸ء کو سکندرہ پہونچا اور دوسرے ہی دن اجازت پاکر شہنشاہ شاہ جہاں کے حضور باریاب ہوا۔ اس کے بعد پیش کشی نذور کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے شہزادوں نے نذریں گزرانیں پھر آصف خاں کی باری آئی اور اس کے بعد جلیل القدر امراٗ و عمائدین نے نذور پیش کیں اور شہنشاہ کی طرف سے اپنی خدمات اور وفاداری کے صلے میں گراں قدر انعامات اور خطابات سے سرفراز ہوے۔ آصف خاں کو شہنشاہ نے اپنی بیگم ممتاز محل کی درخواست پر وکیل السلطنت مقرر کیا اور شاہی مہر بھی اس کے حوالے کی جو ایک بہت بڑا اعزاز تھا[1]

شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنے دورِ حکومت (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۷ء م ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ) میں جو سکّے مضروب کروائے ان پر شمسی تقویم کے لحاظ سے سنہ جلوس کے ساتھ ساتھ سنہ ہجری کا

---

[1] تاریخ شاہ جہاں مرتبہ ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکسینہ ترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین، شائع کردہ ترقی اردو بیورو نئی دہلی صفحہ ۸۸۔

Marfat.com

بھی اندراج پایا جاتا ہے۔ نیز سکوں پر کلمۂ طیبہ کے اندراج کی روایت جو شہنشاہ بابر اور شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں جاری رہی' لیکن اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بھی خال خال نظر آتی ہے شاہ جہاں کے دور میں پھر سے تازہ ہو گئی۔ شاہ جہاں کے سکوں پر خلفائے اربعہ کے اسماء بھی بالالتزام پائے جاتے ہیں' شاہ جہاں نے اکبر اور جہانگیر کی تقلید میں عظیم الشان سکوں کی اجرائی کا سلسلہ بھی جاری رکھا چنانچہ مورخین نے اپنی تصانیف میں ان عظیم مسکوکات کا ذکر کیا ہے۔ پچھلے اوراق میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شاہ جہاں نے اپنی بیٹی جہاں آرا کی علالت کے دوران اس کا کامیاب علاج کرنے کے صلے میں حکیم داود کو پانچ سو تولے کی ایک اشرفی عطا کی تھی۔ مرشد قلی خاں علی مردان کو دو سو تولے کی اشرفی عطا کیے جانے کا ذکر بھی تواریخ میں ملتا ہے۔ حسنِ اتفاق سے شہنشاہ شاہ جہاں کی دو سو تولے[۱ے] اور ایک سو تولے[۲ے] کی دو اشرفیوں کا ذکر دو مستند کیٹیلاگوں میں ملتا ہے جن کے مرتبین نے ان اشرفیوں کی تصویریں بھی شائع کی ہیں' شاہ جہاں کے سکوں پر فارسی اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن اُن کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے۔

شہنشاہ اورنگ زیب

شاہ جہاں کی زندگی میں ہی اس کی جانشینی کے لیے رسّہ کشی شروع ہو چکی تھی۔ اس کے چار بیٹوں داراشکوہ' شجاع' مراد بخش اور اورنگ زیب اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے لیے حصول اقتدار کی زمین ہموار کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ داراشکوہ شمال میں اپنا موقف مستحکم کرنے کی فکر میں تھا لیکن اس نے غالباً اپنے نام کے سکے جاری نہیں کروائے تھے البتہ بنگال میں شجاع اور گجرات میں مراد بخش نے اپنے اپنے سکے جاری کروا دیئے تھے۔ شجاع کے سکوں پر کوئی شعر نہیں ملتا لیکن مراد بخش کے سکوں پر ایک شعر پایا جاتا ہے جس کو شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔ اس بات کو قسمت کی یاوری سے تعبیر کیا جائے یا ذاتی صلاحیت و استعداد کا منطقی نتیجہ قرار دیا جائے کہ شاہ جہاں کے چاروں لڑکوں میں اورنگ زیب ہی جانشینی کا موزوں ترین امیدوار نظر آتا ہے۔ داراشکوہ کی صلاحیتیں اپنی جگہ مسلّم لیکن اس کا رجحان طبع زیادہ تر علمی' مذہبی بلکہ

۱ے دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول نوہ نمبر ۲۳

۲ے دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف ٹوجینٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں۔ جنیوا۔ سویٹزرلینڈ بابتہ نومبر ۱۹۸۷ء صفحات ۱۲' ۱۳

Marfat.com

تصوف اور گیان دھیان کی طرف تھا۔ اس کے مزاج کے اس پہلو میں اس کے پردادا شہنشاہ اکبر کی نہاد طبع کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ شجاع اور مراد بخش مغل شہزادوں کی روایتی صفات سے متصف تھے۔ اب اورنگ زیب ہی وہ شہزادہ رہ جاتا ہے جس کی ہمہ جہتی صلاحیتیں پکار پکار کر اعلان کر رہی تھیں کہ مغل سلطنت کا تاج و تخت اسی کے انتظار میں ہے۔

اورنگ زیب کے ذاتی کردار کے بارے میں تاریخ کے بعض گوشوں سے اختلافی آوازیں بھی اٹھتی سنائی دیتی ہیں لیکن اس کے شدید معترضین بھی اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ وہ ایک دلیر جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا مدبّر اور ماہر نظم و نسق بھی تھا۔ اورنگ زیب میں ایک روایتی مسلم حکمران کے اوصاف کے علاوہ رواداری اور تحمل جیسی صفات بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ اس نے جسونت سنگھ، جے سنگھ اور کئی دیگر نامور راجپوتوں کو اپنے اعتماد میں لے کر انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز کیا لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اورنگ زیب کی ترجیحات میں مملکت کا استحکام سرِ فہرست رہا ہے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کی راہ میں حایل کسی بھی رکاوٹ کو ہٹا دینے میں وہ کوئی باک محسوس نہیں کرتا تھا۔ اپنے باپ شاہ جہاں کو مقید کر کے اورنگ زیب نے اپنی بادشاہت کے اعلان اور داراشکوہ، شجاع، مراد بخش اور خود اپنے بیٹے شہزادہ اکبر کے استیصال کے لئے جو کچھ کیا ان واقعات کو اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے

عقاید اسلامی سے اورنگ زیب کی نمایاں وابستگی کی مثال اُس کے نافذ کردہ محصول جزیہ نیز اس کے اجرا کردہ سکوں میں ملتی ہے۔ شہنشاہ اکبر نے بھی اپنے سکوں پر کلمہ طیبہ کا اندراج موقوف کروا دیا تھا۔ اورنگ زیب نے بھی ایسا ہی کیا لیکن اکبر کا وہ عمل آج کل کی رائج اصطلاح میں سیکولرازم کی تعریف میں آسکتا ہے۔ مگر اورنگ زیب کا یہ عمل " لا یمسّہ الاّ المطہرون" کے ذیل میں آتا ہے۔ اورنگ زیب کے خیال میں چونکہ سکّے ساری مملکت میں گشت کرتے ہیں اور ان کا بلا تفریق مذہب و ملت مسلم و غیر مسلم رعایا کے ہاتھوں میں جانا ناگزیر تھا اس لئے اُن پر کلمہ طیبہ کا اندراج متذکرہ صدر نصِ قرآنی کے مغائر ہوتا اسی لئے اس نے اپنے سکوں پر ایک سیدھا سادہ فارسی شعر درج کرنے کا حکم دیا جس میں اشرفیوں کو "مہر منیر" اور روپیوں کو "بدر منیر" کہا گیا ہے۔ اشرفیوں پر حسب ذیل شعر درج کیا گیا تھا۔

Marfat.com

سکہ زد درجہاں چو مہر منیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

اور روپیوں پر یہ شعر درج تھا

سکّہ زد در جہاں چوں بدر منیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

یہ دونوں شعر میر عبد الباقی المتخلص بہ شہابی کا نتیجۂ فکر ہیں[۵۱]

اپنے مسلک میں اورنگ زیب کی شدّت کی ایک اور شہادت اس کے سکّوں سے ہی ملتی ہے۔ اورنگ زیب نے اپنے آبا و اجداد کی تقلید میں اپنے ہر ایک دار الضرب کے لئے ایک لقب تجویز کیا تھا مثلاً اورنگ آباد کے لئے 'خجستہ بنیاد'، بیجاپور کے لئے 'دار الظفر' وغیرہ اس سلسلے میں دار الضرب حیدر آباد کے لئے جہاں شیعوں کی دم توڑتی ہوئی حکومت آخری سانسیں لے رہی تھی اورنگ زیب نے دار الجہاد[۵۲] کا لقب تجویز کیا تھا۔ مخفی مباد کہ اورنگ زیب سے چھ صدی قبل محمود غزنوی نے بھی اپنے مفتوحہ ہندوستانی علاقوں میں اجراء کردہ سکّوں پر بلاد ہند کے لئے دار الجہاد[۵۳] ہی کا لقب استعمال کیا تھا۔

عظیم الشان سکّوں کی اجرائی کی جو روایت شہنشاہ اکبر کے عہد سے چلی آرہی تھی اور جس کو جہانگیر اور شاہ جہاں نے بھی برقرار رکھا تھا اس کا تسلسل اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں بھی نظر آتا ہے۔ اس تعلق سے تاریخی شواہد کے علاوہ مادّی شہادتیں بھی دستیاب ہیں۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان کیا جاچکا ہے، اورنگ زیب نے شریف مکّہ کے ایلچی کے توسط سے ایک ہزار تولے کی ایک اشرفی بطور نذر حرم کعبہ کے لئے بھجوائی تھی[۵۴]۔ علاوہ ازیں دو سو تولے کی ایک اشرفی اورنگ زیب

---

۵۱ عالم گیر نامہ صفحہ ۳۶۷

۵۲ کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن (کوائنس آف دی مغل ایمپررس) جلد اول۔ اکسفورڈ ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۲۲

۵۳ جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد ۱۶ ۱۹۵۴ء جزو اول صفحات ۱۲۳۔ ۱۲۹

۵۴ ماثر عالم گیری صفحہ ۱۰۸

Marfat.com

کی طرف سے سبحان قلی خاں کے سفیر کو عطا ہوئی تھی[۵۱]۔ ان تاریخی شواہد کے علاوہ ولیم مارسڈن نے بیان کیا ہے کہ اس کو اورنگ زیب کے ایک ایسے روپے کا علم ہے جو گوتھا (سابقہ مشرقی جرمنی) کے نوابوں کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے۔ مارسڈن نے اس روپے کا قطر ۴ر۱ انچ اور اس کا وزن پانچ جرمن پاونڈبیان کیا ہے[۵۲]۔ اورنگ زیب ہی کی ایک سو تولے کی ایک اشرفی کا ذکر جیمس گبس نے بھی کیا ہے۔ جو اس نے مہاراجہ سندھیا کے ذخیرۂ نوادرات میں دیکھی تھی[۵۳]۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس اشرفی پر بھی فارسی شعر درج ہیں لیکن رُخ اول پر مندرجہ حسب ذیل اشعار کے چوتھے مصرعے کو مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ سید شمس اللہ قادری نے غلط پڑھا ہے

شاہ اورنگ زیب عالم گیر
آسماں قدرت و قضا تدبیر
روئی زر از فروغ سکہ اُو
گشت روشن بسان مہر مُنیر[۵۴]

مندرجہ صدر اشعار میں چوتھا مصرعہ محقق مذکور نے اس طرح پڑھا ہے

گشت روشن بجہاں چو مہر منیر

متذکرہ بالا خواندگی میں ایک تو لفظ 'بسان' بمعنی مانند کو 'بجہاں' پڑھا گیا ہے' دوسرے لفظ 'چو' کا غیر ضروری اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جو اشرفی کی تصویر[۵۵] پر نہیں پایا جاتا۔ ایسا کرنے سے مصرعہ ساقط البحر اور مطلب گنجلک ہو جاتا ہے۔ اس اشرفی کے رُخ ثانی پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

---

۵۱ عالم گیر نامہ صفحہ ۶۲۷

۵۲ نیومسیماٹا اورینٹالیا السٹراٹا جلد دوم صفحہ ۶۵۱

۵۳ روئیداد ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال بابتہ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲ . ۵۳ '

۵۴ النقود الاسلامیہ . سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد صفحات ۲۷ . ۲۸ '

۵۵ روئیداد ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال بابتہ مارچ ۱۸۸۵ء صفحات ۵۲ - ۵۳' اور ان سے منسلک تصاویر

Marfat.com

شاہ عالم گیر دریاے کرم اورنگ زیب
آنکہ از قسمت سخایش آب می گیرد سحاب
از فروغ سکہ اش در عرصۂ ہندوستاں
گشت روشن روے زر چوں روی ماہ آفتاب

ان اشعار کے تیسرے مصرعے میں عرصۂ ہندوستان کے الفاظ صحیح معنیٰ میں اورنگ زیب کی حدود مملکت کی وسعتوں پر دلالت کرتے ہیں جو شمال میں کابل اور کشمیر سے جنوب میں چینا پٹن (مدراس) تک اور مغرب میں ٹھٹھ اور بھکر سے مشرق میں جہانگیر نگر (ڈھاکہ) اور اسلام آباد (چٹاگانگ) تک پھیلی ہوئی تھیں۔

اورنگ زیب نے بڑی دراز عمر اور ایک طویل دورِ حکومت پایا تھا لیکن ۱۱۱۹ھ م ۱۷۰۷ء میں اپنے انتقال تک اس نے کسی شہزادے کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کی وفات کے ساتھ ہی سلطنت مغلیہ کے انجام کا آغاز ہو چکا تھا۔ یہ صحیح معنیٰ میں یہ عظیم سلطنت بابر سے شروع ہو کر اورنگ زیب پر ختم ہو گئی ویسے تو اس کے بعد متعدد حکمرانوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے لیکن ابتدائی چھ بادشاہوں بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے مقابلے میں ان سب کی حیثیت تابع مہمل کی سی نظر آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اِن میں دو ایک ضرور اِس قابل تھے کہ اگر قسمت نے یاوری کی ہوتی اور حالات نامساعد نہ ہوتے تو وہ سلطنت مغلیہ کو مزید ایک آدھ صدی تک اسی آب و تاب کے ساتھ قائم رکھنے میں کامیاب ہو جاتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور

ع ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

کے بمصداق سلطنت مغلیہ کے تفرق و تشتت کا عمل اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہی شروع ہو گیا۔

اعظم شاہ

اورنگ زیب کا سب سے بڑا بیٹا شہزادہ معظم اپنے باپ کے انتقال کے وقت کابل میں صوبہ داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ چونکہ اورنگ زیب کے کسی جانشین کی نامزدگی عمل میں نہیں آئی تھی۔ اس لئے امرائے دربار کی سازشیں اپنا رنگ جمانے لگیں۔ شہزادہ معظم کے کابل سے آتے آتے اسد خاں اور اس کے لڑکے ذوالفقار

Marfat.com

نئے امرائے دولت کے ایرانی گروپ کی قیادت کرتے تھے شہزادۂ اعظم کی حمایت کر کے اس کو تخت سلطنت پر متمکن کر دیا۔ اسی اثنا میں شہزادہ معظم نے اپنے بیٹوں کے ہمراہ کابل سے مراجعت کر کے پنجاب کے صوبہ دار منعم خاں کی امداد و اعانت سے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ شہزادہ معظم کی فراخ دلی کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے بھائی شہزادۂ اعظم کو سلطنت میں برابر کا شریک کر لینے پر رضامندی ظاہر کی لیکن شہزادہ اعظم پر اس پیش کش کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور آگرے کے قریب ایک میدان میں دونوں بھائیوں کی فوجیں ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا ہوئیں۔ تقدیر نے شہزادہ معظم کا ساتھ دیا اور شہزادہ اعظم شکست کھا کر مارا گیا۔ اس مختصر سے عرصے میں شہزادہ اعظم نے اپنے نام کے جو سکّے چلائے تھے ان پر فارسی اشعار کا اندراج پایا جاتا ہے۔ جنہیں شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔

شاہ عالم بہادر شاہ اس فتح کے بعد شہزادہ معظم چونسٹھ سال کی عمر میں شاہ عالم بہادر شاہ کے لقب سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس موقع پر شاہ عالم بہادر شاہ کی فراخ دلی کے مظاہرے کی ایک اور مثال پائی جاتی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ شاہ عالم بہادر شاہ نے اسی اسد خاں اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو جنہوں نے شہزادہ اعظم کا ساتھ دے کر اس کے خلاف معرکہ آرائی میں سرگرم حصہ لیا تھا نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اسد خاں کو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز کر دیا۔ شاہ عالم طبعاً ایک شریف النفس اور رحم دل انسان تھا اور بلا تفریق مذہب و ملّت پوری رعایا پر یکساں مہربان۔ شاہ عالم کے اس روادارانہ رویّے کی تشکیل میں اس کی راجپوت ماں کی تربیت کے اثرات بھی کارفرما نظر آتے ہیں چنانچہ شاہ عالم نے اورنگ زیب کے نافذ کردہ محصول جزیہ کو منسوخ قرار دے دیا۔ شاہ عالم کی ان کوششوں کے باوجود عام بے اطمینانی کی جو لہر پیدا ہوگئی تھی وہ زور پکڑتی گئی۔ راجپوت اپنی نشاۃ ثانیہ کے خواب دیکھ رہے تھے جاٹوں کی شورش پسندی بھی ایک مسئلہ بنتی جا رہی تھی اور سکھوں کی ایک نئی طاقت پنجاب میں اُبھر رہی تھی جو سرہند اور ملحقہ علاقوں میں اپنے قدم جما کر لاہور کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ اُدھر دکن میں مرہٹوں کا زور بڑھتا جا رہا تھا جو دراصل سلطنت کا ایک نہایت کمزور پہلو بن چکا تھا۔

کام بخش شاہ عالم نے اپنے چھوٹے بھائی کام بخش کو حیدر آباد اور بیجاپور کا والی

Marfat.com

مقرر کیا تھا۔ جس نے خود اپنے بھائی کے خلاف عَلم بغاوت بلند کر دیا اور اپنے نام کے سکّے بھی جاری کر دیئے۔ کام بخش کی اجرا کردہ اشرفیوں اور روپیوں پر فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا ہے۔ اس شعر کو اسٹینلی لین پول نے اس طرح پڑھا ہے جو درست نہیں ہے۔

سکّہ زد بر خورشید و ماہ

شاہ دکن کام بخش پادشاہ

دراصل ان سکوں پر مندرجہ عبارت یا شعر کو پڑھنے کے لئے ایک دو سکّے دیکھ لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ صحیح عبارت تک پہونچنے کے لئے متعدد سکّوں کو بنظر غائر جانچنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ڈائی پر مندرجہ عبارت تمام و کمال کسی ایک سکّے پر نہیں اُترتی بلکہ کسی سکّے پر اس کا کچھ حصہ آجاتا ہے اور کسی پر کچھ۔ یہاں پر اسٹینلی لین پول نے نہ صرف یہ غلطی کی کہ ان سکوں کے متعدد نمونے نہیں دیکھے بلکہ عبارت کا جو بھی حصہ اس کو کام بخش کی اشرفیوں پر نظر آیا اس کو شعری اور ادبی قواعد کی رو سے ربط دے کر معنی خیز انداز میں لکھنے کی بھی اس نے کوئی کوشش نہیں کی اور نتیجہ معلوم[1]۔ دراصل کام بخش کی اشرفیوں اور روپیوں پر مندرجہ فارسی شعر اس طرح ہے

در دکن زد سکّہ بر خورشید و ماہ

بادشاہ کام بخش دین پناہ

کام بخش کی ان باغیانہ سرگرمیوں کی بنا پر شاہ عالم کو ۱۱۲۰ھ میں اس کی سرکوبی کے لئے فوجی اقدام کرنا پڑا۔ اس مہم کے نتیجے میں کام بخش مارا گیا۔ بالآخر تین چار سال ہی کی مدت میں بغیر کوئی خاص کارنامہ انجام دیئے ۱۱۲۴ھ م ۱۷۱۲ء میں شاہ عالم بہادر شاہ کا انتقال ہوگیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے سکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں جنھیں سی۔ جے براؤن نے غلط پڑھا ہے۔

شاہ عالم بہادر شاہ کی ایک اشرفی پر مندرجہ شعر کو سی جے براؤن نے

---

[1] دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹنلی لین پول صفحہ ۳۷۱ شائع کردہ انڈ انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء

Marfat.com

اس طرح پڑھا ہے

سکہ زد چو صاحب قرانی
بہادر شاہ عالمگیر ثانی

صحیح شعر یوں ہے

بزر زد سکہّ صاحب قرانی
بہادر شاہ عالمگیر ثانی

اسی حکمران کے ایک روپیہ پر مندرجہ شعر کو سی۔ جے براؤن نے یوں پڑھا ہے

سکہ مبارک زد در ہفت کشور بر مہر و ماہ
شاہ جہاں ثانی سلطان معظم بادشاہ

اس شعر کے دونوں مصرعے غلط پڑھے گئے ہیں۔ صحیح شعر اس طرح ہے۔

سکہ زد در ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
ثانی شاہ جہاں سلطان معظم بادشاہ

شاہ عالم ہی کے ایک اور روپیہ پر درج شدہ شعر کو بھی سی جے براؤن نے اس طرح غلط پڑھا ہے

سکہ زد بر زر چو صاحب قرانی
معظم شاہ عالمگیر ثانی

صحیح شعر یوں ہوگا

بزر زد سکہّ صاحب قرانی
معظم شاہ عالمگیر ثانی

ان تینوں اشعار کا حوالہ صفحہ ہذا کے فٹ نوٹ میں درج ہے[1]

---

[1] کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے براؤن' جلد اول صفحہ ۳۰
شائع کردہ آر سی' سینیر لمٹیڈ دہلی' طبع ثانی ۱۹۸۶ء

Marfat.com

عظیم الشان اورنگ زیب کے بعد سلطنت مغلیہ کی تاریخ، تخت حکومت کے دعویداروں کی کمزوری اور نااہلی کا ایک مرثیہ بن کر رہ گئی ہے ۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک کم وبیش سترہ شہزادوں نے ادعائے وراثت پیش کیا جن میں سے کسی نے بھی اُس صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کیا جو ایسے شاندار ماضی کی حامل سلطنت کے ورثا کے شایان شان ہوتی۔ شاہ عالم بہادر شاہ کے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑا عظیم الشان تھا جو اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن چند ہی ماہ کے عرصہ میں ذوالفقار خاں کی مخالفت کی وجہ سے نہ صرف اس کو تخت حکومت بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا، عظیم الشان نے اپنی قلیل مدت حکومت میں جو سکّے رائج کیے ان پر فارسی شعر پایا جاتا ہے

جہاندار شاہ، رفیع الشان عظیم الشان کے بعد ذوالفقار خاں نے دو اور شہزادوں کو جہاندار شاہ اور رفیع الشان کے القاب سے کٹھ پتلی حکمرانوں کی طرح سلطنت مغلیہ کے تخت پر بٹھایا اور چند ہی ماہ میں انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ جہاندار شاہ کے سکّوں پر مندرجہ ایک شعر کو سی۔ جے براؤن نے یوں پڑھا ہے اور غلطی مصرعہ اولیٰ کے پڑھنے میں کی ہے۔ وہ پڑھتا ہے[۱]

سکہ زد در آفاق چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

صحیح شعر اس طرح ہوگا۔

در آفاق زد سکہ چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

مقام حیرت ہے کہ ایک ایرانی محقق مسکوکات قدیمہ آقائی جمال ترابی طباطبائی نے اپنے مرتب کردہ تبریز میوزیم کے کیٹلاگ میں اس سکہ کو زند خاندان کے دوسرے حکمران ابوالفتح ابن کریم خاں زند سے منسوب کیا ہے، محقق مذکور کو صرف ابوالفتح کی کنیت سے تسامح ہوا ہے جو اس غلط انتساب

---

[۱] کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ۔ سی۔ جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۱ شائع کردہ آرسی سینئر لمیٹڈ۔ دہلی۔ طبع ثانی ۱۹۸۶ء

Marfat.com

پر منتج ہوا۔ اگر موصوف نے سکے کی ہندوستانی ساخت، وضع وقطع اور پوری عبارت کو پیش نظر رکھا ہوتا تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔

فرخ سیر

ذوالفقار خاں کے پیدا کردہ عالم انتشار نے ایک نئی لہر کو جنم دیا۔ ہوا یوں کہ سید عبداللہ اور سید حسین جو سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہیں اور علی الترتیب الہ آباد اور بہار کے صوبہ دار تھے ذوالفقار خاں کے خلاف اپنی طاقت آزمائی کی کوششوں میں سرگرم ہوگئے اور نتیجتاً انہوں نے ایک ایسے شہزادے کو ڈھونڈ نکالا جس کے اطراف اُمرائے دولت کی اکثریت جمع ہوگئی۔ یہ شہزادہ عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر تھا۔ اس طرح سید برادران کی کوششیں بارآور ہوئیں اور انہوں نے ۱۱۲۴ھ م ۱۷۱۳ء میں شاہی افواج کو شکست دے کر جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں کے عبرتناک خاتمہ کے بعد فرخ سیر کو سلطنت مغلیہ کے تخت پر بٹھا دیا۔

فرخ سیر نے کم و بیش سات سال تک حکومت کی لیکن کسی بھی قسم کی صلاحیت کی محرومی کی وجہ سے اپنے عہد حکومت میں کوئی خاص کارنامہ انجام نہ دے سکا۔ رفتہ رفتہ سید برادران سے بھی اس کے تعلقات میں ناخوشگواری پیدا ہوتی گئی۔ اسی دوران سید حسین نے جو دکن کا صوبہ دار ہوگیا تھا مرہٹوں سے ایک اہانت آمیز صلح نامہ طے کرکے انہی کی امداد و اعانت سے دہلی پر چڑھائی کردی اور مرہٹوں نے مختصر سی مدت کے لئے سلطنت مغلیہ کی راجدھانی میں دھوم مچا دی اور انہیں کوئی ٹوکنے والا نہ تھا۔ فرخ سیر کسی مقاومت کے موقف میں نہ تھا وہ بھاگ کھڑا ہوا اور بالآخر گرفتار ہوکر قید کرلیا گیا اور چند ہی دن بعد اوائل ۱۱۳۱ھ م ۱۷۱۹ء میں اس کا کام تمام کردیا گیا۔ فرخ سیر کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے کہ فرخ سیر نے اپنے سکوں پر خود کو "بادشاہ بحر و بر" ظاہر کیا ہے۔ اس تعلّی کا واقعات کی دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا، جس کا اظہار اس حکمران کی بے دست و پائی سے اظہر من الشمس ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس عہد کا ایک دانشور شاعر جعفر زٹلی جس کی شہرت صرف ایک ہجو گو کی حیثیت سے ہے صورت حال کے اس تضاد کو برداشت نہ کرسکا اور فرخ سیر کے سکّے پر مندرجہ شعر کی پیروڈی کہی۔

فرخ سیر کے سکّے پر حسب ذیل شعر درج تھا

Marfat.com

سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

جعفر زٹلی نے اس شعر کی پیروڈی اس طرح کی

سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر
بادشاہ پشہ کش فرخ سیر

لیکن جعفر زٹلی کو یہ پیروڈی بہت مہنگی پڑی جس کے نتیجہ میں اُس کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔[۵۱]

رفیع الدرجات، شاہ جہاں ثانی

مغلیہ تاریخ کے آخری دور میں ۱۱۳۱ھ سنہ ۱۱۳۲ھ کو شاہی خاندان کے زوال کا بد ترین مظہر قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اسی ایک سال کے عرصے میں پے در پے چار شہزادوں نے قسمت آزمائی کی اور سب کے سب ناکام رہے، ان میں سے دو شہزادے رفیع الشان کے بیٹے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ تھے جنھیں سید برادران نے کٹھ پتلیوں کی طرح تخت پر بٹھایا تھا جو یکے بعد دیگرے چار چار ماہ حکومت کرنے کے بعد موت کے آغوش میں پہنچا دیئے گئے۔ رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ وائٹ ہیڈ نے رفیع الدرجات کے سکوں پر مندرجہ ایک شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے اور یہ غلطی مصرعہ اولیٰ کے تعلق سے سرزد ہوئی ہے۔[۵۲]

سکہ زد بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

صحیح شعر اس طرح ہے۔

---

۵۱ دی لیٹر مغلس مصنفہ ڈبلیو۔ اروِن۔ جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائیٹی آف انڈیا جلد LXXIII جزو اول۔ شمارہ ۱ تا ۴ سنہ ۱۹۳۴ء۔ صفحات ۲۸۷ تا ۳۶۱۔ نیز ملاحظہ ہو گنج شائیگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی۔ مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۷۔

۵۲ کوائنس آف مغل ایمپررس مرتبہ وائٹ ہیڈ سکہ نشان ۲۷۳ ۲۲۷

Marfat.com

زد سکہ بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

رفیع الدجات کے سکوں پر تو اس کا یہی نام درج ہے البتہ رفیع الدولہ نے اپنا لقب شاہ جہاں اختیار کیا تھا چنانچہ اس کے سکوں پر شاہ جہاں ثانی کا اندراج ہے۔ وائٹ ہیڈ نے رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی کے سکے پر مندرجہ شعر بھی اس طرح غلط پڑھا ہے[1]۔

سکہ زد در جہاں با امن واماں
صاحب قراں ثانی شاہ جہاں'

صحیح شعر یوں ہے

سکہ با امن واماں زد در جہاں
ثانی صاحب قراں شاہ جہاں'

نیکوسیر ان دونوں شہزادوں کے بعد ایک اور شہزادے نیکوسیر نے جو اورنگ زیب کا پوتا اور اس کے باغی شہزادے اکبر کا بیٹا تھا عنان اقتدار سنبھالی لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے نام کے سکے رائج کرتا اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

محمد شاہ نیکوسیر کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کا پوتا اور خجستہ اختر کا بیٹا محمد شاہ سولہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ابتداً اس کو مجبور ہونا پڑا کہ سید برادران کے ظلم وستم اور ان کی چیرہ دستیوں میں ان کی ہمنوائی کرے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں دربار کے ترکی نژاد امرائے کے زیر اثر جن کی رہنمائی چین قلیچ خاں کے ہاتھوں میں تھی محمد شاہ نے سید برادران کے غلبہ واستیلار کا قلع قمع کر دیا۔ سید برادران نے مقاومت پر کمر باندھی لیکن ان کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ سید حسین مارا گیا۔

محمد ابراہیم اس نوبت پر سید عبد اللہ نے ایک اور چال چلی۔ اس نے رفیع الدولہ

---

[1] کیبنٹ آف مسٹر آر بی وائٹ ہیڈ بحوالہ کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ۔ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۲' شائع کردہ آر۔ سی بسینیر لمیٹڈ ۱۹۲۶ء دہلی۔

Marfat.com

کے ایک بھائی محمد ابراہیم کو ۱۱۳۲ھ میں تخت پر بٹھادیا لیکن چین قلیچ خاں کے تدبّر کے مقابلہ میں سید عبداللہ کی چال کامیاب نہ ہوسکی اور ایک ہی مہینے کے عرصے میں ابراہیم کو تخت سے اتار کر قید کردیا گیا۔ اس ایک ماہ کی مدت ہی میں محمد ابراہیم نے اپنے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعر کا اندراج ہے۔ مشہور ماہر مسکوکات قدیمہ اسٹینلی لین پول نے محمد ابراہیم کے سکوں پر مندرجہ فارسی شعر کو اس طرح غلط پڑھا ہے[۵۱]۔

سکّہ بر سیم زد در جہاں
بفضلِ محمد ابراہیم شاہ شاہاں

مندرجہ بالا قرأت سے شعر ساقط البحر اور اس کا مفہوم خبط ہوجاتا ہے۔ اصل میں شعر اس طرح ہے۔

سکّہ زد در جہاں بفضلِ کریم
شاہ شاہاں محمد ابراہیم

سید برادران کے زوال کے بعد محمد شاہ نے چین قلیچ خاں کو جن کا خطاب نظام الملک آصف جاہ تھا وزارت عظمٰی کے عہدے پر فائز کیا اور دکن کی صوبہ داری بھی انہی کو دی گئی۔ نظام الملک آصف جاہ کی صلاحیتوں سے سلطنت مغلیہ کی گرتی ہوئی دیوار کو ضرور سہارا ملتا لیکن حکمران کی عیش پسندی، نااہلی اور تلون طبع نیز درباری امراء کی سازشوں نے آصف جاہ کی کوششوں کو بار آور ہونے نہ دیا۔ محمد شاہ نے ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ م ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء کم و بیش تیس سال تک حکومت کی۔ یہ اتنا طویل دور تھا کہ کوئی بھی باصلاحیت حکمران فہم و فراست، مستقل مزاجی اور مخلص مشیروں کی اعانت سے سلطنت کے ابتر حالات کو استحکام کی منزل تک پہونچا سکتا لیکن یہاں تو ان سب باتوں کا فقدان تھا۔ محمد شاہ سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل شہنشاہ اکبر نے بھی عنفوان شباب میں عنان اقتدار سنبھالی تھی۔ اس کو بھی بیرم خاں کے روپ میں ایک بہادر جرنیل اور مدبّر ماہر

---

۵۱ دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم مصنفہ اسٹینلی لین پول شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۲

Marfat.com

نظم ونسق کی سرپرستی حاصل تھی جس سے اکبر نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سلطنت مغلیہ کی بنیادیں مستحکم کردیں اور پچاس سال تک ایک کامیاب بادشاہ کی طرح حکومت کرتا رہا۔ اس کے برخلاف محمد شاہ نے جو سولہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا اور جس کو چین قلیچ خاں کی صلاحیتوں سے استفادے کا پورا پورا موقعہ بھی ملا تھا اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور عیش وعشرت کی رنگ رلیوں میں وقت برباد کرتا رہا' مغل سلطنت جو تقریباً پورے برصغیر تک پھیل چکی تھی ایک عالم انتشار سے دوچار ہوگئی۔

سلطنت مغلیہ کے مرکز کی انتشاری کیفیت کے پیش نظر نظام الملک آصف جاہ' دہلی سے زیادہ اپنا وقت دکن میں گزارنے لگے تھے۔ انہوں نے بالکل صحیح طریقہ پر یہ سوچا کہ دہلی میں سلطنت کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لئے اُن کی کوششیں بار آور نہ ہوسکیں گی اس لئے آصف جاہ نے اپنی پوری توجہ اپنے صوبہ دکن کی طرف مبذول کردی تاکہ کم از کم اس علاقے کو مرہٹوں کی دستبرد سے بچایا جاسکے۔ بالآخر نظام الملک آصف جاہ نے ۱۱۳۶ھ م ۱۷۲۴ء میں اپنے صوبہ دکن میں خود مختاری کا اعلان کردیا۔ یہاں یہ امر بطور خاص لائق ذکر ہے کہ اعلانِ خود مختاری کے باوجود نظام الملک آصف جاہ نے اپنے نام کے کوئی الگ سکے اجراء نہیں کئے بلکہ دکن میں بھی مغل حکمرانوں کے سکے ایک مُدت مدید تک رائج رہے تاآنکہ ۱۲۷۵ھ م ۱۸۵۷ء میں مغلیہ خاندان کا چراغ ہمیشہ کے لئے گُل ہوگیا۔

محمد شاہ کے عہد حکومت ہی میں ہندوستان پر نادر شاہ کے حملے کا سانحہ پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۷۳۷ء میں نادر شاہ نے دلی دربار کے ایرانی گروپ کی دعوت پر فوج کشی کرکے پہلے تو قندھار اور کابل پر قبضہ کرلیا اور پھر پنجاب کا رُخ کرکے لاہور میں داخل ہوگیا۔ مغل فوجوں نے نادر شاہ کی پیش قدمی کو روکنے کی پوری کوشش کی لیکن کرنال کے قریب ایک گھمسان لڑائی میں انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی صلح کی شرائط طے ہو رہی تھیں کہ محمد شاہ نے نادر شاہ کے کیمپ پہونچ کر خود کو اس کے حوالے کردیا اور پھر دونوں فوجیں مصالحت کے بعد ۱۹ ر مارچ ۱۷۳۸ء کو دہلی میں داخل ہوگئیں۔ دونوں فوجوں کے دہلی میں داخلے کے بعد فضا نہایت خوشگوار ہوگئی تھی مگر بدقسمتی سے دِلی کے کسی شہری یا سپاہی کی نادر شاہ کے ایک فوجی سے معمولی سی تکرار نے نادر شاہ کے غیض وغضب کو پھر سے للکارا اور اس نے قتل عام کا حکم

Marfat.com

نادری صادر کردیا، جس کے نتیجے میں دلی کے کوچہ و بازار انسانی خون کے سیلاب کی زد میں آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس المناک واقعے میں کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار افراد کی جانیں گئیں۔ شرائط صلح میں نادر شاہ نے کوہ نور، تخت طاؤس اور دیگر بیش قیمت اشیا کے علاوہ سلطنت مغلیہ کا وہ علاقہ بھی حاصل کرلیا جو دریائے سندھ کے مغرب میں واقع تھا۔

محمد شاہ کی زندگی کے آخری چند سال بڑی دل شکستگی کے عالم میں گزرے اور بالآخر ۱۱۶۱ھ م ۱۷۴۸ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ محمد شاہ کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں اور حیرت ہے کہ ان اشعار میں بھی وہی تعلی نظر آتی ہے اور حکمران کو "بادشاہ زماں" اور سکوں کو "روشن تر از مہر و ماہ" بتلایا گیا ہے۔ محمد شاہ کے سکوں پر مندرجہ ایک شعر کو سی، جے براؤن نے صحیح طریقے پر نہیں پڑھا ہے[۱] جو حسب ذیل ہے۔

سکہ زر زد ز فضل اللہ
بادشاہ جہاں محمد شاہ

صحیح شعر یوں ہے

سکہ زد در جہاں ز فضل اللہ
بادشاہ زماں محمد شاہ

محمد شاہ کے عہد ہی میں انقراض مملکت کا عملاً آغاز ہو چکا تھا۔ نظام الملک آصف جاہ اول نے ۱۷۲۴ء میں صوبہ دکن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا تھا۔ اور فرانسیسیوں نے دوست علی خاں صوبہ دار ارکاٹ سے ۱۷۳۱ء میں سکے مضروب کرنے کی اجازت حاصل کرلی تھی اور اسی سال ماہ دسمبر سے پانڈیچری میں سکے مضروب کیے جانے لگے تھے[۲]۔ انگلستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے بھی نواب سعادت اللہ خاں صوبہ دار ارکاٹ سے ۱۷۴۲ء میں سکے مضروب

---

[۱] کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے براؤن جلد اول صفحہ ۲۲ شائع کردہ آر بسی پینیر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی۔

[۲] دی کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ، جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۳۰، مرتبہ جے۔ آر۔ ہنڈرکن

Marfat.com

کرنے کی اجازت لے لی تھی مگر ایسے سکّوں کی اجرائی ۱۷۵۹ء سے عمل میں آئی[۱]۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس طرح اجرا شدہ سکّوں پر برائے نام ہی سہی مغل بادشاہ کے نام کا اندراج پایا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں تو اُن پر وہی شعر درج ہے جو محمد شاہ کے عام سکّوں پر نظر آتا ہے۔

محمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

احمد شاہ

احمد شاہ نے ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ م ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء چھ سال تک حکومت کی۔ یہ دور بھی بڑا پُر آشوب رہا۔ جس میں دربار کے ایرانی اور ترک نژاد امراء کی باہمی آویزشیں، جاٹوں کی شورشیں اور روہیلوں کی باغیانہ سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں۔ راجپوتانے میں سابق حکمرانوں کی رقابتیں اور دکن میں مرہٹوں کی اُبھرتی ہوئی طاقتیں مملکت کے انتشاری ماحول میں آگ پر تیل کا کام کر رہی تھیں۔ ایسے میں افغانستان کے ایک اور مہم پسند حکمران احمد شاہ دُرّانی نے ۱۷۴۸ء میں لاہور پر حملہ کر دیا۔ اگرچیکہ وقتی طور پر مغل فوجوں نے احمد شاہ دُرّانی کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ لیکن بعد میں احمد شاہ دُرّانی نے اپنی طاقت میں اضافہ کر کے پھر ہندوستان کا رُخ کیا اور اب اس کے آگے مغل افواج بے بس ہو گئیں۔ احمد شاہ درّانی کو اس کامیابی کے صلے میں لاہور اور ملتان کے علاقے مل گئے۔

اب حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ گجرات پر مرہٹوں کا تسلط ہو چکا تھا۔ مالوہ اور راجپوتانے نے مرکز کو خراج دینا بند کر دیا تھا کیونکہ مالوے کا الحاق دکن سے ہو چکا تھا اور راجپوتانے میں پُرانے راجاؤں کے نام لیوا اپنی طاقتوں کو اکٹھا کر رہے تھے۔ آگرے کے جنوب میں جاٹوں کا زور تھا اور گنگ وجمن کے وسطی دوآبے میں فرخ آباد کے بنگش پٹھانوں کی للکار سنائی دے رہی تھی۔ اودھ اور الہ آباد ایک طرح سے وزرائے اودھ کی سلطنت بن چکے تھے۔ مشرقی صوبوں بہار، بنگال اور اڑیسہ میں اللہ وردی خاں کے خاندان کا زور تھا۔ مرکزی حکومت دہلی اور اس کے مضافات تک سمٹ کر رہ گئی تھی جہاں غازی الدین خاں کا طوطی بول رہا تھا جس نے اپنی دراز دستیوں کو کافی نہ سمجھ کر احمد شاہ کو تخت سے اُتار دیا۔

---

[۱] دی کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم صفحہ ۱۳۱، مرتبہ جے آر، ہنڈرسن

Marfat.com

احمد شاہ کے سکوں پر بھی فارسی شعر پایا جاتا ہے جس کو سی 'جے' براؤن نے اس طرح غلط پڑھا ہے[1]

سکہ زد بر زر بفضل الٰہ
شاہ عالم پناہ احمد شاہ

صحیح شعر اس طرح ہے۔

سکہ بر زر زدہ بفضل الٰہ
شاہ عالم پناہ احمد شاہ

عالمگیر ثانی

احمد شاہ کو تخت سے اُتارنے کے بعد غازی الدین خاں نے وزارت کا عہدہ خود سنبھال لیا اور جہاندار شاہ کے ایک پچپن سالہ بیٹے کو عالمگیر ثانی کے لقب سے ۱۱۶۷ھ م ۱۷۵۴ء میں تخت پر بٹھا دیا۔ عالمگیر ثانی بھی غازی الدین خاں کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی تھا۔ اکتوبر ۱۷۵۷ء میں احمد شاہ دُرّانی نے پھر دہلی پر حملہ کیا' اور کثیر مالِ غنیمت لے کر واپس ہو گیا۔ نومبر ۱۷۵۹ء میں عالمگیر ثانی بھی غازی الدین خاں کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کا پانچ سالہ' تکلیف دہ' دورِ حکومت اِس اذیت ناک انجام پر اختتام کو پہونچا۔

عالمگیر ثانی کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں جنھیں سی۔ جے براؤن نے یوں غلط پڑھا[2]

سکہ بر زر زد چوں صاحب قرانی
عزیز الدین عالمگیر ثانی
سکہ زر یافت رونق چو مہر منیر
از نام شاہ جہاں بادشاہ عالمگیر

---

[1] کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے۔ براؤن جلد اول' صفحہ ۳۳' شائع کردہ آر۔ سی۔ سینر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی۔

[2] " " " " " " " "

Marfat.com

دونوں صحیح اشعار اس طرح ہیں

بزر زد سکۂ صاحب قرانی
عزیز الدین عالم گیر ثانی
بیافت رونق ازیں سکہ زر جو مہر منیر
ز نام شاہ جہاں بادشاہ عالم گیر

شاہ جہاں ثالث، شاہ عالم ثانی

عالم گیر ثانی کے قتل کے بعد غازی الدین خاں نے ایک نئے شکار کی تلاش شروع کر دی چنانچہ اس نے ۱۷۵۹ء میں کام بخش کے ایک پوتے کو شاہ جہاں ثالث کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔ شاہ جہاں ثالث کا دورِ حکومت بھی مختصر رہا کیونکہ تخت کا حقیقی وارث عالم گیر ثانی کا بیٹا عالی گہر تھا، جس نے شاہ عالم ثانی کے لقب سے ۱۱۷۳ھ م ۱۷۵۹ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ امرائے سلطنت کی غالب اکثریت شاہ عالم کے ساتھ تھی۔ اور اس کی خوش نصیبی سے ہمسایہ ملک افغانستان کے طاقتور حکمران احمد شاہ دُرّانی نے ۱۷۶۱ء میں ہندوستان پر پھر حملہ کیا۔ اس زمانے میں دارالسلطنت دہلی میں مرہٹوں کا بڑا زور تھا۔ احمد شاہ دُرّانی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی اور غازی الدین خاں نیز اس کے کٹھ پتلی حکمران شاہ جہاں ثالث کو اقتدار سے بے دخل کر کے شاہ عالم ثانی کی حکومت کی بنیادیں وقتی طور پر ہی سہی مستحکم کر دیں۔

شاہ عالم ثانی کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر کو سی۔ جے براؤن نے اس طرح غلط پڑھا ہے[1]

سکہ زد صاحب قرانی ز تائید الٰہ
حامی دیں محمد شاہ عالم بادشاہ

---

[1] کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ۔ مرتبہ سی۔ جے براؤن۔ جلد اول صفحہ ۳۴ شائع کردہ آر۔ سی۔ سینیر لمیٹڈ دہلی ۱۹۸۶ء

Marfat.com

صحیح شعر اس طرح ہے

سکۂ صاحب قرانی زد زتائید الٰہ
حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

شاہ عالم کے دورِ حکومت میں ہندوستان میں ابھرتی ہوئی ایک بیرونی طاقت یعنی برطانوی حکومت حصول اقتدار کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی جن کا آغاز بنگال میں ہوچکا تھا۔ ابتداءً شاہ عالم ثانی تقاضائے وقت کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ چنانچہ اس نے ۱۷۶۱ء میں بنگال پر حملہ کیا اور ناکام رہا۔ پھر ۱۷۶۴ء میں شاہ عالم نے شجاع الدولہ کی مدد لے کر بنگال پر دوبارہ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اس کو بکسر کے میدان میں شکست فاش ہوئی۔ اس ہزیمت کے دوسرے ہی دن شاہ عالم نے برطانوی کیمپ میں حاضری دی اور وہ دن دراصل سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کا دن تھا۔ اس کے بعد سے سلطنت مغلیہ عملاً ایک قصۂ پارینہ بن گئی۔ پھر ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو الہ آباد میں طے شدہ ایک معاہدے کی رُو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال، بہار، اور اڑیسہ کی دیوانی اور اُن علاقوں کے مالیاتی نظم و نسق کا مختار بنادیا گیا، جس کے معاوضے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے شاہ عالم ثانی کو اس کے اعزاز اور وقار کی بقا کے لیے ایک معقول سالیانہ دینے سے اتفاق کرلیا۔ بالفاظ دیگر شہنشاہ ہندوستان ایسٹ انڈیا کمپنی کا وظیفہ خوار بن گیا

بیدار بخت

شاہ عالم کے مابقی دورِ حکومت میں کئی نشیب و فراز آتے رہے اور وقتاً فوقتاً اِس کو ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد ملتی رہی تاآنکہ ۱۷۸۸ء میں ایک اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ انھی دِنوں غلام قادر روہیلہ نے قابو پاکر شاہ عالم ثانی کو بے رحمانہ طریقے سے اندھا کردیا اور اس کی جگہ احمد شاہ کے بیٹے بیدار بخت کو کٹھ پتلی حکمران بنادیا۔ اِس واقعے کے فوراً بعد مرہٹوں نے دہلی پر چڑھائی کرکے مجرموں سے انتقام لیا، اور مدعی سلطنت بیدار بخت کو بے دخل کردیا۔

بیدار بخت کے سکوں پر مندرجہ فارسی شعر کو سی۔ جے۔ راجرس اور سی جے براؤن؛ دونوں نے اس طرح غلط پڑھا ہے۔ راجرس یوں پڑھتا ہے

Marfat.com

بزر سکہ زد والی تاج وتخت
شاہ جہاں محمد بیدار بخت[1]

براؤن کی قرأت اس طرح ہے

سکہ زد بزر وارث تاج وتخت
شاہ جہاں محمد بیدار بخت[2]

مندرجہ بالا شعر صحیح طور پر اس طرح پڑھا جائے گا

بزر سکہ زد وارث تاج وتخت
محمد جہاں شاہ بیدار بخت

مرہٹوں نے مظلوم شاہ عالم ثانی کو کلیتہً اپنے قابو میں رکھا تا آنکہ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے اس کو مرہٹوں کی قید سے اور حکومت کو اُن کی بالادستی سے نجات دلائی۔ بحیثیت مجموعی شاہ عالم ثانی نے وقت اور حالات سے صلح کر لی تھی جس کے نتیجہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اس کے روابط خوشگوار ہی رہے۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اجرا کردہ سکوں پر شاہ عالم ثانی کا نام پایا جاتا ہے۔

اکبر شاہ ثانی شاہ عالم ثانی نے ۱۲۲۱ھ م ۱۸۰۶ء میں وفات پائی اور اس کے بعد اُس کا بیٹا اکبر شاہ ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا اور ۱۲۵۳ھ م ۱۸۳۷ء تک برائے نام حکومت کرتا رہا۔ یہاں برائے نام کی اصطلاح یوں بھی صادق آتی ہے کہ دریں اثنا ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو چکی تھیں اُن میں رائج سکوں پر اکبر شاہ ثانی کا نام بھی پایا جاتا ہے۔

---

[1] دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف انڈیا کلیکٹیڈ بائی چارلس جے۔ راجرس، اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ، مرتبہ سرجیمس لیال اینڈ ایچ سی فانشو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء تمہید صفحہ XVI

[2] کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی۔ جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۴، شائع کردہ آر۔ سی سینفیر لمیٹیڈ دہلی۔ ۱۹۸۶ء۔

Marfat.com

اکبر شاہ ثانی کے سکوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ اکبر شاہ ثانی کے سکے پر مندرجہ ایک شعر کو مصنف گنج شایگاں نے اس طرح غلط پڑھا ہے[۱]

سکہ مبارک صاحبقران ثانی
محمد اکبر نسلِ چینگیز خانی

صحیح شعر یوں ہے

مبارک سکہ صاحبقرانی
محمد اکبرِ چنگیز ثانی

بہادر شاہ ظفر

اکبر شاہ ثانی کے بعد اس کا بیٹا سراج الدین بہادر شاہ ثانی کا لقب اختیار کرکے ۱۸۳۷ء میں تخت نشین ہوا، بہادر شاہ ثانی بھی اپنے باپ اکبر شاہ ثانی اور دادا شاہ عالم ثانی کی طرح انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ اس کا دورِ حکومت بھی اپنے پیشروؤں کی طرح کارہائے نمایاں سے خالی رہا، البتہ بہادر شاہ کے دربار میں اردو شاعری کا خوب چرچا تھا۔ امورِ سیاست یا کاروبارِ سلطنت سے دربار کا تعلق نہ ہونے کے برابر تھا اور انگریزوں کا اثر و نفوذ پورے ملک میں بڑھتا جارہا تھا۔ ہندوؤں کے روشن خیال طبقے اور مسلمانوں کے علماء میں ایک طرح کی انگریز بیزاری اور وطن پرستی کی لہر پیدا ہو چکی تھی دیسی رؤساء بھی غیر مطمئن تھے لیکن انہیں اپنے اپنے علاقوں کے باغی عناصر کی سرکوبی کے لئے انگریزوں کی پشت پناہی درکار تھی۔ دکن سے وہ جو ایک مجاہد آزادی ٹیپو سلطان کے روپ میں اُٹھا تھا اس کو بھی انگریزوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے نصف صدی قبل زیر کرلیا تھا۔ تاہم ٹیپو سلطان کے نعرۂ آزادی وطن کی گونج ملک کے گوشے گوشے میں پھیل چکی تھی۔ انگریزوں کے پاس "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کا جو ایک حربہ تھا اب انہوں نے اپنے خلاف اُٹھتی ہوئی بیزاری کی لہروں کو دبانے کے لئے اسی حربے سے کام لینا شروع کردیا تھا۔ لیکن ان کی یہ چال کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی اور لوگوں کے سینوں میں بیرونی انگریز طاقت کے خلاف ایک جوالا مکھی پک رہا تھا، دلی کا دربار خاموش ا

---

[۱] گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی۔ مطبوعہ مُراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۷

Marfat.com

بے بس تھا، لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کے دانشور، دیسی ریاستوں کے وطن دوست عناصر نیز خود برطانوی افواج کے دلیر اور وطن کا درد رکھنے والے سورما اندر ہی اندر ایسی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے جن پر عمل کر کے آزادی وطن کا مقصد حاصل ہو سکتا۔

بالآخر یہ آتش فشاں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پھٹ پڑا۔ دہلی مجاہدین آزادی کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ آزادی کے متوالے فوجیوں کی قیادت جنرل بخت خاں کر رہا تھا۔ تحریک آزادی کے علمبرداروں کو بہر حال ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی جس کے گرد جمع ہو کر وہ اپنی جدوجہد کو منظم کر سکتے۔ ایسا مرکز انہیں بہادر شاہ کی ذات میں نظر آیا، جس کے گرد بلا تفریق مذہب و ملّت ہندو اور مسلمان جمع ہو گئے۔ بعض دیسی رؤسا کی دلی ہمدردیاں بھی اُن کے ساتھ تھیں، مگر وہ کھل کر میدان میں اُتر نہ سکتے تھے۔ انگریزوں کے قدم ڈگمگانے لگے۔ دہلی کا ریجنٹ مارا گیا، اور ہر طرف انگریزوں کے خلاف نفرت کا طوفان اُمڈتا نظر آتا تھا۔ اس موقع پر بھی انگریزوں نے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے اپنے پرانے حربے سے کام لیا اور نتیجتاً چار ماہ سے چل رہی سرفروشوں کی یہ تحریک ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دم توڑ گئی۔

جدوجہد آزادی کے دوران مجاہدین نے بہادر شاہ کے نام سے مخصوص اشرفیاں مضروب کروائی تھیں[۱]۔ جن پر مندرجہ ذیل شعر درج تھا۔

بزر زد سکۂ نصرت طرازی
سراج الدین بہادر شاہ غازی

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شعر مرزا غالب نے کہا تھا اور اس خیال کی تائید خود اُن کے خط بنام یوسف مرزا سے ہوتی ہے[۲]۔ مقام حیرت ہے کہ مرزا غالب نے اس شعر سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا اور مکتوب مذکور میں یہ لکھا کہ

---

[۱] چراغ دہلی مصنفہ مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ کرزن پریس دہلی، دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۱۳۲ پر اردو ترجمہ درج ہے
[۲] اردوئے معلیٰ مصنفہ مرزا غالب مطبع اردو گائیڈ کلکتہ ۱۸۸۲ء صفحہ ۳۷۵،

Marfat.com

"بادشاہ شاعر، بادشاہ کے بیٹے شاعر، بادشاہ کے نوکر شاعر، خدا جانے سکہ کس نے کہا۔ اخبار نویس نے میرا نام لکھ دیا۔"[1]

لیکن جدوجہد آزادی کے ناکام ہوجانے کے بعد جب انگریزوں نے اپنے مخالفین اور بہادر شاہ کے مؤیدین کے خلاف تحقیقات کا آغاز کیا تو مرزا غالب سے بھی باز پرس ہوئی اور دارالضرب سے مرزا غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ شعر مجسٹریٹ نے اُن کے سامنے رکھدیا۔ اب مرزا کے لئے کوئی گنجایش باقی نہ رہی اور " نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" والی کیفیت پیدا ہوگئی مرزا نے نہایت معصومانہ انداز میں یہ اعتراف کیا کہ

" میں نے سکہ کہا تو اپنی جان اور حُرمت بچانے کو کہا۔"[2]

بہادر شاہ ظفر کے سکوں پر فارسی اشعار کے علاوہ مندرجہ ذیل اُردو اشعار بھی پائے گئے ہیں۔[3]

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم میں
خطِ شعاع سے اوسپر جو یہ نہ ہو تحریر
ابوظفر شہ والا گہر بہادر شاہ
سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر
جہاں مسخّر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک مؤیّد و اختر معین و بخت نصیر

---

[1] ماہنامہ "شاعر" غالب نمبر، مضمون غالب کی کہانی از ڈاکٹر ظ۔ انصاری صفحہ ۵۹

[2] اُردوئے معلیٰ مصنفہ مرزا غالب مطبوعہ اُردو گائیڈ کلکتہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۳۷۵

[3] گنج شائگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مُراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۸

Marfat.com

ان اشعار کے بارے میں وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کس کا نتیجۂ فکر ہیں۔ لیکن ان اشعار کے پس منظر میں جو انداز نظر جھلک رہا ہے وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان کا خالق بھی مرزا غالبؔ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ تحریک آزادی کی ناکامی کے ساتھ وہ شمع ہمیشہ کے لئے گُل ہو گئی جس کو ظہیر الدین بابر نے روشن کیا تھا۔ اور جس کی لَو کو تیز کرنے میں ھمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالم گیر نے اپنی بے پناہ صلاحتیں صرف کر دی تھیں۔

●●

Marfat.com

سلطنت خداداد میسور کے سکّوں پر فارسی اشعار

سلطنت خداداد میسور کے بانی حیدرعلی کے اقتدار پر آنے سے قبل ریاستِ میسور کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ میسور کے ہندو راجا بظاہر دہلی کے مغل حکمرانوں کی نیابت کا دم بھرتے تھے لیکن آخری دور میں وہ مختلف سمتوں سے دباؤ کا شکار ہو چکے تھے۔ کبھی نظام دکن میسور پر چڑھائی کرتے تو کبھی پونا کے مرہٹے پیشوا اپنی فوجیں میسور کی طرف بڑھاتے۔ اسی زمانے میں حیدرعلی ایک اونچے اوسط درجے کے مسلم گھرانے میں ریاست میسور کے ضلع کولار کے ایک گاؤں بودی کوٹہ میں ۱۱۳۴ھ م ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا۔[1] اس زمانے میں حیدرعلی کا باپ شیخ فتح محمد ریاست میسور کے علاقہ سرا کے گورنر عابد خاں کے ماتحت منصب دو ہزاری پر فائز تھا۔

اُس دور کی درباری سازشوں کے نتیجے میں حیدرعلی کا باپ فتح محمد مارا گیا۔ اس وقت حیدرعلی کی عمر پانچ سال تھی اور اُس کا خاندان آرام و آسایش کی زندگی سے محروم ہو کر عُسرت و پریشانی سے دوچار تھا لیکن اُسی دَور میں حیدرعلی کے ایک ننھیالی عزیز حیدر صاحب نے جو خود میسور کے راجا کی ملازمت میں تھا اس خاندان کی کفالت اپنے ذمّے لے لی اور انہیں سرنگاپٹم بلا لیا۔ سرنگاپٹم میں حیدرعلی اور اس کے بھائی کی پرورش اور تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ یہ بچے فنونِ سپہ گری، تیغ زنی، کمند افگنی، اسپ رانی اور تفنگ اندازی میں ایسے مشّاق ہو گئے کہ نامور سپاہیوں کی نگاہیں بھی ان پر پڑنے لگیں اور بالآخر اُن کے سنّ شعور تک پہونچتے پہونچتے اُن کے مُربّی حیدر صاحب نے میسور کے وزیر نندراج کے پاس انہیں لے جا کر فوج کے ابتدائی عہدوں پر فائز کروا دیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب حیدرعلی کی اعلیٰ صلاحیتوں کے جوہر نمایاں ہونے لگے تھے یہاں تک

---

[1] تاریخ سلطنت خداداد میسور مصنفہ محمود خاں محمود بنگلوری شایع کردہ ہمالیہ بُک ہاؤز دہلی سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ ۵۰

Marfat.com

کہ وہ درجہ بدرجہ ترقی کر کے علاقۂ ڈنڈی گل کا گورنر مقرر ہوگیا۔[1] اسی زمانے میں میسور کے اطراف ارکاٹ و ترچناپلی میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان اپنا اپنا اثر و رسوخ پھیلانے کی کشمکش جاری تھی اور ادھر نظام دکن اور مرہٹے بھی اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کرناٹک پر اپنا تسلط قائم کرلیں۔ ارکاٹ کے چندا صاحب کی حمایت صلابت جنگ اور فرانسیسی کر رہے تھے اور ترچناپلی کے والاجاہ محمد علی نے میسور کے وزیر نندراج اور انگریزوں سے امداد طلب کی تھی۔ نندراج نے افواجِ میسور کو ساتھ لے کر ترچناپلی کی طرف پیش قدمی کی۔ اُس وقت حیدر علی نندراج کا دستِ راست تھا۔ ان معرکوں میں حیدر علی نے اپنی جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے کہ چندا صاحب اور فرانسیسی عاجز آگئے تھے۔ فرانسیسیوں کی متعدد توپوں پر بھی حیدر علی نے قبضہ کرلیا تھا لیکن نظام الملک کی فوجوں کا پلّہ بھاری تھا چنانچہ انہوں نے سرنگاپٹنم کا محاصرہ کرلیا اور بالآخر ایک معقول زرتاوان لے کر واپس ہوئیں۔ ابھی نظام دکن کی فوجیں واپس ہو ہی رہی تھیں کہ پونا کے پیشوا بالاجی باجی راؤ نے خراج وصول کرنے کے لئے اپنا لشکر میسور کی طرف بڑھا دیا۔ یہاں خزانے میں رکھا ہی کیا تھا۔ بہر حال راجہ نے مرہٹوں کو ایک کروڑ روپیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور بطور ضمانت ملک کا بہت بڑا حصہ ان کی کفالت میں دے دیا۔ چنانچہ مرہٹوں نے اپنی طرف سے بلونت راؤ کو اس علاقے کا صوبہ دار مقرر کردیا اور اب میسور کے راجہ کی حکومت صرف سرنگاپٹنم اور اس کے مضافات تک محدود ہو کر رہ گئی۔

حیدر علی کی قسمت نے پھر یاوری کی۔ مرہٹے ابھی میسور کے مکفولہ علاقوں پر اپنا تسلط جما ہی رہے تھے کہ پانی پت کا وہ عظیم سانحہ پیش آیا جس نے مرہٹوں کو ایسی ٹھیس پہنچائی کہ وہ پھر سنبھل نہ سکے۔ یہ احمد شاہ درّانی کا ہندوستان پر آخری حملہ تھا۔ اب مرہٹے میسور کے علاقوں میں اپنے قدم جمانے کے موقف میں نہ رہے تھے۔ حیدر علی کو اُس کی نمایاں خدمات کے صلے میں میسور کی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا گیا تھا۔ مرہٹوں پر اس نئی اُفتاد کے بعد تو حیدر علی کے لئے میدان صاف تھا اور اُس نے بغیر کسی خاص مزاحمت کے اُن تمام علاقوں پر دوبارہ قبضہ کرلیا جو مرہٹوں کے زیر کفالت آچکے تھے۔[2]

---

[1] تاریخ سلطنت خداداد میسور مصنفۂ محمود خاں محمود بنگلوری شائع کردہ ہمالیہ بک ہاؤز۔ دہلی سنہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۵۳

[2] ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۵۷

Marfat.com

اس زمانے میں میسور کے راجہ کے خاندان اور وزیر نندراج کے درمیان اختلافات رونما ہونے لگے تھے۔ جن میں آہستہ آہستہ بڑی شدّت پیدا ہوگئی۔ راجہ، رانیاں اور خاندان کے دیگر افراد خود کو نندراج کے مقابلے میں بے بس محسوس کرنے لگے تھے حتیٰ کہ کھنڈے راؤ کے توسط سے حیدر علی سے خواہش کی کہ راجہ کو نندراج سے نجات دلائی جائے۔ حیدر علی کو اس کام میں کسی دشواری کا سامنا کرنا نہ پڑا۔ اس نے بآسانی اپنی مخصوص حکمت عملی کے ذریعے نندراج اور اس کے بھائی سے اسنادِ وزارت لے کر راجہ کے حوالے کر دیں۔ نندراج اپنی جاگیر کو چلا گیا اور راجہ کی گھٹن دور ہوگئی۔ اس واقعہ سے حیدر علی کے وقار میں مزید اضافہ ہوا۔[1]

دراصل حیدر علی اب اپنے عروج کی آخری منزلوں کی راہ پر گام زن تھا۔ اسی اثنا میں دلّی کے حکمران شاہ عالم ثانی کا سفیر حیدر علی کے نام صوبہ داری سرا کا فرمان[2] لے کر آیا جس کے ساتھ بادشاہ نے حیدر علی کو شمشیر مرصّع، سپر، پالکی، ماہی مراتب اور نقارہ ونشان مع خطاب نواب سے سرفراز کیا تھا۔ چونکہ انتظام مملکت میں راجہ کی مداخلت کی وجہ سے بعض اوقات پیچیدگیاں پیدا ہو رہی تھیں اور سازشیوں کو اپنے جال بچھانے کا موقع فراہم ہو رہا تھا اس لئے حیدر علی نے چند بیش بہا تحایف کے ساتھ راجہ سے باریابی کی اجازت چاہی اور نذر گزراننے کے بعد تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے راجہ سے گزارش کی کہ ریاست کا نظم ونسق خود اُس (حیدر علی) کو تفویض کر دے اور اس طرح راجہ کے ذاتی مصارف کے لئے تین لاکھ کی جاگیر مختص کر کے حیدر علی نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے آزاد حکمران ہونے کا اعلان[3] کر دیا۔ یہ تھا حیدر علی کے اِرتقاء وعروج کا ایک اجمالی خاکہ اور سلطنت خداداد میسور کے قیام کا پس منظر۔

جہاں تک مسکوکات کا تعلق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیدر علی ان کی اجرائی کے سلسلے میں کسی جدت طرازی کی طرف مائل نہ تھا۔ اس کے اجرا کردہ چند اقسام کے تانبے کے سکّے[4] تو اس کے پیشرو ہندو راجاؤں کے سکّوں کے نمونہ پر ہی تھے۔ حیدر علی کے سونے کے سکّوں پر بھی ضلع شموگہ (میسور) کے علاقہ اِکیری کے نائکوں اور وجیانگر کے ہندو راجاؤں کے سکوں[5] کے اثرات غالب ہیں البتہ ان سکّوں پر

---

[1] تاریخ سلطنت خداداد میسور مصنفہ محمود خاں محمود بنگلوری شائع کردہ ہمالیہ بک ہاؤز دہلی سنہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۶۰
[2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ایضاً ایضاً صفحہ ۶۶

Marfat.com

حیدر علی نے اپنے نام کا پہلا حرف (ح) نمایاں طور پر درج کروایا تھا۔ اب تک حیدر علی کا ایسا کوئی سکہ نہیں ملا ہے جس پر فارسی شعر کا اندراج ہو۔

حیدر علی کی وفات کے بعد ۲۰ محرم ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء کو فتح علی خاں المعروف بہ ٹیپو سلطان اپنے باپ کے جانشین کی حیثیت سے تخت پر بیٹھا۔ حیدر علی اگرچہ خود ان پڑھ تھا لیکن اس نے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ چنانچہ ٹیپو سلطان اس وقت کے علوم متداول میں کامل دستگاہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ فرانسیسی فوجی افسروں سے اعلیٰ تربیت بھی حاصل کر چکا تھا جو اس کے متعدد معرکہ آرائیوں بالخصوص انگریزوں کے ساتھ اس کے محاربات میں بہت کام آئی حیدر علی کے آخری ایام میں انگریزوں سے میسور کی افواج برسر پیکار تھیں اور یہ سلسلہ ٹیپو کی تخت نشینی کے بعد بھی جاری رہا۔ انگریزی فوج اسٹیوارٹ اور جنرل لانگ کے ماتحت وانڈی واش میں پڑاؤ ڈالے ہوئی تھی۔ ٹیپو سلطان نے ایک دوسرا راستہ اختیار کر کے انگریزوں کو جا لیا۔ اس مہم میں دو ہزار فرانسیسی سپاہی بھی سلطان کے لشکر میں تھے۔ لیکن یہ مہم بغیر کسی مقابلے کے اس وجہ سے سر ہو گئی کہ ٹیپو سلطان کی آمد کی اطلاع پر مدراس کے گورنر نے انگریزی فوجوں کو فوراً واپس ہو جانے کا حکم بھجوایا۔ انگریزی فوجوں کی اس پسپائی کے بعد ٹیپو سلطان کو کچھ اندرونی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جن کے منجملہ ایک سازش ایسی تھی کہ سرنگاپٹم کے قلعہ دار کو اپنے جال میں پھانس کر حرم سرائے سلطانی کو مقید کر کے دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے لیکن سلطان کی فراست اور دانائی نے اس سازش کو ناکام بنا دیا اور سازشیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا اور قلعہ اور محل سرائے کے انتظامات میں تبدیلی کر دی گئی۔ قلعہ کی کمان اسد خاں رسالدار کو دی گئی اور سید محمد خاں مہدوی کو سرنگاپٹم کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اسی اثنا میں انگریزی افواج پیش قدمی کر کے حیدر نگر پر قابض ہو چکی تھیں۔ ٹیپو سلطان نے محمد علی کمندان کی فوج کے سلطانی لشکر سے آملنے کے بعد حیدر نگر کا رُخ کیا اور اٹھارہ دن کی سخت معرکہ آرائی کے بعد انگریزوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر انگریزوں نے قلعۂ حیدر نگر سلطان کے حوالے کر دیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ٹیپو سلطان کی نظر میں دو باتیں بڑی اہمیت کی حامل تھیں ایک تو اپنے حدود مملکت میں توسیع اور ان کا استحکام دوسری اہم بات انگریزوں کی ابھرتی ہوئی استعماری طاقت کا سدّباب بلکہ اس کا استیصال تھی۔ ٹیپو سلطان کی دُور رس نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ انگریزی فتنہ

Marfat.com

ایسٹ انڈیا کمپنی کی نقاب اوڑھے آہستہ آہستہ ہندوستان کی آزادی کو گھُن کی طرح کھاتا چلا جارہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب کہ سارا ملک برطانوی غلامی کے طوق وسلاسل میں جکڑ جائے گا۔ جہاں تک حدود مملکت میں توسیع اور اُن کے استحکام کا تعلق ہے ٹیپو سلطان کی کوششیں کبھی بار آور ہوتیں اور کبھی اُسے ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑتا جس میں کبھی انگریزوں کی ریشہ دوانیاں کارفرما ہوتیں تو کبھی اُن کی کھلم کھلا فوجی مداخلت اس کی راہ میں رکاوٹ بنتی۔ ٹیپو سلطان نے محسوس کرلیا تھا کہ وہ تنہا انگریزوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے موقف میں نہیں ہے اس لئے اس نے مرہٹوں سے بار بار اتحاد کی درخواست کی اور حیدرآباد کے حکمران نظام علی خاں کی طرف بھی کئی بار دوستی کا ہاتھ بڑھایا لیکن ہر طرف سے اُسے مایوسی ہوئی۔ اپنے عہد کی عالمی بساطِ سیاست پر بھی ٹیپو سلطان کی نظر بہت گہری تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یوروپ میں نپولین بوناپارٹ کی اُبھرتی ہوئی طاقت کے آگے وہاں کی بڑی بڑی سلطنتیں لرزہ براندام ہورہی تھیں۔ چنانچہ ٹیپو سُلطان نے فاتح اعظم نپولین کو ایک مکتوب بھی روانہ کیا تھا جس میں اُس کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔ نپولین نے ٹیپو سلطان کے مکتوب کا امید افزا جواب دیا تھا جس میں اس نے انگریزوں کے خلاف ٹیپو کی کامیابی کے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا تھا۔[۱]

ٹیپو سُلطان نے انگریزوں کے استیصال کی کوششوں کے دوران بیرون ہند کی معاصر اسلامی طاقتوں سے بھی ربط پیدا کیا تھا اور افغانستان، ایران نیز ترکی کو اپنی سفارتیں روانہ کی تھیں ٹیپو سلطان کا منشا یہ تھا کہ ان ممالک کے آگے انگریزوں کے مقاصدِ اصلی کا پردہ فاش کرکے یہ بتلایا جائے کہ وہ ہندوستان پر اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کے لئے بلادِ اسلامیہ کے سواحل پر نظریں جمائے ہوئے ہیں اور وہ ایک نہ ایک دن عراق، ایران اور عرب کے ساحلی شہروں پر اپنا قبضہ جمالیں گے انگریزوں کو اس جسارت سے باز رکھنے کے لئے ٹیپو سلطان نے اپنے لائحۂ عمل کا ایک خاکہ تیار کرلیا تھا اور اس پر عمل پیرائی کے لئے اس نے سب سے پہلے اپنے سفیر غلام علی کی سرکردگی میں ایک وفد سلیم سوم سلطان روم (ترکی) کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ ٹیپو سلطان نے اپنے سفیر کے ذریعہ جو

---

[۱] نپولین کا یہ خط اکتوبر ۱۹۹۰ء کے پہلے ہفتہ میں لندن میں منعقدہ ٹیپو سُلطان پر ایک شاندار نمائش میں پیش کیا گیا تھا۔ بحوالہ بی بی سی۔

Marfat.com

مکتوب سلطان روم کے پاس بھیجا تھا اس میں منجملہ اور باتوں کے اِن اُمور پر زور دیا گیا تھا کہ بندرگاہ بصرہ سلطنت خداداد کو اجارہ پر دی جائے تاکہ سلطنت خداداد کے بحری جہاز اس کو استعمال کر سکیں۔ اس رعایت کے معاوضہ میں ٹیپو سلطان نے سلطنت عثمانی (ترکی) کے جہازوں کے استعمال کے لئے اپنی کسی بھی بندرگاہ کی پیش کش کی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ترکی اور ہندوستان کی بحری طاقتیں اس علاقہ میں ایک نئی قوت بن کر اُبھریں اور مغربی دُوَل کو کوس لمن الملک بجانے کا موقع نہ مل سکے تاکہ بلاد اسلامیہ کے سواحل اُن کی دستِ بُرد سے محفوظ رہیں۔ ٹیپو سلطان نے سلطان سلیم کی توجہ اس امر کی طرف بھی مبذول کروائی تھی کہ سلطنت خداداد میں بندوقوں اور توپوں کی تیاری کا کام بھی شروع ہو چکا ہے اور مملکت عثمانی میں اس صنعت کو فروغ دینے کے لئے وہ ماہرین کو اپنے پاس سے ترکی بھیجنے آمادہ ہے[1]۔ یہ امر لائق افسوس ہے کہ رومی دربار میں ٹیپو سلطان کی اِن تجاویز کو سُنی اَن سُنی کر دیا گیا۔ اس دور میں عثمانی ترکوں کی حالت کم و بیش ویسی ہی ہو گئی تھی جیسی کہ بابر اور اکبر کے جانشینوں محمد شاہ اور احمد شاہ کی دلی میں تھی، اسی لئے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ ان سنجیدہ تجاویز پر غور کر کے وہ کسی صحیح فیصلے تک پہونچ سکتے۔ پھر ٹیپو سلطان نے ایران کے حکمران کریم خاں زند سے ربط پیدا کیا مگر بدقسمتی سے ایران اُن دنوں، شیعہ سُنّی اختلافات کا شکار تھا اور افراتفری کے اس عالم میں ٹیپو سلطان کو مایوسی کا موہنہ دیکھنا پڑا اپنی کوشش کے آخری مرحلے کے طور پر اب ٹیپو سلطان کی نگاہیں افغانستان کی طرف اٹھیں اور اس نے زماں شاہ حاکم افغانستان کی خدمت میں اپنے سفیر بھیجے لیکن وہاں بھی انگریزوں کی سازشوں نے رنگ لایا۔ جن کے نتیجے میں افغانستان اور ایران کی آویزش شروع ہو گئی اور ٹیپو سلطان کی مقصد برای نہ ہو سکی۔

ہندوستان میں انگریز اپنی ہمہ جہتی صلاحیتوں کی وجہ سے فرانسیسیوں اور پرتگیزیوں پر غالب آتے جا رہے تھے۔ ادھر شمال مشرقی ہندوستان میں اپنے دائرہ اثر کو وسیع سے وسیع تر کر کے صوبہ بنگال سے آگے بڑھ کر دلی کی طرف پیش قدمی کا منصوبہ بنا رہے تھے اور ادھر دکن اور جنوبی ہندوستان میں اپنی مخصوص حکمت عملی کے ذریعہ نظام دکن اور مرہٹوں کو ساتھ لے کر اپنے حقیقی دشمن

---

[1] تاریخ سلطنت خداداد میسور مصنفہ محمود خاں محمود بنگلوری شائع کردہ ہمالیہ بک ہاوز دہلی ۱۹۸۵ء صفحہ ۵۴۴

Marfat.com

ٹیپو سلطان کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ انگریزوں کی نظر میں ٹیپو سلطان ہی ہندوستان میں اُن کے لئے سب سے بڑا چیلنج تھا۔ ٹیپو سلطان اپنے جوش حُب الوطنی میں سرشار انگریزوں کے قلع قمع کی تجویزیں سوچ رہا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ٹیپو سلطان کی تمام مساعی رائیگاں گییں، مملکت خداداد میسور کی اندرونی سازشیں انگریزوں کی سرپرستی میں آہستہ آہستہ اپنا رنگ جمانے لگیں اور پھر ان کی فوجوں سے ٹیپو سلطان کی فوجوں کی راست معرکہ آرائیاں شروع ہوگییں۔ اور بالآخر آزادیٔ وطن کے اس متوالے نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنی آخری سانس تک بذاتِ خود انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام اجل نوش کرلیا۔ اِس طرح انگریزوں کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ دور ہوگئی۔

ٹیپو سلطان نے اپنے سِکّوں کی اجرائی کے سلسلہ میں اپنی جدّت طبع کا غیر معمولی مظاہرہ کیا ہے۔ ٹیپو سلطان کے سِکّوں پر فارسی اشعار کا اندراج تو ہے ہی علاوہ ازیں سِکّوں پر سنین کے اندراج کا بھی اس نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ ٹیپو سلطان کا خیال تھا کہ جب فارسی رسم الخط کا رُخ دائیں جانب سے بائیں جانب کی طرف ہے تو پھر اعداد کے لکھنے میں فارسی رسم الخط کے برخلاف بائیں جانب سے دائیں جانب کا رُخ کیوں اختیار کیا جائے۔ چنانچہ ٹیپو سلطان نے سنین کے اعداد کو بائیں جانب سے دائیں جانب کو لکھنے کے مروّجہ طریقے کے برخلاف اپنے سِکّوں پر سنین کے اعداد کو دائیں جانب سے بائیں جانب کو لکھنے کا فرمان صادر کیا جیسا کہ اس کے سِکّوں سے ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر ٹیپو سلطان کے ایک تانبے کے سِکّے پر سنہ ۱۲۲۴ کو سنہ ۴۲۲۱ لکھا گیا ہے۔[۱]

ٹیپو سلطان کے ابتدائی سِکّوں پر سنہ ہجری کا اندراج پایا جاتا ہے لیکن بعد میں ٹیپو سلطان نے اپنی رائے بدل دی اور اپنے سِکّوں کے لئے اس نے ایک نیا سنہ مولودی اختیار کیا۔ اس سنہ کا حساب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلعم کی ولادت باسعادت کی تاریخ سے لگایا گیا تھا۔ ٹیپو سلطان کی رائے میں آنحضرت صلعم کا میلاد مبارک واقعہ ہجرت سے زیادہ اہم اور عہد آفریں تھا چنانچہ ٹیپو سلطان کے

---

[۱] کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ، جلد چہارم باب دوم، مرتبہ جے آر ہینڈرسن صفحہ ۱۰۵ و صہ ۵ سکہ نمبر ے شائع کردہ انڈولاجیکل بُک کارپوریشن نئی دہلی سنہ ۱۹۷۶ء

Marfat.com

سِکّوں پر جا بجا سنہ مولودی کی صراحت پائی جاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کی جدّت طبع کی ایک اور شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ اس نے اپنے سونے چاندی اور تانبے کے سِکّوں کے نہ صرف جداگانہ نام رکھے تھے بلکہ اِن ناموں کو متعلقہ سِکّوں پر درج بھی کروایا تھا۔ اگرچکہ یہ بات ہمیں کسی حدتک اکبر کے سِکّوں اور بڑی حدتک جہانگیر کے سکّوں میں نظر آتی ہے لیکن اکبر اور جہانگیر نے اپنے سکّوں کو جو نام دیئے تھے وہ اُن کے سکّوں پر کہیں نظر نہیں آتے۔ اس کے بالمقابل ٹیپو سلطان کی اشرفیوں پر "احمدی" اور "محمدی" نِصف اشرفی پر "صدیقی" اور "فاروقی" درج ہے۔ ٹیپو سلطان کے چاندی کے دو تولے کے سِکّوں پر "حیدری" ایک تولے کے سِکّے پر "امامی" نِصف روپے پر "عابدی" اور چوتھائی روپے پر "باقری"، دوانی پر "جعفری" اور اِکنّی پر "کاظمی" نیز نیم آنہ پر "خضری" کا اندراج پایا جاتا ہے۔ اور ٹیپو سلطان کے بڑے پیسے پر "عثمانی" درج ہے۔ بعدمیں تانبے کے سِکّوں کے نام تبدیل کر کے بڑے پیسے کو "مشتری" اور عام پیسے کو "زہرہ" نِصف پیسے کو "بہرام"، چوتھائی پیسے کو "اختر" اور پیسے کے آٹھویں حصے کو "قطب" سے موسوم کیا گیا تھا۔ سِکّہ جات کی اجرائی کے تعلق سے ٹیپو سُلطان نے جس جدّت طرازی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر اس کی زندگی جس پُرآشوب انداز سے گزری ہے اس کا اثر اس کے سِکّوں پر مندرجہ اشعار کی قلّت سے ملتا ہے۔ ٹیپو سلطان کو یہ مہلت ہی نہ ملی کہ وہ اپنے مسکوکات کو گوناگوں اشعار سے زینت بخشتا اور شہنشاہ جہانگیر کے بعد ہندوستان کے حکمرانوں میں ایک اور ممتاز نظیر قائم کرتا۔ بہرحال ہم نے ٹیپو سلطان کے سِکّوں پر جو بھی شعر درج ہیں انہیں شامل کتاب کرلیا ہے۔

••

Marfat.com

نوّابان اودھ کے سکّوں پر فارسی اشعار

تاریخ شاہد ہے کہ نوّابان اودھ کا جدّ امجد محمد امین المعروف بہ سعادت خاں ایک ایرانی نژاد مہم پسند تھا۔ اس نے دہلی میں محمد شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کرلی اور رفتہ رفتہ وزارت کے عہدہ پر فائز ہوگیا ۱۷۲۰ء میں سیّد برادران کے زوال کے بعد سعادت خاں نے خود کو صوبہ اودھ میں عملاً خود مختار بنالیا تھا۔ اس صوبہ میں اضلاع غازی پور، بنارس اور گورکھپور شامل تھے۔ سعادت خاں کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ ۱۷۳۹ء میں وزارت کے عہدہ سے سرفراز ہوا۔ اس خاندان کا تیسرا وزیر شجاع الدولہ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۷۵ء) تھا اس کے عہد میں اضلاع الہ آباد، کوراًنیز روہیلکھنڈ کے علاقے کا صوبہ اودھ میں انضمام عمل میں آیا۔ شجاع الدولہ اور اس کے بیٹے آصف الدولہ (۱۷۷۵ء تا ۱۷۹۷ء) کے زمانہ میں اس خاندان کے ایسٹ انڈیا کمپنی سے گہرے روابط قائم ہوچکے تھے۔ آصف الدولہ نے وزارت اودھ کا عہدہ سنبھالنے کے کچھ ہی دنوں بعد اضلاع غازی پور اور بنارس ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کردیئے اور اپنا مستقر فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کردیا۔ آصف الدولہ کے جانشین سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۴ء) نے ۱۸۰۱ء میں روہیلکھنڈ کے علاقے کے علاوہ اضلاع گورکھپور، الہ آباد اور کورا بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تحویل میں دیدیئے۔ سعادت علی کے بعد غازی الدین حیدر ان کا جانشین ہوا۔ غازی الدین حیدر نے ۱۸۱۴ء سے ۱۸۱۹ء تک خود کو سلطنت مغلیہ کا وزیر ہی کہلانا پسند کیا۔ دراصل ۱۸۱۸ء کے اواخر میں لارڈ ہیسٹنگز نے غازی الدین حیدر کو اس بات پر اکسانا شروع کردیا تھا کہ وہ نام نہاد سلطنت مغلیہ کا قلادہ بھی اپنی گردن سے اُتار پھینکے۔ غازی الدین حیدر نے پہلے تو کچھ تامّل کیا لیکن بعد میں ۹، اکتوبر ۱۸۱۹ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا۔ یہ تھا وہ پس منظر جس سے ہندوستان کی مریضانہ ملکی سیاست کے نقشے پر ایک نئی کٹھ پتلی حکومت اُبھری۔

اس عہد تک اس خاندان کے سربراہ نواب وزیر اودھ کہلاتے تھے مگر اعلان آزادی کے بعد وہ اودھ کے حکمران کہلائے جانے لگے۔ غازی الدین حیدر کے اعلان خود مختاری تک اودھ میں

Marfat.com

مغل بادشاہوں کے سکّے رائج رہے لیکن اعلانِ خودمختاری کے بعد اودھ کے حکمران اپنے الگ سکّے مضروب کروانے لگے۔ اِن سکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں اور بعض اشعار سے اس خاندان کے شیعی مسلک کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ غازی الدین حیدر نے ۱۸۱۹ء کے اعلانِ خودمختاری کے بعد ۱۸۲۷ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد نصیر الدین حیدر اُس کا جانشین ہوا جس کا دورِ حکومت ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۷ء تک رہا۔ نصیر الدین حیدر کے سکّوں پر بھی فارسی اشعار کا اندراج ہے۔ نصیر الدین حیدر کا جانشین محمد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۲ء) ہوا۔ محمد علی شاہ کے بعد امجد علی شاہ (۱۸۴۲ء ... تا ۱۸۴۷ء) اور پھر واجد علی شاہ (۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء) نے عنانِ اقتدار سنبھالی۔ اِن تینوں حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ متذکرہ صدر پانچوں حکمرانوں نے سونے کی اشرفیاں چاندی کے روپے اور تانبے کے فلوس مضروب کروائے۔ سونے کے سکّوں میں معمولی اشرفیوں کے علاوہ نصف اشرفی اور ربع اشرفی نیز اشرفی کے آٹھویں اور سولھویں حصّے کے معادل سکّے بھی مضروب کیے جاتے تھے۔ اس طرح انہی اوزان کے چاندی کے سکّے بھی مضروب کروائے جاتے تھے۔ اودھ کے حکمرانوں نے سکّوں پر مغلوں کی طرح اپنے لئے بھی نہایت شاندار القاب مثلاً شاہ زمن' عالم پناہ' ظلّ الٰہ' شاہ زماں' شاہ جہاں سلطان عالم' وغیرہ استعمال کیے ہیں۔ دارالضرب لکھنؤ کو بھی دارالامارہ' دارالسلطنت اور بیت السلطنت کے القاب سے مفتخر کیا۔ البتہ واجد علی شاہ نے جو خود بھی ایک شاعر تھا لکھنؤ کو اپنے تخلص اختر کی مناسبت سے اختر نگر سے موسوم کیا۔[1] اگرچہ نوابان اودھ کا سلسلہ واجد علی شاہ پر ختم ہو جاتا ہے لیکن جنگ آزادی کے دوران واجد علی شاہ کے بیٹے برجیس قدر نے رمضان علی شاہ کا لقب اختیار کر کے حریت کے متوالوں کا ساتھ دے کر حبِّ وطن کی شمع جلائے رکھی۔ اور اپنے نام کے سکّے بھی اجراء کیے جن پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں[2] لیکن برجیس قدر کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ اور اودھ پر انگریزی اقتدار قائم ہو گیا۔

---

[1] کیٹلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول مولفہ سی جے براون صفحات ۹ تا ۱۰ اوبجیل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

[2] گنج شائگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی نالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۷

Marfat.com

متفرقات

کامروپ (رنگپور۔ آسام) کے حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار

ہندوستان کی شمال مشرقی سرحد پر واقع علاقہ کامروپ کی تاریخ جو کم و بیش صوبہ آسام پر محتوی تھا غیر تشفی بخش مواد کی وجہ سے باقاعدگی کے ساتھ مرتب نہیں کی جا سکتی۔ اس علاقے کے ابتدائی حکمرانوں نے اپنی مسکوکات کے شواہد بھی نہیں چھوڑے ہیں۔ یہاں کی جدید تاریخ کا آغاز آہوم قبائل کے حملے اور ان کی آمد سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ دراصل جنوبی چین کے 'شان' قبائل کے پسماندگان سے تھے۔ اور وہ قریب قریب اسی زمانے میں جب کہ قبلائی خاں ۱۲۲۸ء میں چین میں اپنے اقتدار کو مستحکم کر رہا تھا کامروپ کے بالائی علاقوں میں داخل ہوئے۔ انہیں اس علاقے میں اپنی حیثیت منوانے میں کافی وقت لگا۔ دو تین صدیوں تک یہ لوگ مقامی کچھار قبائل سے دست و گریباں رہے اور بالآخر ۱۵۴۰ء میں انہوں نے کچھاروں کو مار بھگایا۔ اب ان کی حکومت گوہاٹی کے نزدیک دریائے کلنگ تک پھیل چکی تھی۔ رفتہ رفتہ اطراف و جوانب کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے بھی ان کی بالادستی قبول کر لی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سلطنت مغلیہ کا اقتدار قریب قریب سارے ہندوستان میں قائم ہو چکا تھا اور بہار بنگال بھی ان کے زیر تسلط آ چکے تھے۔ مغل فوجوں نے کامروپ کے علاقے پر بھی مہمات بھیجیں لیکن انہیں وہاں کے جغرافیائی حالات کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی تا آنکہ ۱۶۶۳ء میں اورنگ زیب

Marfat.com

کے عہدِ حکومت میں میر جملہ نے اپنی فوجیں اس علاقہ میں بڑھا دیں اور آہوم حکمرانوں کی جانب سے کچھ مقاومت کے بعد راجدھانی پر قبضہ کر لیا۔ تاہم مغل اس علاقے میں مستقل طور پر اپنے قدم نہ جما سکے۔ یہاں کا سب سے طاقتور راجہ رُودر اسنگھ عرف چُک رنگ پھا گزرا ہے جو ۱۶۹۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اس عہد تک آہوم اپنے نام 'شان' اور ہندو دونوں طریقوں سے رکھا کرتے تھے لیکن رودر اسنگھ نے علی الاعلان ہندو مذہب اختیار کر لیا۔ ۱۷۱۴ء میں رودر اسنگھ کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سِب سنگھ برسرِ اقتدار آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستانی سیاست میں انگریزوں کی مداخلت کا آغاز ہو چکا تھا، اور وہ کسی نہ کسی بہانے نئے نئے علاقوں میں اپنا اثر و نفوذ پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ آہوم حکمرانوں کے علاقے میں بھی انگریزوں کو ایسا موقع مل گیا۔ چنانچہ درباری سازشوں اور بغاوتوں کو کچلنے کے لئے انہوں نے مقامی حکمرانوں کی امداد سے دریغ نہ کیا۔

جہاں تک مسکوکات کا تعلق ہے اب تک دستیاب شدہ مواد کے بموجب آہوم خاندان کے سکّوں کی ابتداء راجہ سک لن من (۱۵۳۹ء تا ۱۵۵۲ء) کے ہشت پہلو چاندی کے سکّوں سے ہوتی ہے۔ جن پر مندرجہ عبارت آہوم زبان اور اُسی کے رسم الخط میں ہے۔ اسی خاندان کے ایک راجہ پرمتھا سمہا (۱۷۴۴ء تا ۱۷۵۱ء) کے سکّوں پر سنسکرت زبان کی عبارات بھی پائی جاتی ہیں۔ یہاں اس امر کا تذکرہ باعثِ دلچسپی ہوگا کہ اس عہد تک آہوم حکمران مغل بادشاہوں سے روشناس ہو چکے تھے، اس لئے ان کے مسکوکات بھی مغل اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ آہوم خاندان کی ایک حکمران پرمتھیشوری کے چاندی کے سکّوں پر بھی ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک اور حکمران راجیشورا کے سکّوں پر بھی ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ اس خاندان کے ان دونوں حکمرانوں کے سکّوں پر مندرجہ اشعار بعینہٖ مغل بادشاہوں کے سکّوں پر مندرجہ اشعار کا چربہ معلوم ہوتے ہیں۔[1]

سِکھ حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار[2]

ہندوستان پر احمد شاہ دُرّانی کے متعدد حملوں کے نتیجہ میں پنجاب کے سکھوں میں حفظ

---

[1] کوائنس آف اینشینٹ انڈیا اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول مصنفہ وینسنٹ اے اسمتھ صفحات ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳ شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤز۔ دہلی ۱۹۷۲ء

[2] کوائنس مرتبہ پرمیشوری لال گپتا شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی ۱۹۶۹ء صفحات ۱۳۵ تا ۱۳۷

Marfat.com

ذات کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی تھی اور جب ۱۷۱۰ء میں ایک سکھ سردار باندہ سنگھ المعروف بہ "سچا پادشاہ" نے درانیوں سے سرہند کا علاقہ چھین لیا تو اس نے خالصہ کی قیادت حاصل کر کے اسی کامیابی کی یادگار کے طور پر ایک نئے سال کا آغاز کیا اور اپنے صدر مقام لوہ گڑھ سے ایسے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعر درج تھا۔ ۱۷۶۱ء میں جسا سنگھ کے اجراء کردہ بعض سکوں پر بھی فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا ہے۔ پھر ۱۷۷۲ء میں امرتسر سے بھی فارسی شعر والے سکے جاری ہوئے تھے لیکن ان پر کسی حکمران کے نام کے بجائے گورو گوبند سنگھ کا نام پایا جاتا ہے۔

کشمیر کے ڈوگرا حکمرانوں کے سکوں پر فارسی شعر

کشمیر کے ڈوگرا راجاوں کا سلسلہ سارنگ دیو سے شروع ہو کر آخری راجہ ہری سنگھ پر ختم ہوتا ہے۔ ان حکمرانوں میں صرف رنجیت دیو کے سکوں پر فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ رنجیت دیو ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۴۲ء میں تخت حکومت پر فائز ہوا۔ اس نے امن و آشتی کے ساتھ ۱۷۸۰ء تک حکومت کی۔

رؤسائے ٹونک کے سکوں پر فارسی شعر

راجپوتانہ (موجودہ راجستھان) میں واقع دیسی ریاست ٹونک کے حکمران مسلمان تھے۔ یہ ریاست حسب ذیل چھ مختلف ڈویژنوں پر مشتمل تھی جو باہم مربوط بھی نہ تھے بلکہ ایک دوسرے سے بیس میل سے دو سو پچاس میل تک کے فاصلے پر واقع تھے۔

۱۔ ٹونک

۲۔ علی گڑھ

۳۔ رام پورہ

۴۔ نمبھورہ

۵۔ چھبڑہ

Marfat.com

۶۔ سرونج

ٹونک کے حکمرانوں کا تعلق پٹھانوں کے 'بونر' قبیلے سے تھا۔ اس خاندان کا بانی امیر خاں تھا۔ جس کو مہاراجہ ہولکر نے اُس کی خدمات کے صلے میں ٹونک کا علاقہ عطا کیا تھا اور پھر برطانوی حکومت کی نوازشات سے قلعہ رام پورہ اور علی گڑھ بھی اس خاندان کے زیرِ نگیں آ گئے۔

امیر محمد خاں کی اولاد میں وزیر محمد خاں نے ۱۸۳۴ء میں اپنے نام کے سِکّے رائج کیے۔ اس کے بعد محمد علی خاں (۱۸۶۴ء) اور محمد ابراہیم علی خاں (۱۸۶۷ء) کے سِکّے بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے صرف ابراہیم علی خاں کے سِکّوں پر فارسی شعر[۱] پایا جاتا ہے۔

راجگان جودھپور کے سِکّوں پر فارسی اشعار

مارواڑ کی یہ ریاست جو عام طور سے ریاست جودھپور کے نام سے مشہور ہے ۱۴۵۹ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کا بانی راؤ جودھا تھا اور اسی کے نام سے شہر جودھپور موسوم ہوا۔ ان حکمرانوں کا تعلق راجپوتوں کے راٹھور قبیلے سے تھا۔ ان کا ادّعا تھا کہ وہ راست رام چندر جی کی نسل سے ہیں۔ ایک عرصے تک دلی کے مغل حکمرانوں کے زیرِ تسلط رہنے کے بعد اس خاندان کے ایک حکمران بجے سنگھ نے ۱۷۷۳ء میں اپنے علیحدہ سِکّے جاری کیے لیکن ان سِکّوں پر مغل بادشاہ شاہ عالم کے نام کا اندراج بھی ہوا کرتا تھا۔ بجے سنگھ کے جانشینوں بھیم سنگھ، مان سنگھ، اور تخت سنگھ نے بھی اپنے اپنے سِکّے جاری کیے لیکن ۱۸۵۸ء کے بعد سِکّوں پر مغلوں کی بالادستی کی بجائے ملکۂ وکٹوریہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا اندراج ہونے لگا تھا۔ تخت سنگھ کے بعد جسونت سنگھ (۱۸۷۳ء)، سردار سنگھ (۱۸۹۵ء) اور سومار سنگھ (۱۹۱۱ء) یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے گئے۔ ان حکمرانوں میں سے صرف تخت سنگھ اور جسونت سنگھ کے سِکّوں پر فارسی اشعار[۲] پائے جاتے ہیں۔

---

[۱] کیٹلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحات ۲۷۲، ۲۷۳، مرتبہ: ڈبلیو ایچ والنٹائن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

[۲] گنج شایگاں مصنفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۳

Marfat.com

اندور کے سکّوں پر فارسی شعر

اندور ایک مرہٹہ ریاست تھی۔ اس کا بانی ملہر راؤ[1] تھا جو علاقۂ دکن کی ایک ندی نیرا کے کنارے آباد ہول نامی ایک گاؤں کا رہنے والا تھا اور اسی مناسبت سے ملہار راؤ کا خاندان ہولکر کہلایا جانے لگا۔ ملہار راؤ اکتیس سال کی عمر میں مرہٹوں کے پیشوا کی سلکِ ملازمت میں شامل ہوا اور تین ہی سال کے عرصہ میں اپنی نمایاں خدمات کے صلے میں دریائے نربدا کے شمال میں واقع بارہ پرگنوں کے انعام کا مستحق قرار پایا۔ ملہر راؤ کی مابقی زندگی ترقی اور کامرانی کا ایک شاندار سلسلہ رہی چنانچہ ریاست اندور کا قیام اس کی یادگار ہے۔

اندور کے ہولکر خاندان میں متعدد حکمران گزرے ہیں لیکن سب سے اہم دور اہلیا بائی کا رہا ہے۔ جس نے تیس سال تک حکومت کی اور اپنی رعایا کو خوش حالی اور امن و عافیت کی زندگی سے بہرہ مند کیا۔ ہولکر خاندان کے سکّے اہلیا بائی کے دور ہی سے شروع ہوجاتے ہیں۔ اندور کو اہلیا بائی نے اس خاندان کے بانی ملہر راؤ کی یادگار کے طور پر ملہار نگر کے نام سے موسوم کیا تھا۔ ابتداءً اس خاندان کے مسکوکات سے دہلی کے مغل سلاطین کی بالادستی کا اظہار ہوتا ہے لیکن بعد میں ہندوستان پر برطانیہ کی گرفت مضبوط ہونے پر ہولکر خاندان کی وفاداریاں ملکۂ وکٹوریہ سے وابستہ ہوگئیں۔ ہندوستان کی آزادی تک اس خاندان میں کئی حکمران گزرے لیکن صرف جسونت راؤ (۱۷۹۷ء تا ۱۸۱۱ء) کے سکّوں پر ایک فارسی شعر پایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر ڈبلیو ایچ والنٹائن نے اپنے مرتب کردہ کیٹلاگ میں محض نثری عبارت کے طور پر کیا ہے حالانکہ جس سکّے کی تصویر اور تشریح اس نے اپنے کیٹلاگ میں درج کی ہے، اس سے شعر کا پڑھنا اور سمجھنا زیادہ دشوار نہیں تھا۔ صرف ذراسی توجہ کی ضرورت تھی۔ اس سکّے کے رُخِ اول پر موجودہ عبارت بعینہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

---

[1] کیٹلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحات ۳۱۵ تا ۳۱۸، ۳۲۳ مرتبہ ڈبلیو ایچ والنٹائن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء

Marfat.com

محمد اکبر
قران ثانی سلطان
حب ۱۲۲۲
صا ازارض تاباختر
ک
زد سکہ مبار

مندرجہ صدر الفاظ کوئی بے ربط عبارت نہیں ہیں بلکہ یہ ایک فارسی شعر ہے جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

زد سکۂ مبارک ازارض تاباختر
صاحب قران ثانی سلطان محمد اکبر

اس شعر کو پڑھنے کے لئے سکّہ پر مندرجہ ایک ایک لفظ سے کام لیا گیا ہے نہ کسی لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے نہ کسی کو متروک کیا گیا ہے۔ سکّے پڑھتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ان پر مندرجہ عبارت کسی کتابی جملے کی طرح نہیں لکھی جاتی بلکہ ایک مختصر اور محدود جگہ میں پوری عبارت کو مناسب طور پر درج کرنے کے لئے الفاظ کو حسب موقع حسن کارانہ انداز میں ڈائی پر کندہ کیا جاتا تھا جس کی ضرب سے سکّے پر مطلوبہ عبارت اُبھر آتی تھی۔ مندرجہ صدر شعر کے الفاظ کو بھی اسی طرح ڈائی پر درج کیا گیا ہے۔ جہاں تک اس شعر کا تعلق ہے اس پر مغل بادشاہ محمد اکبر کا نام درج ہے جس کی بالادستی جسونت سنگھ نے تسلیم کی تھی۔ اس سکّے کے دوسرے رُخ پر مہاراجہ جسونت سنگھ کا نام اور مقام ضرب اندور کا اندراج ہے۔

اس منزل پر ہندوستان کے حکمرانوں کے سکّوں پر مندرجہ فارسی اشعار کا تذکرہ اختتام کو پہونچتا ہے۔ آیندہ صفحات میں ایران' افغانستان اور ماوراءالنہر کے حکمرانوں کے سکّوں پر مندرجہ فارسی اشعار کا ذکر کیا جائیگا۔

Marfat.com

ایران

صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار

خلافت عباسیہ کے آخری دور میں مختلف علاقوں کے صوبائی گورنر مرکز کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے علاقوں میں علم بغاوت بلند کرنے لگے تھے۔ لیکن ان سب نے اس بات کا ضرور خیال رکھا کہ برائے نام ہی سہی خلفا کی بالادستی کو اپنے خطبوں اور سکّوں میں ظاہر کیا جائے۔ ایسے گورنروں میں کچھ تو عرب النسل تھے اور کچھ عجمی نژاد مگر یہ سب عربی تہذیب و تمدن میں رنگے ہوئے تھے لہذا ان کے سکّوں پر جو عبارات درج ہوا کرتی تھیں وہ عربی زبان کی ہوتی تھیں۔

بغداد پر منگولوں کے حملے کے بعد خلافت عباسیہ کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل ہوگیا مگر منگول خلافت عباسیہ کے پورے حدود مملکت کو اپنے زیر تسلّط لانے میں کامیاب نہ ہوسکے مصر اور شمالی افریقہ کے ممالک ان کی دسترس سے باہر ہی رہے۔ ادھر عجم میں نئی نئی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ ایشیائے کوچک میں ترک ایک نئی طاقت بن کر سر اٹھا رہے تھے۔ بالآخر ترکوں نے عثمانی خلافت کی صورت میں بلاد اسلامیہ کے اصل مراکز کو اپنے زیر نگیں کر لیا لیکن وہ بھی عجمی علاقوں میں اپنے اثرات دور تک نہ پھیلا سکے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عثمانی ترک

Marfat.com

سُنی العقیدہ تھے اور ایران کے علاقوں میں شیعہ کثرت سے آباد تھے۔ دراصل یہ دور من حیث المجموع اسلامی ممالک کی بالادستی حاصل کرنے کی کوششوں کا آئینہ دار تھا۔ ایک طرف ترک اس کے مدعی تھے تو دوسری طرف ایران میں ابھرتی ہوئی صفوی خاندان کی ایک نئی طاقت اس کی دعویدار تھی اور ایک تیسرے گوشہ میں ہندوستان کے مغل حکمران جن کی بہتر نمایندگی شہنشاہ اکبر نے کی اس کوشش میں لگے رہے کہ اسلامی ممالک کی بالادستی نہ سہی کم از کم خود کو ترکوں اور ایرانیوں کے روز افزوں اثرات سے آزاد رکھیں۔

بلادِ عجم میں دسویں صدی ہجری میں اسمٰعیل اول نے ۹۰۷ھ م ۱۵۰۲ء میں صفوی خاندان کی بناڈالی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسمٰعیل اول کے مورث اعلیٰ شیخ صفی الدین تھے جن کا سلسلۂ نسب امام موسیٰ کاظم سے جاملتا ہے اور اسی نسبت سے یہ خاندان صفوی کہلانے لگا۔ اسمٰعیل نے تبریز کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس خاندان نے ۹۰۷ھ تا ۱۱۴۸ھ م ۱۵۰۲ء تا ۱۷۳۶ء پورے ایران پر حکومت کی، جہاں تک سکوں کا تعلق ہے صرف اسمٰعیل اول کے سکوں پر منظوم عربی دعائے نادِ علی کا اندراج پایا جاتا ہے، اسمٰعیل اول کے بعد صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ فارسی زبان جو صدیوں سے ایران اور اس کے اطراف وجوانب میں نہ صرف رائج تھی بلکہ اس نے ایک کلاسیکی زبان کا درجہ حاصل کرلیا تھا اور جس نے فردوسی، انوری اور سعدی جیسے شہرۂ آفاق شاعر پیدا کرلئے تھے صفوی خاندان سے پہلے سکوں پر جگہ نہ پاسکی تھی، سکوں پر فارسی اشعار کے اندراج کا سہرا تو ہندوستان کے سر باندھا جاتا تھا اور جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان کیا جاچکا ہے صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر فارسی اشعار کے اندراج کی تاریخ سے کم وبیش سو سال پیشتر ہندوستان کے علاقۂ گجرات کے بادشاہ محمد شاہ ثانی نے اپنے سکوں پر فارسی شعر کے اندراج کی طرح ڈال دی تھی۔

گجرات ہندوستان کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور بحیرۂ عرب کے توسط سے ایران، خلیجی ممالک، اور جزیرہ نمائے عرب سے مربوط ہے۔ کئی صدیوں سے سمندری راستوں کے ذریعہ ان ممالک سے ہندوستان کی تجارت ہوا کرتی تھی۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ سلطان محمد شاہ والیٔ گجرات کے ایسے سکے جن پر فارسی شعر درج تھا ضرور ایران پہونچے ہوں گے جنھیں

Marfat.com

دیکھ کر ایرانی حکمرانوں کو بھی اپنے سکّوں پر فارسی شعر کے اندراج کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔

صفوی خاندان کے حسب ذیل حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار پائے گئے ہیں

۱۔ اسمٰعیل ثانی

۲۔ محمد خدا بندہ

۳۔ عباس اول

۴۔ صفی اول

۵۔ عباس ثانی

۶۔ سلیمان اول (صفی ثانی)

۷۔ حسین اول

۸۔ طہماسپ ثانی

۹۔ احمد

۱۰۔ عباس ثالث

۱۱۔ سام

۱۲۔ سلیمان ثانی

۱۳۔ حسین ثانی

۱۴۔ محمد

متذکرۂ صدر حکمرانوں میں سب سے اہم شخصیت شاہ عباس ثانی (۱۵۸۷ء تا ۱۶۲۹ء) کی تھی۔ اس نے سر انتھونی شرلی[1] کی اعانت سے ایرانی فوج کو منظم کیا اور بعض مغربی صوبوں و عثمانی ترکوں کی علداری سے آزاد کرالیا۔ شاہ عباس کے دور حکومت میں علم و ہنر کو بہت زیادہ فروغ ہوا۔ تعمیرات عامہ کو ترقی ہوئی اور بیرونی دول کے ساتھ خوشگوار تعلقات بھی قائم ہوئے۔

---

[1] مسلمان شاہی خاندان اور اُن کے سلسلے مولفۂ اسٹینلی لین پول مترجمہ محمد عبدالرحمٰن خاں سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد مطبوعۂ حیدرآباد دکن۔ سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ ۱۳۶ صفحہ ۲۷۲

Marfat.com

حقیقی معنوں میں شاہ عباس کا تقابل اس کے ہم عصر عثمانی خلیفہ سلیمان اعظم، ہندوستان کے شہنشاہ اکبر اور انگلستان کی ملکہ ایلزبیتھ اول کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اس خاندان کے دیگر سلاطین شاہ عباس کے مرتبہ تک تو نہ پہونچ سکے لیکن بہر حال انہوں نے ایک صدی اور ایران پر حکومت کی، جو بالآخر تفرق و تشتت کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔ صفوی خاندان کے حکمرانوں کے سکوں پر جو اشعار پائے جاتے ہیں اُن سے اُن کے شیعی مسلک کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

●●

Marfat.com

خاندان افاغنہ کے سِکوں پر فارسی اشعار

یہ حکمران اگرچہ نسلاً سادات تھے مگر اغلب ہے کہ وطنیت کی نسبت سے افاغنہ کے نام سے شہرت پائی۔ صفوی حکمرانوں کے دورِ انحطاط میں اس خاندان کے بانی میر اُویس نے ایران کے شمال، مشرق میں علم بغاوت بلند کر کے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ پھر اس کے بیٹے میر محمود نے ۱۷۲۲ء میں ایران کے صفوی حکمران حسین کو شکست دے کر ہرات و مشہد پر اور پھر ایران کے پائے تخت اصفہان پر قبضہ کرلیا۔

میر محمود کے بعد اس کا جانشین میر اشرف ہوا جو اس خاندان کا آخری حکمران بھی تھا اور افاغنہ کی حکومت کا یہ مختصر دور ۱۷۲۹ء میں اختتام کو پہونچا۔ افاغنہ مسلک کے سنی العقیدہ تھے جس کا اظہار اُن کے سکوں پر مندرجہ اشعار سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

افشاری خاندان کے سکّوں پر فارسی اشعار

افشاری خاندان کا بانی نادر قلی افشاری ترک تھا جس نے صفوی خاندان کے آخری دور میں افاغنہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر مازندران میں صفویوں کے بچے کھچے اقتدار کے دعویدار کی مدد کے بہانے خود ہی نادر شاہ کے لقب سے سنہ ۱۷۳۶ء م سنہ ۱۱۴۸ھ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا اور رفتہ رفتہ اتنی طاقت جمع کرلی کر پورے ایران، افغانستان اور ماوراءالنہر کے وسیع علاقوں پر اپنا پرچم لہرادیا۔

نادر شاہ کی ہوسِ ملک گیری نے اس کو ہندوستان پر حملہ کرنے سے بھی باز نہ رکھا اگرچہ نادر شاہ نے صرف بارہ سال تک حکومت کی لیکن یہ مختصر دور بھی مہم پسندیوں اور معرکہ آرائیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایران کے مغرب میں اقطاع عرب کی جانب نادر شاہ نے رخ نہیں کیا لیکن ایران کے شمال میں روس کے بیشتر جنوبی علاقے اس کے زیرِ نگین آچکے تھے۔ ہندوستان پر نادر شاہ نے سنہ ۱۷۳۸ء م سنہ ۱۱۵۱ھ میں حملہ کیا اور لاہور سے ہوتے ہوئے مغل فوجوں کو شکست دے کر دلّی تک پہونچ گیا جہاں اس کے قتل عام کی داستان تاریخ کے صفحات پر ایک بدنما داغ ہے۔ اب نادر شاہ کی مملکت دریائے سندھ سے کوہِ قاف تک پھیل چکی تھی۔ اس نے غالباً اسی وجہ سے اپنے سکّوں پر حسبِ ذیل شعر درج کروایا تھا۔

ہست سلطان بر سلاطین جہاں
شاہ شاہان نادر صاحب قراں

لیکن اس عظیم المرتبت حکمران کی موت افشاری خاندان کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی نادر شاہ کے بعد اس خاندان میں تین اور حکمران گزرے ہیں لیکن وہ اس عظیم ورثہ کے اہل نہ تھے جو نادر شاہ نے چھوڑا تھا۔ اس خاندان کا اقتدار رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا گیا۔ نادر شاہ کے بعد عادل شاہ اور ابراہیم شاہ تختِ حکومت پر آئے اور ان دونوں کے بعد شاہ رخ بادشاہ بنا جس کے عہد حکومت میں سنہ ۱۷۹۶ء م

Marfat.com

سنہ ۱۲۱۰ھ میں اس خاندان کا چراغ گل ہوگیا۔

افشاری حکمران شیعہ مسلک کے حامل تھے، اور ان کے سکوں پر جو اشعار پائے جاتے ہیں، اُن سے اسی عقیدے کا اظہار ہوتا ہے۔ افشاری خاندان کے زوال کے بعد ایران کی وسیع و عریض مملکت کئی مہم پسندوں کے درمیان منقسم ہوگئی، حتیٰ کہ اسی نراجی کیفیت کے دوران آزاد خاں نامی ایک باغی سردار نے تک آذربائیجان کے علاقہ میں اپنے نام کے سکے جاری کروائے جن پر فارسی شعر درج ہے

••

Marfat.com

زند خاندان کے سکّوں پر فارسی اشعار

افشاری خاندان کے دورِ زوال میں کریم خاں زند اور محمد حسین قاچار کے درمیان حصول اقتدار کی کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ محمد حسین قاچار استر آباد کا حاکم بن بیٹھا تھا اور کریم خان زند ما بقی ایران کی حاکمیت کا دعویدار تھا۔ بالآخر کریم خاں زند کی جیت ہوئی اور اس نے ۱۷۵۰ء میں پوری سرزمین ایران پر باستثناء خراساں اپنا تسلط قائم کرلیا۔ کریم خاں کے فوت ہونے کے بعد اس کے جانشینوں اور قاچاروں کے درمیان برسوں معرکہ آرائی رہی جس کے نتیجہ میں آقا محمد قاچار غالب آیا اور زند خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

زند خاندان کے حکمرانوں میں صرف کریم خاں زند کے سکوں پر فارسی شعر کا اندراج پایا جاتا ہے' اس خاندان کا دورِ حکومت ۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۴ء م ۱۱۶۳ھ تا ۱۲۰۹ھ رہا ہے۔

Marfat.com

قاچار حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ افشاری خاندان کے زوال کے بعد طوائف الملوکی کے دور میں قاچار اور زند حصولِ اقتدار کے لیے، آپس میں دست وگریباں رہے، محمد حسین قاچار نے استرآباد پر تو قبضہ کر ہی لیا تھا مگر کریم خاں زند کے حین حیات وہ اپنے حدود مملکت میں کوئی قابل لحاظ توسیع نہ کرسکا تھا، کریم خاں کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں اور قاچاروں میں کشمکش جاری رہی اور نتیجتاً ناصر الدین شاہ قاچار کو فتح نصیب ہوئی اور اس نے تہران کو اپنا پایۂ تخت بنا کر ایک زیادہ مستحکم حکومت قائم کرلی۔

قاچاروں میں مندرجہ ذیل حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

۱. محمد حسین قاچار
۲. آقا محمد قاچار
۳. فتح علی شاہ قاچار
۴. محمد حسن خاں سالار
۵. ناصر الدین شاہ قاچار

قاچار حکمران بھی شیعی مسلک کے حامل تھے جس کا اظہار ان کے سکّوں سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

افغانستان

درّانی خاندان کے سکّوں پر فارسی اشعار

افغانستان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ایک خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ زمانہ ماقبل تاریخ سے ہی یہ علاقہ ان اقوام کی ایک گذرگاہ رہا ہے جو وسط ایشیا، یورپ یا مغربی ایشیا سے ہندوستان کی طرف آتی رہیں۔ پہلے تو آریائی اقوام اسی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوئیں پھر سکندر اعظم بھی اسی راستہ سے آیا۔ اگرچہ وہ اصل سرزمین ہند میں داخل نہ ہو سکا لیکن اس کے سرداروں کی حکومت نہ صرف افغانستان بلکہ شمال مغربی ہندوستان کے وسیع علاقوں پر عرصے تک قائم رہی، پھر کشان آئے اُن کے بعد ہنوں نے اسی راستے سے ہندوستان پر یلغار کی، طلوع اسلام کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں عرب افغانستان میں داخل ہو چکے تھے، پھر غزنویوں اور غوریوں نے افغانستان ہی سے آگے بڑھ کر ہندوستان پر یورش کی، ان بیرونی مہم پسندوں میں ظہیر الدین بابر نے سولھویں صدی عیسوی میں افغانستان ہی کے راستے ہندوستان کا رُخ کیا اور سب سے آخر میں نادر شاہ نے افغانستان سے جو اس کی مملکت کا ایک حصہ تھا آگے بڑھ کر ہندوستان پر حملہ کیا۔

کئی صدیوں کی تاریخ کا یہ اجمالی خاکہ اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ نادر شاہ کے عہد تک افغانستان میں کوئی مستحکم مقامی حکومت قائم نہ ہو سکی تھی کبھی یہ علاقہ ایرانیوں کے زیر اثر رہا تو کبھی یونانیوں

Marfat.com

کے زیر اقتدار، کبھی عرب اس پر قابض رہے تو کبھی منگول اور ترک۔ کچھ عرصہ کے لئے ہندوستان کے مغل حکمرانوں کا بھی اس علاقہ پر تسلط رہا۔ پھر صفوی حکمرانوں نے اس علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ صفویوں کے زوال کے بعد نادر شاہ نے افغانستان پر اپنا اقتدار جمالیا۔

نادر شاہ کی موت کے بعد احمد خاں افغان جو درّانی قبیلہ کا ایک معزز سردار اور نادر شاہ کی فوج میں ایک بلند مرتبہ سپہ سالار تھا بڑی دور اندیشی سے کام لے کر نادر شاہ کی وسیع مملکت کا مدعی بننے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے وطن افغانستان کو ایران کی سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کو ایک آزاد مملکت کی حیثیت دے دی جائے۔ اس طرح تاریخ میں پہلی بار افغانستان کو ایک مقامی خود مختار حکمران نصیب ہوا۔

احمد شاہ نے افغانستان کو ایران سے علیحدہ کر کے ۱۷۴۷ء میں دُرّانی خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ احمد شاہ کی فراست اور اس کے تدبّر کا ایک اور ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ اس نے افغانستان کے ایک اور طاقتور قبیلے بارق زائی (بارک زائی) کے سرداروں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے قبیلے کا ایک بااثر فرد ہمیشہ عہدۂ وزارت پر فائز رہے گا۔ چنانچہ بارق زائی قبیلے کے سردار جمال خاں کو اس نے اپنا وزیر بنالیا اور احمد شاہ کے بعد یہ سلسلہ کم و بیش سو سال تک جاری رہا، احمد شاہ کی فوجی صلاحیت بھی مسلمہ تھی اس نے ہرات اور خراساں کو ایرانیوں کے اثر سے آزاد کرالیا تھا اور ہندوستانی علاقوں پر بھی کئی بار فوج کشی کی اور بالآخر ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں ہندوستانی افواج کو بڑی طرح شکست دے کر سندھ، پنجاب اور کشمیر کے بیشتر علاقوں کو سلطنت افغانستان میں شامل کرلیا۔

اسی دوران ہندوستان کے علاقۂ پنجاب میں سکھوں کی ایک نئی طاقت ابھر رہی تھی جو بتدریج اپنی قوت میں اضافہ کرتے کرتے اٹھارویں صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے ہی پنجاب کے مالک بن بیٹھے تھے۔ احمد شاہ دُرّانی کے انتقال کے بعد اس کی ہندوستانی مقبوضات آہستہ آہستہ سکھوں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔ اِدھر افغانستان میں دُرّانی خاندان پر ایک نئی افتاد یہ آن پڑی کہ احمد شاہ نے بارق زائیوں سے انہیں عہدۂ وزارت پر مستقلاً فائز رکھنے کے بارے میں جو معاہدہ کیا تھا وہ ایک صدی تک تو برقرار رہا لیکن بعد ازاں احمد شاہ کے جانشینوں نے بارق زائیوں سے نظریں پھیر لیں اور انہیں عہدۂ وزارت سے ہٹانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ جب ان کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی تو درّانیوں نے وزیر وقت

Marfat.com

فتح خاں بارق زائی کو ۱۸۱۸ء میں اندھا کر کے قتل کر دیا۔ یہ سانحہ افغانستان میں دُرّانی حکومت کے خاتمہ کا سبب بنا۔ اب بارق زائی اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند سال کی ٹراجی کیفیت کے بعد انہوں نے فتح خاں کے بھائی دوست محمد خاں کی قیادت میں افغانستان پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

دُرّانی خاندان میں حسب ذیل حکمرانوں کے سکّوں پر فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔

۱. احمد شاہ دُرّانی
۲. سلیمان شاہ
۳. تیمور شاہ
۴. ہمایوں شاہ
۵. زماں شاہ
۶. محمود شاہ
۷. شاہ شجاع
۸. قیصر شاہ
۹. نورالدین شاہ
۱۰. ایوب شاہ
۱۱. کامران شاہ
۱۲. شہپور شاہ

جہاں تک ان حکمرانوں کے سکّوں پر مندرجہ اشعار کو صحت کے ساتھ پڑھنے کا تعلق ہے یہ امر باعث حیرت ہے کہ وائٹ ہیڈ جیسے گراں پایہ ماہر مسکوکات قدیمہ نے بھی اس بارے میں شدید غلطیاں کی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱. سلیمان شاہ دُرّانی کے سکہ پر مندرجہ شعر کو وائٹ ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے

سکہ زد بر سیم و زر چوں مہر و ماہ
سلیمان بادشاہ ابن احمد شاہ

Marfat.com

اصل میں یہ شعر اس طرح ہے

سکہ زد بر سیم و زر چوں مہر و ماہ
ابن احمد شہ سلیمان بادشاہ

۲۔ تیمور شاہ دُرّانی کے سونے اور چاندی کے سِکّوں پر مندرجۂ ذیل شعر درج ہے

بحکم خُدا اور رسولِ انام
بزد سکہ تیمور شاہِ نظام

تیمور شاہ کے سونے کے سِکّوں پر اس شعر کے ساتھ لفظ "بزر" اور چاندی کے سِکّوں پر لفظ "بسیم" بھی درج ہوتا تھا جس کو وائٹ ہیڈ نے اپنی نادانستگی سے مصرعۂ ثانی کا جزو سمجھ لیا اور یہ نہ سوچا کہ ان الفاظ کے اضافہ سے مصرعۂ مذکور ساقط البحر ہو جاتا ہے۔

۳۔ ہمایوں شاہ دُرّانی کے سِکّوں پر مندرجہ شعر کو بھی وائٹ ہیڈ نے اس طرح پڑھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

سیم و زر در جہاں شُد روشن تراز خورشید و ماہ
تا کہ بر او نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

یہ شعر دراصل اس طرح ہے۔

در جہاں شُد سیم و زر روشن تراز خورشید و ماہ
تا کہ بر او نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

۴۔ زماں شاہ دُرّانی کے ایک سِکّہ پر حسب ذیل شعر درج ہے۔

بزد سکہ بر زر بحکم الٰہی
زماں شاہ شاہِ یمین و یساری

اس شعر کو بھی وائٹ ہیڈ نے غلطی سے اس طرح پڑھا ہے

سکہ زد بر سیم و زر بحکم الٰہی
زماں شاہ شاہِ یمین و یساری

۵۔ محمود شاہ دُرّانی کے سِکّوں پر یہ شعر درج ہے

Marfat.com

سکّہ دولت سلطان محمود

حسن دیگر بزر و سیم فزود

اس شعر کو صحیح طریقہ سے پڑھنے میں نہ صرف وائٹ ہیڈ نے غلطی کی ہے بلکہ اس کے دو پیشرو لانگ ورتھ ڈیمز اور راجرس بھی اس خصوص میں ناکام رہے ہیں۔ اس شعر کے مصرعۂ ثانی کا لفظ "حُسن" کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اس لفظ کو صحیح نہ پڑھا جائے تو شعر کا مطلب خبط ہو کر رہ جاتا ہے لانگ ورتھ ڈیمز اور راجرس نے اس لفظ کو "خسرو" پڑھ کر یہ تعبیر کی ہے کہ سلطان محمود نے خود کو ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کا ثانی قرار دیا ہے۔ وائٹ ہیڈ نے ان دونوں کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے کہ وہ لفظ "خسرو" نہیں بلکہ "حَسن" ہے اور اس کی توجیہہ یوں کی ہے کہ سلطان محمود خود کو سبطِ نبی امام حَسن کا ثانی قرار دیتا ہے۔ متذکرہ صدر دونوں تاویلات یوں غلط ٹھرتی ہیں کہ اصل لفظ کو صحیح طریقہ سے پڑھا ہی نہیں گیا وہ لفظ خسرو ہے نہ حسن۔ قطع نظر اس امر کے کہ اس لفظ کو خسرو یا حَسن پڑھنے سے مصرعہ ساقط البحر ہو جاتا ہے اور مصرعہ کی معنویت بھی چیستاں بن جاتی ہے۔ فی الحقیقت یہ لفظ "حُسن" ہے اور پورے شعر کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ سلطان محمود کی سلطنت کے سکّے کا ٹھپہ پڑنے سے سونے اور چاندی میں ایک نئے حُسن کا اضافہ ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک لفظ کے بھی غلط پڑھے جانے سے بات کہاں سے کہاں پہونچ جاتی ہے اور صحیح مطلب تک رسائی کس قدر دشوار ہو جاتی ہے۔

●●

Marfat.com

بارق زائی خاندان کے سکّوں پر فارسی اشعار

پچھلے اوراق میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ۱۸۱۸ء میں بارق زائی خاندان کے وزیر فتح خاں کے قتل کے بعد افغانستان کا دوسرا با اثر قبیلہ بارق زائی بھڑک اٹھا اور اس کی آتش انتقام درّانی خاندان کے زوال کا باعث ہوئی۔ بارق زائیوں نے دوست محمد خاں کو اپنا امیر تسلیم کر کے افغانستان میں بارق زائی خاندان کی آزاد حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے میں افغانستان برطانوی ہند، روس اور ایران کی حکومتوں کی سازشوں کا شکار بن رہا تھا۔ امیر دوست محمد خاں کی نسبت انگریزوں کو یہ شبہ ہوا کہ شائد وہ روس کے جال میں پھنس گیا ہے، چنانچہ انہوں نے افغانستان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں انگریزوں کو ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء کی لڑائیوں میں بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اب انہوں نے درّانی خاندان کی بچی کھچی مقبوضات پر ایک کٹھ پتلی حکمران شاہ شجاع کو ڈھونڈ نکالا اور اس کو سر ولیم میکناٹن برطانوی رزیڈنٹ کی معیّت میں کابل میں لا بٹھایا، دوست محمد خاں نے اس صورت حال سے پریشان ہو کر خود کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں نے بارق زائیوں کی طرف سے مقاومت جاری رکھی اور میکناٹن اور برنیز کی سولہ ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج کو اپنی حکمت عملی سے ایسی زبردست شکست دی کہ اس فوج کا صرف ایک سپاہی زندہ بچا اور اسی نے یہ داستان انگریزوں کو سنائی[1]

انگریزوں کی اس ہزیمت کے بعد امیر دوست محمد خاں دوبارہ اقتدار پر آ گیا، امیر دوست محمد خاں نے اس فتح اور اقتدار پر اپنی واپسی کے بعد اجرا کردہ اشرفیوں پر اس واقعہ کو مندرجہ ذیل شعر کی صورت میں بیان کیا ہے۔

بزد ز عین عنایات خالق اکبر
امیر دوست محمد دوبارہ سکّہ زر

---

[1] مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے مولفہ اسٹینلی لین پول مترجمہ محمد عبد الرحمٰن خاں سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد مطبوعہ حیدر آباد دکن، سلسلۂ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ ۱۳۶ صفحات ۳۶۲، ۳۶۳۔

Marfat.com

امیر دوست محمد خاں کے بعد امیر شیر علی، امیر محمد افضل اور امیر محمد اعظم کے سکّوں پر بھی فارسی اشعار پائے جاتے ہیں۔ امیر محمد اعظم کے بعد امیر عبدالرحمٰن خاں اور پھر امیر حبیب اللہ خاں، امان اللہ خاں، نادر شاہ اور ظاہر شاہ بادشاہ ہوئے لیکن ان میں سے کسی کے سکّوں پر فارسی اشعار نہیں پائے جاتے۔

افغانستان ہی میں بارق زائی خاندان کی حکومت کے قیام سے پہلے جو نراجی کیفیت رہی اس کے دوران ایک باغی سردار محمد جان نے بھی اپنے سکّے چلائے تھے جن پر حسب ذیل فارسی شعر درج تھا جس میں اس دور کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے

می کنم دیوانگی تا بر سرم غوغا شود
سکّہ بر زر می کنم تا صاحبش پیدا شود

●●

Marfat.com

خانانِ خوقند کے سکّوں پر فارسی شعر

ماوراء النہر کے اس خاندان کی حکومت ۱۷۰۰ء تا ۱۸۷۶ء م ۱۱۱۲ھ تا ۱۲۹۳ھ فرغانہ میں قائم تھی۔ اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ شاہ رُخ بیگ چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ اس کے جانشینوں میں ایک حکمران نربوتا نے ۱۸۰۰ء میں تاشقند کے علاقے کو بھی اپنی حکومت میں ضم کرلیا۔ اپنے آخری دور میں اس خاندان کے حکمران بہت کمزور ہوگئے تھے اور نتیجتاً ۱۸۷۶ء میں زارِ روس نے ان کے علاقے کو اپنی عظیم مملکت میں شامل کرلیا۔

یوں تو اس خاندان میں سترہ حکمران ہوئے ہیں اور ان سبھوں کے سکّے بھی دستیاب ہیں' لیکن فارسی شعر کا اندراج اس خاندان کے دسویں حکمران محمد علی کے سکّوں پر پایا گیا ہے' جس میں اس نے اپنا نام ولدیت اور مقامِ ضرب کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

بفرغانہ زد سکہ بوسیم و زر
محمد علی ابن غازی عمر

Marfat.com

سکوں پر اشعار

Marfat.com

Marfat.com

سنسکرت

سمدراگپتا

معمولی وزن کی عام اشرفیاں

۱. سمرشت وی تت وجیو
جی تریپورہ جتو دِوم جیتی

۲. راجا ادھِراجہا پرتھوی موتوا
دِوم جیتی ہری تاوا جمیدھا

۳. کرتانت پرسورجیت
یجت راجاجیت جیتھا

۴. اپرتی رتھو وجتی کشتم
سوچریتر دِوم جیتی

کاچاگپتا

کچو گاما وجتی دِوم
کرما بھر تمائز جیتی

چندراگپتا ثانی

۱. ششتی موجتی سوچا
ریتائز دِوم جیتی،
وکرم دیتیھا

Marfat.com

۲۔ نریندراچندرھا
پرتھسارنوریے جیتی جیو
بھوی سمھا وکرمھا

کماراگپتا

۱۔ وجتاونی رونی پتھی
کماراگپتو دِوم جیتی

۲۔ گپت کولا ویوم ششتی
جیتی جے یوجت ہیندرھا

۳۔ گپت کولا ملا چندرو
ہیندرا کرماجتو جیتی

۴۔ پرتھوی تلیشوریندرھا
کماراگپتو جیتی (جیتا)

۵۔ چھتریو کمارگپتو
راجہ تراتا جیتی ریم

اسکندگپتا

۱۔ وجتاونی رونی پتھی سری
سکندگپتو دِوم جیتی

Marfat.com

عربی

ہارون الرشید عباسی

ایک سو ایک دیناروں کے مماثل ایک دینار

رُخ اول

۱۔ واَصْفَرُ مِن ضربِ دار الملوك
یَلُوحُ عَلیٰ وَجْهِهٖ جَعْفَرا

رخ ثانی

۲۔ یزید علی مائةٍ واحداً
اذا نالہٗ مُعْسِرٌ یَتَیَسَّرا

زیادۃ اللہ ثالث اغلبی

دس دیناروں کے مماثل ایک دینار

رخ اول

۱۔ یا سائراً نحوال...
اِنْ قَدکَفاکَ اللہُ اَمْر...

۲۔ بزیادۃِ اللہِ ابنِ عبدِ اللہِ س...
ف اللہِ مِن دُونِ الخلیفۃ سَنَدُ...

رخ ثانی

۳۔ ما اِن یَرٰی لکَ بالخلاف...
اِلّا اسْتِبَاحَ حَرِیمَہٗ...

Marfat.com

۴۔ مَن لَا یَرىٰ لک طَاعَۃً فَاللّٰہِ قَد
اَعْمَاہُ عَنْ طُرُقِ الھُدیٰ وَاَضلّہُ

فخرالدولہ بُویہی

ایک ہزار دیناروں کے مماثل ایک دینار

ایک ہی رخ پر

واحمر یحکی الشمسَ شکلاً وصورۃً
۱۔ فاوصافہُ مُشتقۃٌ مِن صِفاتہِ
فَاِن قیل دینارٌ فقد صَدّق اسمہُ
۲۔ واِن قیلَ الفٌ کان بعض سماتہ
بَدیعٌ ولم یُطبعْ علی الدھرِ مثلہُ
۳۔ [illegible] اضرابہ لسراتہٖ
[illegible] رتہُ دولۃٌ فلکیۃٌ
[illegible] بھا الاقبالُ صدرَ قناتہٖ
۴۔ وصار الی شاھنشاہ انتسابہُ
۵۔ علی انّہُ مُستصغرٌ لِعُفاتہِ
یُخَیّرُ ان یبقی سنین کوَزنہٖ
۶۔ لتَستَبشرَ الدنیا بطولِ حیاتہٖ
[illegible] فیہ عبدہُ وابنُ عبدِہٖ
۷۔ [illegible] من ایادیہ وکافی کُفاتہٖ

Marfat.com

اسمٰعیل اول صفوی

عام روپے

۱. ناد علیاً مظهر العجائب
تجده عوناً لك فی النوائب

۲. کل همٍ و غمٍ سینجلی
بولایتك یا علی یا علی یا علی

Marfat.com

فارسی

محمد شاہ ثانی (گجرات)

تانبے کے سکے

۱۔ تا بدار الضرب گردوں قرص مہر و ماہ باد
سکۂ سلطان غیاث الدین محمد شاہ باد

بہادر شاہ (گجرات)

تانبے کے سکے

۱۔ ھر کرا روی و رواجے ھست بر سطح زمیں
سکۂ اقبال شاہ ھند دارد بر جبیں

حسن شاہ (کشمیر)

عام اشرفیاں

۱۔ نگین خاتم ملک سلیماں
حسن شاہ ابن حیدر شاہ سلطاں

فتح شاہ (کشمیر)

عام اشرفیاں

۱۔ مھر دولت کہ مملکت گیر است
سکۂ فتح شاہ کشمیر است

ابراھیم عادل شاہ ثانی (بیجاپور)

تین تولے کی اشرفیاں

۱۔ ... مھر عادل شاہی
جگت گرو داد الٰھی

Marfat.com

محمد عادلشاہ (بیجاپور)

تانبے کے سکے اور چھوٹی اشرفیاں

۱۔ جہاں زایں دو محمد گرفتہ زینت و جاہ
یکے محمد مرسل دوم محمد شاہ

محمد قلی قطب شاہ (گولکنڈہ)

تانبے کے سکے

۱۔ تعیر دہ فلوس شاہی
پیوستہ بلعنت الہٰی

Marfat.com

شہنشاہِ اکبر

ایک سو تولے کی اشرفی

رخِ اول

۱۔ خورشید کہ ہفت بحر از او گوہر یافت
سنگ سیہ از پرتو آں جوہر یافت
کان از نظر تربیت او زر یافت
واں زر شرف از سکہ شہ اکبر یافت

رخِ ثانی

۲ ایں سکہ کہ پیرایۂ امید بود
با نقشِ دوامِ نامِ جاوید بود
سیمائے سعادتش ہمیں بس کہ بدھر
یک ذرہ نظر کردۂ خورشید بود

پچاس تولے کی اشرفی

۳ ایں نقد رواں گنج شاہنشاہی
با کوکب اقبال کند ہمراہی
خورشید بہ پرورش ازاں رو کہ بدھر
یابد شرف از سکۂ اکبر شاہی

پچیس تولے کی اشرفی

۴ ایں سکہ کہ دست بخت را زیور باد
پیرایۂ نہ سپہر و ہفت اختر باد
زرین نقدیست کار ازو چوں زر باد
در دہر رواں بنام شہ اکبر باد

Marfat.com

عام وزن کی معمولی اشرفیاں اور روپے

۵
سعادت یافت دینار جلالی
ز مہر نام اکبر شاہ عالی

۶
زر است از مہر اکبر بادشاہ نور
برآں زر نام شہ نورعلی نور

۷
تا زمین و آسماں را مہر انور زیور است
مہر مُہر شاہ اکبر آبروے ایں زر است

۸
ہمیشہ ہمچو زر مہر و ماہ رائج باد
بغرب و شرق جہاں سکۂ الہ آباد

۹
ہمیشہ چوں زرِ خورشید و ماہ رائج باد
بغرب و شرق جہاں سکۂ الہ آباد

۱۰
رواج سکۂ اللہ اکبر
بود با قلعۂ باندھو برابر

۱۱
سکۂ بنگالہ زاں دلخواہ شد
کابرویش ضرب اکبر شاہ شد

Marfat.com

شہنشاہ جہانگیر

ایک ہزار تولے کی اشرفی

رُخ اول

۱ ہزار کونہ شرف یافت روی سکہ و زر
زنقش نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر
عجب نباشد اگر زار زوے سکہٗ او
بسکہ خانہ اش آمد ز آسماں اختر

رخ ثانی

۲ زفیض دیدنِ مہر ہزار تولچہ اش
ہزار بار ببالد ز ذوق نور نظر
بنام نامی اُو باد سکّہ و خطبہ
بدہر تا بود از سکّہ و ز خطبہ اثر

پانچ تولے کی اشرفی

رخ اول

۳ از شاہ جہانگیر بود دورِ زماں
در آگرہ ز نام اوست زر نور فشاں

رخ ثانی

۴ تا ہست نشان پنج نوبت بجہاں
ایں سکہٗ پنج مہریش باد رواں

Marfat.com

معمولی وزن کی عام اشرفیاں اور روپے

۵ حروف جہانگیر و اللہ اکبر
ز روزِ ازل در عدد شد برابر

۶ مالک الملک سکہ زد بر زر
شاہِ سلطان سلیم شہ اکبر

۷ قضا بر سکۂ زر کرد تصویر
شبیہ حضرت شاہ جہانگیر

۸ بخط نور بر زر کلک تقدیر
رقم زد شاہ نورالدین جہانگیر

۹ روی زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابنِ اکبر بادشاہ

۱۰ ساخت روی زر ز نور سکہ یکسر مہر و ماہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابنِ اکبر بادشاہ

۱۱ شد چو خور زین سکہ نورانی جہاں
آفتاب مملکت تاریخ آں

۱۲ تا زند از نام جہانگیر شاہ
سکہ بود نور دہِ مہر و ماہ

Marfat.com

۱۳ بهفت کشور این زر همیشه باد روان
زنقش نام جهانگیر بادشاه زمان

۱۴ بروی سکهٔ زر داد چندین زینت و زیور
شبیه شاه نور الدین جهانگیر ابن شه اکبر

۱۵ بحکم شاه جهانگیر یافت صد زیور
بنام نور جهان بادشاه بیگم زر

۱۶ سکه زد در شهر کابل خسرو گیتی پناه
شاه نور الدین جهانگیر ابن اکبر بادشاه

۱۷ همیشه باد ز دارالعباد حی و قدیم
رواج سکهٔ کابل بنام شاه سلیم

۱۸ سکهٔ قندهار شد دلخواه
از جهانگیر شاه اکبر شاه

۱۹ بدهر باد روان تا فلک بود در دور
بنام شاه جهانگیر سکهٔ لاهور

۲۰ بحکم شاه جهانگیر سکهٔ لاهور
ز نام نور جهان بادشاه شد پر نور

Marfat.com

ز نام شاہ جہانگیر تا شود پُر نور
۲۱ فزودہ نور جہاں روئے سکۂ لاہور

ہمیشہ بادا بر روی سکۂ لاہور
۲۲ ز نام شاہ جہانگیر شاہ اکبر نور

زر لاہور شد در ماہ بہمن چوں مہِ انور
۲۳ بدور شاہ نورالدیں جہانگیر ابن شاہ اکبر

در اسفندارمز ایں سکّہ در لاہور زد بر زر
۲۴ شہنشاہِ امم شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

بفروردیں زر لاہور شد رشک مہِ انور
۲۵ ز نور سکۂ شاہ جہانگیر ابنِ شاہ اکبر

مہِ اردی بہشت ایں سکّہ در لاہور زد بر زر
۲۶ شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

بماہ تیر در لاہور زد ایں سکّہ را بر زر
۲۷ پناہ مُلک دیں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

جہاں فروز بہ کشمیر گشت سکۂ زر
۲۸ ز نور نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر

Marfat.com

۲۹
زر فتح و نصرت جہانگیر شاہ
بہ دہلی زد از فیض لطف الٰہ

۳۰
سکہ زد در شہر اگرہ خسرو گیتی پناہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۱
سکہ اگرہ داد زینت زر
از جہانگیر شاہ شاہ اکبر

۳۲
زد باگرہ سکہ شاہی بزر در مہر و ماہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۳
یافت در اگرہ روئی زر زیور
از جہانگیر شاہ شاہ اکبر

۳۴
باگرہ سکہ زد در ماہ آذر شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابنِ شاہ اکبر

۳۵
سکہ در بہمن باگرہ زد بزر ظلّ الٰہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابنِ اکبر بادشاہ

۳۶
در اسفندار مُز ایں سکہ را در اگرہ زد بر زر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابنِ شاہ اکبر

Marfat.com

۳۷ بفروردیں زر اگرہ فروزاں گشت چوں اختر
ز نور سکۂ شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

۳۸ در مہِ آباں باگرہ سکہ زد ظلِّ اللہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۳۹ بفتح پور فروزندہ گشت سکۂ زر
ز نور نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر

۴۰ جہاں فروز باجمیر گشت سکۂ زر
ز نور نام جہانگیر شاہ شاہ اکبر

۴۱ زد بزر ایں سکہ در اجمیر شاہ دیں پناہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۲ در اجمیر زد سکۂ فتح بر زر
جہانگیر شاہِ شہنشاہ اکبر

۴۳ در بداؤں سکہ زد سلطان گردوں بارگاہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۴ ہمیشہ نور زر سکۂ الہ آباد
ز نام شاہ جہانگیر شاہ اکبر باد

Marfat.com

۴۵ سکہ زد در شہر پٹنہ خسرو عالم پناہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۶ سکہ در اکبرنگر زد شاہ گردوں بارگاہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۷ ساخت روی زر ز نور سکہ یکسر مہر و ماہ
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۴۸ باد رواں تا کہ بود دورِ ماہ
سکۂ اُردوے جہانگیر شاہ

۴۹ باردوِ سکہ در راہ دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

۵۰ سکہ زد در شہر برہانپور شاہ دیں پناہ
شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

۵۱ بماندو سکۂ فتح دکن زد شاہ بحر و بر
شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر

۵۲ دہد بنور جہانے و مہر و مہ پرتو
ز نام شاہ جہانگیر سکۂ مندو

Marfat.com

۵۳ پس از فتح دکن آمد چو در گجرات از مانڈو
بزر ایں سکہ زد شاہ جہانگیر ظفر پرتو

۵۴ شہنشاہ اکبر جہانگیر شاہ
زر و نور داد احمد آباد را

۵۵ الٰہی تا جہاں باشد رواں باد
بشرق و غرب مہر احمد آباد

۵۶ زر احمد آباد را داد زیور
جہانگیر شاہ شہنشاہ اکبر

۵۷ سکہ زد در احمد آباد از عنایات اللہ
شاہ نور الدیں جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

Marfat.com

شہنشاہ شاہ جہاں

دو سو تولے کی اشرفی

رُخ اول

۱۔ از صدق ابی بکر شد ایماں انور
اسلام قوی دست شد از عدل عمر
دیں تازہ شد از شرم و حیاے عثماں
وز علم علی یافت ولایت زیور

رُخ ثانی

۲۔ سکہ بر مہر دو صد مہری زد از لطف اللہ
ثانی صاحب قراں شاہ جہاں دیں پناہ
روی زر باد از نقش سکہ اش عالم فروز
تا شود از پرتوِ خورشید روشن روی ماہ

ایک سو تولے کی اشرفی

رُخِ اوّل

۳۔ از صدق ابی بکر شد ایماں انور
اسلام قوی دست شد از عدل عمر
دیں تازہ شد از شرم و حیلئے عثماں
وز علم علی یافت ولایت زیور

رُخ ثانی

۴۔ شد شاہ جہاں چو بادشاہ عالم
بخشید ز جود گنجہا دریکدم
یک مہر ز صد مہر بفرمود از انکہ
صد مہر کند بجای یک مہر کرم

Marfat.com

۵۔ زر سپہر کند مہر از سر افرازی
نثار شاہ جہاں شاہ خرم غازی

۶۔ سکہ شاہ جہاں آباد رائج در جہاں
جاوداں بادا بنام ثانی صاحب قراں

مُراد بخش

عام اشرفی اور روپیہ

۱۔ گرفت ارث ز صاحب قراں شہ ثانی
مراد بخش محمد سکندر ثانی

شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر

ایک سو تولے کی اشرفی

رُخِ اوّل

۱۔ شاہ اورنگ زیب عالم گیر
آسماں قدرت و قضا تدبیر
روی زر از فروغ سکہ او
گشت روشن بسان مہر منیر

رُخِ ثانی

۲۔ شاہ عالم گیر دریائی کرم اورنگ زیب
آنکہ از قسمت سخایش آب می گرد سحاب
از فروغ سکہ اش در عرصۂ ہندوستاں
گشت روشن روی زر چوں روی ماہ و آفتاب

Marfat.com

عام اشرفی

۳۔ سکہ زد درجہاں چو مہرِ مُنیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

عام روپیہ

۴۔ سکہ زد درجہاں چو بدرِ مُنیر
شاہ اورنگ زیب عالم گیر

اعظم شاہ

عام اشرفی اور عام روپیہ

۱۔ سکہ زد درجہاں بدولت و جاہ
بادشاہ ممالک اعظم شاہ

۲۔ نگیں سلیماں کہ تابندہ بود
بر اُو اسم اعظم ہمیں کندہ بود

کام بخش

عام اشرفی اور عام روپیہ

۱۔ در دکن زد سکہ برخورشید وماہ
بادشاہ کام بخش دیں پناہ

شاہ عالم بہادر شاہ

دس تولے کی اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد درجہاں بفضلِ اللہ
شاہ ہندوستاں بہادر شاہ

Marfat.com

عام اشرفیاں اور روپے

۲۔ بزر زد سکۂ صاحب قرانی
بہادر شاہ عالم گیر ثانی

۳۔ بزر زد سکۂ صاحب قرانی
معظم شاہ عالم گیر ثانی

۴۔ سکہ زد در ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
ثانی شاہ جہاں سلطاں معظم بادشاہ

عظیم الشان

عام روپیہ

۱۔ سکہ زد در جہاں بفتح و ظفر
بادشاہ عظیم دیں پرور

جہاندار شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ در آفاق زد سکہ بر مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

۲۔ در آفاق زد سکہ چوں مہر و ماہ
ابوالفتح غازی جہاندار شاہ

۳۔ بزد سکہ بر زر چو صاحب قرآں
جہاندار شہ بادشاہ جہاں

Marfat.com

۴۔ بزد سکہ بر مہ چو صاحب قران
جہاندار شہ بادشاہ جہاں

۵۔ بزد سکہ بر نقرہ چوں مہر و ماہ
ابو الفتح غازی جہاندار شاہ

۶۔ بزد سکہ در دہر چوں مہر و ماہ
ابو الفتح غازی جہاندار شاہ

۷۔ بزد سکہ در ملک چوں مہر و ماہ
شہنشاہ غازی جہاندار شاہ

فرخ سیر

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
بادشاہ بحر و بر فرخ سیر

۲۔ سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
ثالث صاحب قران فرخ سیر

رفیع الدرجات

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زد سکہ بہند با ہزاراں برکات
شاہنشہ بحر و بر رفیع الدّرجات

Marfat.com

زد سکہ بہند باہزاراں برکات
۲- شاہنشہ آفاق رفیع الدرجات

زد سکہ بہند باہزاراں برکات
۳- شاہنشہ دادگر رفیع الدرجات

زد سکۂ نصر باہزاراں برکات
۴- شاہنشہ بحر و بر رفیع الدرجات

سکہ زد شاہ رفیع الدرجات
۵- مہر مانند بہ یمن و برکات

رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ با امن واماں زد در جہاں
۱- ثانی صاحب قراں شاہ جہاں

سکہ زد در جہاں با من واماں
۲ شاہ صاحب قراں ولی جہاں

نیکوسیر

عام اشرفیاں اور روپے

بزر زد سکہ صاحب قرانی
۱- شہ نیکوسیر تیمور ثانی!

Marfat.com

محمد ابراهیم

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد در جہاں بفضلِ کریم
شاہ شاہاں محمد ابراہیم

محمد شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد در جہاں بلطف اللہ
بادشاہ زماں محمد شاہ

۲۔ سکہ زد در جہاں بفضلِ اللہ
بادشاہ زماں محمد شاہ

۳۔ زفضل حق شہنشاہ محمد شاہ دیں پرور
دریں عالم زدہ سکہ ز مہر و ماہ روشن تر

احمد شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ بر زر زدہ بفضل اِلٰہ
شاہ عالم پناہ احمد شاہ

عزیزالدین عالمگیر ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بزر زد سکہ صاحب قرانی
عزیز الدین عالم گیر ثانی

Marfat.com

۲۔ بزر زد سکہ چوں صاحب قرانی
عزیز الدین عالمگیر ثانی!

۳۔ بیافت رونق ازیں سکہ زر چو مہر مُنیر
ز نام شاہ جہاں بادشاہ عالمگیر

۴۔ سکہ زد بر ہفت کشور ہمچو تاباں مہر و ماہ
شاہ عزیز الدین عالمگیر غازی بادشاہ

۵۔ مبارک سکۂ صاحب قرانی
عزیز الدین عالمگیر ثانی

شاہ عالم ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل الٰہ
حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

۲۔ سکۂ صاحب قرانی زد ز تائید الٰہ
حامی دین محمد شاہ عالم بادشاہ

بیدار بخت

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بزر سکہ زد وارث تاج و تخت
محمد جہاں شاہ بیدار بخت

Marfat.com

۲۔ بزر سکہ زد والی تاج و تخت
محمد جہاں شاہ بیدار بخت

۳۔ سکہ زد در ہند از فضل اللہ
حامی دین نبی بیدار شاہ

اکبر ثانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد در جہاں ز فضل اللہ
حامی دین محمد اکبر شاہ

۲۔ سکہ زد در جہاں بفضل اللہ
حامی دین محمد اکبر شاہ

۳۔ مبارک سکۂ صاحب قرانی
محمد اکبر چنگیز خانی

۴۔ بسیم و زر زدہ خوش سکۂ جہانبانی
چراغ دودۂ تیمور اکبر ثانی

بہادر شاہ ظفر

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بسیم و زر زدہ شد سکۂ بفضل اللہ
سراج دین ابو ظفر شہ بہادر شاہ

Marfat.com

بزر زد سکۂ صاحب قرآنی
۲۔ سراج الدین بہادر شاہ ثانی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران اجرا شدہ مخصوص اشرفیاں

بزر زد سکۂ نصرت طرازی
۳۔ سراج الدین بہادر شاہ غازی

چلے نہ اشرفیؔ آفتاب عالم میں
۴۔ خطِ شعاع سے او سپر جو یہ نہ ہو تحریر

ابوظفر شہ والا گہر بہادر شاہ
۵۔ سراج دین نبی سایۂ خدائے قدیر

جہاں مسخّر و عالم مطیع و خلق مطاع
۶۔ فلک مؤیّد و اختر معین و بخت نصیر

Marfat.com

ٹیپو سلطان (میسور)

تین تا چار تولے کی اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد در جہاں بآسانی
شاہ ٹیپو سکندر ثانی

۲۔ دیں احمد در جہاں روشن ز فتح حیدر است

غازی الدین حیدر (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذو المنن
غازی الدیں حیدر عالی نسب شاہ زمن

نصیر الدین حیدر (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل اِلٰہ
نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

۲۔ بدھر سکۂ شاھی زدہ ز لطف اِلٰہ
سپہر مرتبہ شاہ جہاں سلیماں جاہ

۳ بگیتی سکہّ زد چوں مہر انور
شہ عالم نصیر الدین حیدر

Marfat.com

۴۔ سکّہ زد بر سیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ
ظل سُبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

محمد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بجود و کرم سکہ زد در جہاں
محمد علی پادشاہ زماں

امجد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ در جہاں زد سکۂ شاہی بتائید اللہ
ظل حق امجد علی شاہ زمن عالم پناہ

واجد علی شاہ (اودھ)

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر سیم و زر از فضل و تائید اللہ
ظل حق واجد علی سلطان عالم بادشاہ

رمضان علی برجیس قدر

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکّہ زد بر سیم و زر چوں مہر و بدر
نیّر دیں میرزا برجیس قدر

Marfat.com

۲۔ سکہ زد از فضل حق بر اشرفی مہر و بدر
اختر سلطان عالم میرزا برجیس قدر

۳۔ سکہ زد اندر جہاں چوں ماہ بدر
شاہ رمضان علی برجیس قدر

۴۔ بزد سکہ در دہر چوں مہر و بدر
ابوالحرب قاآن برجیس قدر

رانی پرمتھیشوری (رنگپور۔ آسام)

چوکور روپے

۱۔ بحکم بیگم پرمتھی سری شاہ
زد سکہ چو مہر شیو سنگ شاہ

راجیشوراسمہا (رنگپور۔ آسام)

عام روپے

۱۔ سری راجنیشر سنگھ عالم پناہ
زد ایں سکہ سلطان چو خورشید و ماہ

باندہ سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)

عام روپے

۱۔ سکہ زد در ھر دو عالم تیغ نانک واھب است
فتح گوبند شاہ شاہاں فضل ستا صاحب است

Marfat.com

جسّا سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)

عام روپے

۱۔ سکہ زد درجہاں بفضل اکال
ملک احمد گرفت جسّا کلال

رنجیت سنگھ (غیر منقسمہ پنجاب)

عام روپے

۱۔ دیگ تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ
یافت از نانک گورو گوبند سنگھ

رنجیت دیو (جموّں وکشمیر)

عام روپے

۱۔ لچھمی نرائن دل شاد کرد
خانۂ رنجیت دیو آباد کرد

ابراہیم علی خاں (ٹونک)

عام روپے

مبارک سکّہ زد از فضل یزداں
رئیس ٹونک ابراہیم علی خاں

تخت سنگھ (جودھپور)

عام اشرفیاں اور روپے

زر وسیم را سکہ زد تخت سنگھ
بعہد کوئن شاہ ہند و فرنگ

Marfat.com

جسونت سنگھ (جودھپور)

ام اشرفیاں اور روپے

زد بعہد کوئن چو سکۂ بخت
گشت جسونت سنگھ وارث تخت

جسونت سنگھ (اندور)

عام روپے

زد سکۂ مبارک از ارض تا باختر
صاحب قرانِ ثانی سلطاں محمد اکبر

اسمٰعیل ثانی صفوی

عام روپے

زمشرق تا بمغرب گر امام است
۱۔ علی و آل او ما را تمام است

محمد خدا بندہ

عام روپے

لطف حق تا کہ درجہاں باقیست
۱۔ سکۂ صاحب الزماں باقیست

عباس اول

عام روپے

از بہر خیر ایں سکہ را
۱۔ کلب علی عباس زد

Marfat.com

صفی اول

عام روپے

۱۔ ہست از جاں غلام شاہ صفی

عباس ثانی

عام روپے

به گیتی سکۂ صاحب قرانی
۱۔ زد از توفیق حق عباس ثانی

به گیتی آنکه اکنوں سکۂ صاحب قرانی زد
۲۔ ز توفیق خدا کلب علی عباس ثانی زد

۳۔ بود کلب علی عباس ثانی

سلیمان اول صفی ثانی

عام اشرفیاں اور عام روپے

سکہ زد بعد از شہ صاحب قراں
۱۔ صاحب دوراں سلیماں جہاں

بہر تحصیل رضائے مقتدائی انس و جاں
۲۔ سکۂ خیرات بر زر زد سلیماں جہاں

به گیتی بعد شہ عباس ثانی
۳۔ صفی زد سکہ صاحب قرانی

زبعد ہستی عباس ثانی
۴۔ صفی زد سکہ صاحب قرانی

Marfat.com

از برائے صرف زوّار امام انس وجاں
۵۔ تازہ از نام صفی شد سکۂ صاحب قراں

سکۂ مہر علی را تا رذم بر نقد جاں
۶۔ گشت از فضل خدا محکوم فرمانم جہاں

حسین اول صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

زد ز توفیق حق بہ چہرۂ زر
۱۔ سکہ سلطاں حسین دیں پرور

گشت صاحب سکہ از توفیق رب المشرقین
۲۔ در جہاں کلب امیر المومنیں سلطاں حسین

گشت صاحب سکہ از توفیق رب المشرقین
۳۔ کلب درگاہ امیر المومنیں سلطاں حسین

طہماسپ ثانی صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ زد طہماسپ ثانی بر زر کامل عیار
۱۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

بگیتی سکۂ صاحب قرانی
۲۔ زد از توفیق حق طہماسپ ثانی

Marfat.com

۳۔ از خراساں سکہ بر زر شد بتوفیق خدا
نصرت و امداد شاہ دیں علی موسیٰ رضا

احمد صفوی

عام روپے

۱۔ سکہ زد بر ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
وارث ملک سلیماں گشت احمد بادشاہ

عباس ثالث صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ بر زر زد بتوفیق الٰہی در جہاں
ظل حق عباس ثالث ثانی صاحبقراں

سام صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ بر زر زد بگیتی چوں طلوع نیّرین
وارث ملک سلیماں سام بن سُلطاں حسین

۲ بندۂ شاہ ولایت
سام بن سلطاں حسین

سلیماں ثانی صفوی

عام روپے

۱۔ زد از لطف حق سکۂ کامرانی
شہ عدل گستر سلیمان ثانی

Marfat.com

حسین ثانی صفوی

عام روپے

۱۔ دارد ز شاہ مرداں فرمان حکم رانی
فرزند شاہ طہماسپ سلطاں حسین ثانی

محمد صفوی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بزر زد سکہ از الطاف سرمد
شہ والا گہر سلطاں محمد

Marfat.com

میر اویس (افاغنہ)

عام روپے

۱۔ سکہ زد بر درہم دارالقرار قندھار
خان عادل شاہ عالم میر اویس نامدار

میر محمود

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ چو مہر و مہ زر شاہنشہی محمود عالم شد
کہ نقد قلبش از فیض خدا از غش مسلم شد

۲۔ دین حق را سکہ بر زر کرد از حکم اللہ
عاقبت محمود باشد بادشاہ دیں پناہ

۳۔ سکہ زد از مشرق ایراں چو قرص آفتاب
شاہ محمود جہانگیر سیادت انتساب

۴۔ فرو رود بزمیں ماہ و آفتاب منیر
ز رشک سکۂ محمود شاہ عالمگیر

۵ سکۂ سلطاں حسیں نابود شد
شاہ ایراں عاقبت محمود شد

۶۔ بمحمود ارشد خداداد شاھی

Marfat.com

میر اشرف

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ باشرفی اثر نام آنجناب رسید
شرف زسکۂ اشرف برآفتاب رسید

۲۔ خور و مہ چوں طلا و نقرہ از فیضش منور شد
سریر آفتاب از نام اشرف سکہ برزر شد

۳۔ ز الطاف شہ اشرف حق شعار
بزر نقش شد سکۂ چاریار

آزاد خاں باغی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ تاکہ آزاد در جہاں باشد
سکۂ صاحب الزماں باشد

Marfat.com

نادر شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

سکہ بر زر کرد نام سلطنت را در جہاں
۱۔ نادر ایران زمین و خسرو گیتی ستاں

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب العلمین
۲ بادشاہ ہفت کشور نادر ایران زمین

دادہ زیب تازہ رو بر مہر و ماہ
۳۔ سکۂ نادر شہ گیتی پناہ

ہست سلطان بر سلاطین جہاں
۴۔ شاہ شاہاں نادر صاحبقراں

خادم شاہ نجف زیبندۂ تاج و نگیں
۵۔ بادشاہ دادگستر نادر ایران زمیں

نادرم در ملک ایراں قادرم بر ہر دیار
۶۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

نگیں دولت و دیں بود کہ رفتہ بود زجا
۷۔ بنام نادر ایران قرار داد خدا

Marfat.com

عادل شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زبعد نادر دوراں عدالت سکہ بر زر شد
بنام شاہ دیں سلطاں علی عالم منور شد

۲۔ گشت رائج بحکم لم یزلی
سکۂ سلطنت بنام علی

ابراھیم شاہ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زفیض حضرت باری و سرنوشت قضا
رواج یافت بزر سکۂ امام رضا

۲۔ سکۂ صاحبقرانی زد بتوفیق اللہ
ہمچو خورشید جہاں افروز ابراہیم شاہ

شاھرخ افشاری

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد درجہاں بحکم خدا
شاہ رخ کلب آستاں رضا

Marfat.com

۲- سکہ زد از سعی نادر ثانی صاحبقراں
کلب سلطان خراساں شاہرخ شاہ جہاں

۳- امر شد از شاہ شاہاں نادر صاحبقراں
سکہ یابد در ہرات از شاہرخ نام ونشاں

۴- یافت از الطاف احمد بادشاہ
شاہرخ برتخت شاہی جایگاہ

۵- دوبارہ دولت ایراں گرفت از سرجوانی را
بنام شاہرخ زد سکۂ صاحبقرانی را

کریم خاں زند

عام اشرفیاں اور روپے

۱- شد آفتاب و ماہ زر و سیم درجہاں
از سکۂ امام بحق صاحب !!

Marfat.com

محمد حسن قاچار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بزر سکہ از میمنت زد قضا
بنام علی ابن موسیٰ رضا

۲۔ باشد چو آفتاب زر و سیم درجہاں
از سکۂ امام بحق صاحب الزماں

۳۔ شد زیمن دین حق رائج بتوفیق خدا
سکۂ اقبال برنام علی موسیٰ رضا

آقا محمد قاچار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بر عرش بریں فگندہ مسند
شاہنشہ انبیا محمد

۲۔ تا زر و سیم درجہاں باشد
سکۂ صاحب الزماں باشد

۳۔ تا زر و سیم را نشاں باشد
سکۂ صاحب الزماں باشد

Marfat.com

فتح علی شاہ قاچار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ آمدہ سکۂ شاہی بزر از فتحعلی

۲۔ سکۂ فتحعلی شہ خسرو صاحبقراں

۳۔ سکۂ فتحعلی شہ خسرو کشورستاں

۴۔ شاہ شاہان جہاں فتحعلی

محمد حسن خاں سالار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ بر زر میزند سالار دیں
یا ورش باشد امیر المومنیں

ناصر الدین شاہ قاچار

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر ہفت کشور چتر زد بر مہر و ماہ
ناصر دین محمد ناصر الدیں بادشاہ

Marfat.com

احمد شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ حکم شد از قادر بیچوں با احمد بادشاہ
سکہ زن بر سیم و زر از اوج ماہی ما بماہ

سلیمان شاہ

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد بر سیم و زر چوں مہر و ماہ
شہ سلیماں ابن احمد بادشاہ

۲۔ سیم و زر را سرفرازی داد چوں خورشید و ماہ
وارث شاہنشہ دوراں سلیماں بادشاہ

۳۔ سکہ زد بر سیم و زر از فضل و الطاف اللہ
شاہ دُرّانی سلیماں شاہ گردوں بارگاہ

تیمور شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ بحکم خدا و رسول انام
بزد سکہ تیمور شاہ نظام

۲۔ چرخ می آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ
تا کند بر چہرہ نقش سکہ تیمور شاہ

Marfat.com

ہمایوں شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ درجہاں شد سیم و زر روشن تر از خورشید و ماہ
تاکہ برہو نقش شد نام ہمایوں بادشاہ

زماں شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ زر و سیم شد مہر و مہ درجہاں
بنام زماں شاہ شاہ زماں

۲۔ قرار یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں
رواج سکۂ دولت بنام شاہ زماں

۳۔ بزد سکہ بر زر بحکم الٰہی
زماں شاہ شاہ یمین و یساری

محمود شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکۂ دولت سُلطاں محمود
حُسن دیگر بزر و سیم فزود

۲۔ سکہ بر زر زد بتوفیقِ اللہ
خسرو گیتی ستاں محمود شاہ

Marfat.com

شاہ شجاع دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

سکّہ زد بر سیم و زر روشنتر از خورشید و ماہ
۱۔ حامی دین نبی سلطاں شجاع الملک شاہ

سکہ زد از فضل حق بر سیم و زر
۲۔ شہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

سکہ زد بر سیم و زر از فضل خاص کردگار
۳۔ خسرو گیتی ستاں شاہ شجاع نامدار

سکۂ زد بر سیم و زر چوں مہر و ماہ
۴۔ شاہ دیں پرور شجاع الملک شاہ

رونق آفاق شد بر سیم و زر
۵۔ سکۂ شاہ شجاع نامور

قیصر شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

سیم و زر در جہاں بحکم اللہ
۱۔ گشت رائج بنام قیصر شاہ

Marfat.com

نورَالدین شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ روشن شد ز شاہ نورالدین
رائج از مخدوم قطب العارفین

ایوب شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ شاہ ایوب سکہ بر زر و سیم
زد بتائید کردگار عظیم

۲۔ شد جہاں روشن تر از خورشید و ماہ
از شعاع سکۂ ایوب شاہ

کامران شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ طلا از مہر نا زد نقرہ از ماہ
ز فیض نقش نام کامراں شاہ

شہ پور شاہ دُرّانی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ سکہ زد از فیض و الطاف الٰہ
خسرو عالم ستاں شہ پور شاہ

Marfat.com

امیر دوست محمد بارق زائی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ شمس و قمر به سیم و طلا میدہد نوید
وقت رواج سکۂ پاینده خاں رسید

۲۔ بزد زعین عنایات خالق اکبر
امیر دوست محمد دوباره سکۂ زر

۳۔ کمر به بست و بزد سکۂ بعزم جہاد
امیر دوست محمد که ناصرش حق باد

امیر شیر علی

عام اشرفیاں اور روپے

۱۔ ز التفات کثیر امیر نیک ضمیر
امیر شیر علی سکه زد چو بدر منیر

۲۔ جمال دولت پاینده قسمت ازلی است
ز بعد دوست محمد امیر شیر علی است

۳۔ ز عین مرحمت کردگار لم یزلی
بیافت سکّه رواج از امیر شیر علی

۴۔ شد از عنایت و الطاف شاه لم یزلی
رواج سکه بنام امیر شیر علی

Marfat.com

شد ز فضلِ خدائے لم یزلی
۵۔ والیٔ قندھار شیر علی

سکہ زد در جہاں چو بدر جلی
۶۔ بار دویم امیر شیر علی

امیر محمد افضل

عام اشرفیاں اور روپے

دو فوج مشرق و مغرب ز ہم مفصّل شد
۱۔ امیر ملک خراساں محمد افضل شد

امیر محمد اعظم

عام اشرفیاں اور روپے

چو از عنایت و الطاف حق ملزّم شد
۱۔ رواج سکہ بنام محمد اعظم شد

محمد جان باغی

عام اشرفیاں اور روپے

می کنم دیوانگی تا برسرم غوغا شود
سکہ بر زر می کنم تا صاحبش پیدا شود

محمد علی (خوقند)

عام اشرفیاں اور روپے

بفرغانہ زد سکہ بر سیم و زر
۱۔ محمد علی ابن غازی عمر

Marfat.com

فہرست ماخذ اشعار

سنسکرت

نام حکمران	سلسلہ نشان شعر	صفحہ کتاب	صراحت ماخذ
گپتا خاندان			
سمدرا گپتا	۱	۱۴۱	دی گپتا گولڈ کوائنس ان دی بیانہ ہورڈ مرتبہ اے۔ ایس الٹیکر شائع کردہ نیومسماٹک سوسائٹی آف انڈیا ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۲
ایضاً	۲	۱۴۱	صفحہ ۴۶
ایضاً	۳	۱۴۱	صفحہ ۵۰
ایضاً	۴	۱۴۱	صفحہ ۵۵
کاچا گپتا	۱	۱۴۱	صفحہ ۶۳
چندرا گپتا ثانی	۱	۱۴۱	صفحہ ۱۸۴
ایضاً	۲	۱۴۲	صفحہ ۲۰۴
کمارا گپتا	۱	۱۴۲	صفحہ ۲۲۴
ایضاً	۲	۱۴۲	صفحہ ۲۴۸

Marfat.com

ایضاً	۳	۱۴۲	صفحہ ۲۵۷
ایضاً	۴	۱۴۲	صفحہ ۲۶۹
ایضاً	۵	۱۴۲	صفحہ ۳۰۱
اسکندگپتا	۱	۱۴۲	صفحہ ۳۰۸
		عربی	
خلفائے عباسیہ			
ہارون الرشید	۱	۱۴۳	الذخائر والتحف مصنفہ قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی، مطبوعہ کویت سنہ ۱۹۵۹ء صفحات ۲۲۴ تا ۲۲۵
ایضاً	۲	۱۴۳	ایضاً ایضاً
اغلبی حکمران			
زیادۃ اللہ ثالث اغلبی	۱	۱۴۳	ایضاً ایضاً
ایضاً	۲	۱۴۳	ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۴۳	ایضاً ایضاً
ایضاً	۴	۱۴۴	ایضاً ایضاً
بویہی حکمران			
فخر الدولہ بویہی	۱	۱۴۴	الکامل فی التاریخ مصنفہ ابن الاثیر

Marfat.com

			مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۳ء جلد نہم صفحہ ۴۱
ایضاً	۲	۱۴۴	ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۴۴	ایضاً ایضاً
ایضاً	۴	۱۴۴	ایضاً ایضاً
ایضاً	۵	۱۴۴	ایضاً ایضاً
ایضاً	۶	۱۴۴	ایضاً ایضاً
ایضاً	۷	۱۴۴	ایضاً ایضاً
صفوی حکمران			
اسمٰعیل اول	۱	۱۴۵	اے میانول آف ملمان نیومسمیاٹکس مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ رائل ایشیاٹک سوسائیٹی لندن سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۹۵
ایضاً	۲	۱۴۵	ایضاً ایضاً
		فارسی	
سلاطین گجرات			
محمد شاہ	۱	۱۴۶	۱. مراۃ سکندری ۲. کیٹیلاگ آف دی کوائنس آف سلطانس آف گجرات ان دی پرنس آف ویلز میوزیم بمبئی مرتبہ جی او آچاریہ سنہ ۱۹۵۳ء صفحات انٹروڈکشن XXI، XX

Marfat.com

بہادر شاہ	۱	۱۴۶	ایضاً ایضاً
سلاطینِ کشمیر			
حسن شاہ	۱	۱۴۶	نیومسمیاٹک کرانیکل XIII سلسلۂ پنجم صفحہ ۲۶۳ تحریر آر بی وائٹ ہیڈ ۔
فتح شاہ	۱	۱۴۶	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶۴
عادل شاہی حکمران			
ابراہیم عادل شاہ ثانی	۱	۱۴۶	ہسٹری آف میڈی ایول دکن مرتبہ پروفیسر ہارون خاں شروانی جلد اول صفحہ ۳۹۷ شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش سنہ ۱۹۷۳ء

Marfat.com

محمد عادل شاہ	۱	۱۴۷	جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال سنہ ۱۹۱۰ء نیومسمیاٹک سپلمنٹ شمارہ XV صفحہ ۶۸۴
قطب شاہی حکمران			
محمد قلی قطب شاہ	۱	۱۴۷	جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد XX لوحہ XIV سکہ نشان ۱۰، تحریر کردہ ڈنکر راؤ۔
سلاطین مغلیہ			
شہنشاہ اکبرؒ	۱	۱۴۸	۱۔ آئین اکبری مصنفہ ابوالفضل مرتبہ سید احمد خاں صفحہ ۱۷ ۲۔ النقود الاسلامیہ، سلاطین مغلیہ کے عظیم مسکوکات نوشتہ حکیم شمس اللہ قادری، تاج پریس حیدرآباد صفحہ ۱۸
ایضاً	۲	۱۴۸	ایضاً
ایضاً	۳	۱۴۸	ایضاً
ایضاً	۴	۱۴۸	ایضاً
ایضاً	۵	۱۴۹	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے، براؤن جلد اول صفحہ ۱۷ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹڈ سنہ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۶	۱۴۹	ایضاً ایضاً
ایضاً	۷	۱۴۹	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم لندن مرتبہ اسٹینلی لین پول

Marfat.com

			صفحہ ۳۶۶ شائع کردہ انٹر انڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء
ایضاً	۸	۱۴۹	ایضاً ایضاً
ایضاً	۹	۱۴۹	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۱۹
ایضاً	۱۰	۱۴۹	کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۱۸ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۱۱	۱۴۹	ایضاً ایضاً
شہنشاہ جہانگیر	۱	۱۵۰	دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف ٹوجینٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں جینوا سوئیٹزرلینڈ بابتہ نومبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۶
ایضاً	۲	۱۵۰	ایضاً صفحہ ۹
ایضاً	۳	۱۵۰	کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۲۲ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۴	۱۵۰	ایضاً ایضاً
ایضاً	۵	۱۵۱	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹینلی لین پول صفحہ ۳۶۸ شائع کردہ انٹر انڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء
ایضاً	۶	۱۵۱	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۶۶
ایضاً	۷	۱۵۱	کیٹیلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم

Marfat.com

			لکھنؤ مرتبہ سی جے، براؤن جلد اول صفحہ ۱۹، شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۸	۱۵۱	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷
ایضاً	۹	۱۵۱	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۸
ایضاً	۱۰	۱۵۱	فہرست سکہ جات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریلوی وکیل فرخ آباد بحکم مارک تھارنل جج فرخ آباد صفحہ ۱۱
ایضاً	۱۱	۱۵۱	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی جے، براؤن جلد اول صفحہ ۲۷ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء نئی دہلی۔
ایضاً	۱۲	۱۵۱	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۴
ایضاً	۱۳	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۰
ایضاً	۱۴	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۹
ایضاً	۱۵	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷
ایضاً	۱۶	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۴
ایضاً	۱۷	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۴
ایضاً	۱۸	۱۵۲	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۱۹	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵
ایضاً	۲۰	۱۵۲	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۷
ایضاً	۲۱	۱۵۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲۲	۱۵۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶
ایضاً	۲۳	۱۵۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵
ایضاً	۲۴	۱۵۳	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم

Marfat.com

			لکھنؤ" مرتبہ سی، جے، براؤن جلد اول صفحہ ۲۵ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ دہلی ۱۹۸۶ء
ایضاً	۲۵	۱۵۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲۶	۱۵۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶
ایضاً	۲۷	۱۵۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲۸	۱۵۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵
ایضاً	۲۹	۱۵۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۳
ایضاً	۳۰	۱۵۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۱
ایضاً	۳۱	۱۵۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۳
ایضاً	۳۲	۱۵۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۱
ایضاً	۳۳	۱۵۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۲
ایضاً	۳۴	۱۵۴	سم نوٹیبل مغل کوائنس ان لکھنؤ میوزیم تحریر کردہ سی آر سنگھال۔ جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائیٹی آف انڈیا شمارہ XXV ۱۹۶۳ء حصہ دوم صفحہ ۱۹۲
ایضاً	۳۵	۱۵۴	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی پراوینشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی، جے، براؤن جلد اول صفحہ ۲۲، شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۹۶ء
ایضاً	۳۶	۱۵۴	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳۷	۱۵۵	ایضاً ایضاً ایضا
ایضاً	۳۸	۱۵۵	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳۹	۱۵۵	ایضاً ایضا صفحہ ۲۴

Marfat.com

ایضاً	۴۰	۱۵۵	دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈ کلیکٹیڈ بائی چارلس ، جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سرجمیس لایال اینڈ ایچ سی۔ فانشیو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۴۰
ایضاً	۴۱	۱۵۵	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۲۶
ایضاً	۴۲	۱۵۵	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی ، جے ، براؤن جلد اول صفحہ ۱۹ شائع کردہ آر سی بینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۴۳	۱۵۵	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبع مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۱۹
ایضاً	۴۴	۱۵۵	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی ، جے ، براؤن جلد اول صفحہ ۲۳ شائع کردہ آر سی بینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۴۵	۱۵۶	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۴۶	۱۵۶	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۱
ایضاً	۴۷	۱۵۶	فہرست سکہ جات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریلوی وکیل فرخ آباد بحکم مارک تھارنل جج فرخ آباد صفحہ ۱۱
ایضاً	۴۸	۱۵۶	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی ، جے ، براؤن جلد اول صفحہ ۲۱ شائع کردہ آر سی بینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی

Marfat.com

ایضاً	۴۹	۱۵۶	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۵۰	۱۵۶	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ' مرتبہ سی' جے' براؤن جلد اول صفحہ ۲۳ شائع کردہ آرسی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۵۱	۱۵۶	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶
ایضاً	۵۲	۱۵۶	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۵۳	۱۵۷	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری صفحہ ۲۶ مطبوعہ شمسی پریس آگرہ۔
ایضاً	۵۴	۱۵۷	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس مرتبہ آر بی وائٹ ہیڈ سکہ نمبر ۸۹۱
ایضاً	۵۵	۱۵۷	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی' جے' براؤن جلد اول صفحہ ۲۰ شائع کردہ آرسی سینیر لمیٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۵۶	۱۵۷	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف انڈیا کلکٹیڈ بائی چارلس' جے' راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ' مرتبہ سرجیمس لایال اینڈ سی' ایچ' فانشو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۵۲
ایضاً	۵۷	۱۵۷	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۳۱
شہنشاہ شاہجہاں	۱	۱۵۸	النقود الاسلامیہ (سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیم) مصنفہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ تاج پریس

Marfat.com

			حیدر آباد صفحہ ۲۶ ' ۲۷
ایضاً	۲	۱۵۸	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۵۸	دی کیٹیلاگ فار دی سیل آف ٹوجینٹ گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ شاہ جہاں ۔ جینوا سوئیٹزرلینڈ بابتہ نومبر سنہ ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۳
ایضاً	۴	۱۵۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۲
ایضاً	۵	۱۵۹	جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد XXVII سنہ ۱۹۶۵ء صفحات ۱۰۸، ۱۰۹ آرٹیکل تحریر کردہ ضیاء الدین احمد دیسائی
ایضاً	۶	۱۵۹	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف انڈیا، کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سر جیمس لایال اینڈ ایچ سی، فانشو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب سنہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۷۱
مراد بخش	۱	۱۵۹	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان، ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹیلی لین پول صفحہ ۳۷۰ شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی سنہ ۱۹۸۳ء
شہنشاہ اورنگ زیب	۱	۱۵۹	النقود الاسلامیہ (سلاطین مغلیہ کے مسکوکات عظیمہ) مصنفہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد صفحات ۲۹، ۳۰
ایضاً	۲	۱۵۹	ایضاً ایضاً ایضاً

Marfat.com

ایضاً	۳	۱۶۰	دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سر جیمس لایال اینڈ سی ایچ فانشیو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۷۹
ایضاً	۴	۱۶۰	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۸۰
اعظم شاہ	۱	۱۶۰	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۱
ایضاً	۲	۱۶۰	سیر گلشن ہند صفحہ ۹۶
کام بخش	۱	۱۶۰	دی کوائنس آف دی مغل ایمپرس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مرتبہ اسٹینلی لین پول، شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷
شاہ عالم بہادر شاہ	۱	۱۶۰	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۳
ایضاً	۲	۱۶۱	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۰ شائع کردہ آرسی پبلیر لمٹیڈ ۱۹۹۶ء دہلی
ایضاً	۳	۱۶۱	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۴	۱۶۱	ایضاً ایضاً ایضاً
عظیم الشان	۱	۱۶۱	ایضاً ایضاً ایضاً
جہاندار شاہ	۱	۱۶۱	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ

Marfat.com

			حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۱۸
ایضاً	۲	۱۶۱	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی سنہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۱
ایضاً	۳	۱۶۱	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان اِن دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول شائع کردہ انٹر انڈیا پبلکیشنز نئی دہلی سنہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۷۱
ایضاً	۴	۱۶۲	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف انڈیا کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ مرتبہ سر جیمس لایال اینڈ ایچ سی فانشیو طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب سنہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰۰
ایضاً	۵	۱۶۲	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳۶
ایضاً	۶	۱۶۲	قلمی بیاض مملوکہ شاگل خاں کابل
ایضاً	۷	۱۶۲	حدیقۃ الاقالیم تصنیف سنہ ۱۱۹۰ء مخطوط در کتابخانہ آقائی شیخ زادہ مشہد۔ ایران
فرخ سیر	۱	۱۶۲	اے میانزل آف مسلمان نیومسمیاٹکس مرتبہ اُو کوڈرینگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک

Marfat.com

			سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۲
ایضاً	۲	۱۶۲	مغل ایمپررس مولفہ آر بی وائٹ ہیڈ سکہ نشان ۲۱۳۰
رفیع الدرجات	۱	۱۶۲	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۲
ایضاً	۲	۱۶۳	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۱ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۳	۱۶۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۲
ایضاً	۴	۱۶۳	مغل ایمپررس مولفہ آر بی وائٹ ہیڈ سکہ نشان ۲۲۷۳
ایضاً	۵	۱۶۳	مفتاح التواریخ مطبوعہ کانپور صفحہ ۳۰۴ مصنفہ مسٹر بیل۔
رفیع الدولہ شاہ جہاں ثانی	۱	۱۶۳	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آر سی سینیر لمیٹڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۲	۱۶۳	ایضاً ایضاً ایضاً
نیکوسیر	۱	۱۶۳	تلخیص خافی خاں ترجمہ ڈاوسن (ای ڈی VII ۴۸۲)
محمد ابراہیم	۱	۱۶۴	دی کوائنس آف دی مغل ایمپررس آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم مرتبہ اسٹینلی لین پول صفحہ ۲۷۲

Marfat.com

			شائع کردہ انٹرانڈیا پبلیکیشنز نئی دہلی ۱۹۸۳ء
محمد شاہ	۱	۱۶۴	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۱۹
ایضاً	۲	۱۶۴	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۲ شائع کردہ آرسی سینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۳	۱۶۴	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ شمسی پریس، آگرہ صفحہ ۲۶
احمد شاہ	۱	۱۶۴	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۳ شائع کردہ آرسی سینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی
عزیز الدین عالمگیر ثانی	۱	۱۶۴	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲	۱۶۵	مغل ایمپررس مولفہ آر بی وائٹ ہیڈ سکہ نشان ۲۷۶۶
ایضاً	۳	۱۶۵	کیٹلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ مرتبہ سی جے براؤن جلد اول صفحہ ۳۳ شائع کردہ آرسی سینیر لمٹیڈ ۱۹۸۶ء دہلی۔
ایضاً	۴	۱۶۵	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۵	۱۶۵	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری، مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۱۱

Marfat.com

شاہ عالم ثانی	۱	۱۶۵	فہرست سکہ جات مرتبہ محمد عبدالعزیز خاں بریلوی وکیل فرخ آباد، بحکم مارک تھارنل جج فرخ آباد صفحہ ۳۵
ایضاً	۲	۱۶۵	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۴
بیدار بخت	۱	۱۶۵	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی، جے، براؤن، جلد اول صفحہ ۳۴ شائع کردہ آر، سی، سینیر لمٹیڈ سنہ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۲	۱۶۶	اے میاناول آف مسلمان نیومسماٹکس، مرتبہ او، کوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۳
ایضاً	۳	۱۶۶	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۶
اکبر شاہ ثانی	۱	۱۶۶	کیٹیلاگ آف کوائنس اِن دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ، مرتبہ سی، جے، براؤن جلد اول صفحہ ۳۴ شائع کردہ آر، سی، سینیر لمٹیڈ سنہ ۱۹۸۶ء دہلی
ایضاً	۲	۱۶۶	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۲۶
ایضاً	۳	۱۶۶	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۶
ایضاً	۴	۱۶۶	سکہ جات سلاطین مغلیہ کے ابیات نوشتہ حکیم سید شمس اللہ قادری مطبوعہ شمسی پریس آگرہ صفحہ ۲۶

Marfat.com

بہادر شاہ ظفر	۱	۱۶۶	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲	۱۶۷	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۰۸
ایضاً	۳ تا ۶	۱۶۷	ایضاً ایضاً ایضاً
سلطنت خداداد میسور			
ٹیپو سلطان	۱	۱۶۸	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۷
ایضاً	۲	۱۶۸	۱. ایضاً ایضاً ایضاً ۲. کیٹلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم صفحہ ۳۰۷، مولفہ جے آر ہینڈرسن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن سنہ ۱۹۷۶ء نئی دہلی، مرتبہ جے ایلن،
نوابان اودھ			
غازی الدین حیدر	۱	۱۶۸	ایضاً ایضاً باب اول صفحہ ۲۷ مولفہ سی جے براؤن۔
نصیر الدین حیدر	۱	۱۶۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۵
ایضاً	۲	۱۶۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۴
ایضاً	۳	۱۶۸	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۵
ایضاً	۴	۱۶۹	ایضاً ایضاً ایضاً
محمد علی شاہ	۱	۱۶۹	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۴۶
امجد علی شاہ	۱	۱۶۹	ایضاً ایضاً ایضاً

Marfat.com

واجد علی شاہ	۱	۱۶۹	کیٹلاگ آف دی کوائنس اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول صفحہ ۴۹، مولفہ سی جے براؤن، مرتبہ جے ایلن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن سنہ ۱۹۷۶ء نئی دہلی
رمضان علی شاہ برجیس قدر	۱	۱۶۹	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۷
ایضاً	۲	۱۷۰	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۷۰	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۴	۱۷۰	ایضاً ایضاً ایضاً
کامروپ (رنگپور آسام) کے حکمران،	•		
رانی پرمتھیشوری	۱	۱۷۰	کوائنس آف اینشینٹ انڈیا اِن دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول صفحہ ۳۰۱ مصنف وینسنٹ اے اسمتھ شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤز دہلی سنہ ۱۹۷۲ء
راجیشوراسمہا	۱	۱۷۰	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۰۴
سکھ حکمران			
باندہ سنگھ	۱	۱۷۰	کوائنس مرتبہ پرمیشوری لال گپتا، شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی سنہ ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۳۵
جسّا سنگھ	۱	۱۷۱	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۳۶

Marfat.com

رنجیت سنگھ	١	١٧١	ایضاً ایضاً ایضاً
کشمیر کے ڈوگرا حکمران			
رنجیت دیو	١	١٧١	کیپلیٹس آن کوائنس آفٹر جہانگیر مرتبہ سی جے راجرس جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، شمارہ LIV حصہ اول صفحہ ٦٤ سنہ ١٨٨٥ء
روسائے ٹونک			
ابراہیم علی خاں	١	١٧١	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ، جلد چہارم باب سوم صفحہ ٢٧٣، مولفہ سی جے راجرس، مرتبہ جے ایلن شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن سنہ ١٩٧١ء نئی دہلی
راجگان جودھپور			
تخت سنگھ	١	١٧١	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ١٩٠٣ء صفحہ ١٢٣
جسونت سنگھ	١	١٧٢	ایضاً ایضاً ایضاً
اندور کے حکمران			
جسونت سنگھ	١	١٧٢	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم صفحہ ٣٢٣، مولفہ ڈبلیو ایچ والینٹائن، مرتبہ جے ایلن، شائع کردہ

Marfat.com

			انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی ۱۹۷۶ء
صفوی حکمران			
اسمٰعیل شاہ ثانی	۱	۱۷۲	تبریز میوزیم کیٹیلاگ جلد سوم صفحہ ۲۱ مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی
محمد خدابندہ	۱	۱۷۲	ایضاً ایضاً ایضاً
عباس اول	۱	۱۷۲	ایضاً ایضاً ایضاً
صفی اول	۱	۱۷۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۲
عباس ثانی	۱	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
سلیمان اول (صفی ثانی)	۱	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۲	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۴	۱۷۳	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۵	۱۷۴	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۶	۱۷۴	ایضاً ایضاً ایضاً
حسین اول	۱	۱۷۴	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۳
ایضاً	۲	۱۷۴	ایضاً ایضاً ایضاً

Marfat.com

ایضاً	۳	۱۷۴	ایضاً	ایضاً	ایضاً
طہماسپ ثانی	۱	۱۷۴	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۲	۱۷۴	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۳	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً
احمد صفوی	۱	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً
عباس ثالث	۱	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً
سام صفوی	۱	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۲۴
ایضاً	۲	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً
سلیمان ثانی	۱	۱۷۵	ایضاً	ایضاً	ایضاً
حسین ثانی	۱	۱۷۶	ایضاً	ایضاً	ایضاً
محمد صفوی	۱	۱۷۶	ایضاً	ایضاً	ایضاً
افاغنہ حکمران					
میر اویس	۱	۱۷۷	البم مرتبہ رابینو صفحہ ۴۱		
میر محمود	۱	۱۷۷	تبریز میوزیم کیٹلاگ جلد سوم صفحہ ۲۵ مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی		
ایضاً	۲	۱۷۷	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۳	۱۷۷	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۴	۱۷۷	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۵	۱۷۷	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۶	۱۷۷	ایضاً	ایضاً	ایضاً
میر اشرف	۱	۱۷۸	ایضاً	ایضاً	ایضاً

Marfat.com

ایضاً	۲	۱۷۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶
ایضاً	۳	۱۷۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵
آزاد خاں باغی	۱	۱۷۸	ایضاً ایضاً صفحہ ۲۶
افشاری حکمران			
نادر شاہ	۱	۱۷۹	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس، مرتبہ اوکوڈرنگٹن شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۹۹
ایضاً	۲	۱۷۹	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۲
ایضاً	۳	۱۷۹	دی کوائنس آف نادر شاہ اینڈ درّانیز مرتبہ آر بی وایٹ ہیڈ سکہ نشان ۵۱
ایضاً	۴	۱۷۹	کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس بے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۲، مطبوعہ بیاپٹٹ مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۸۹۴ء
ایضاً	۵	۱۷۹	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۲
ایضاً	۶	۱۷۹	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۷	۱۷۹	ایضاً ایضاً صفحہ ۴۱
عادل شاہ	۱	۱۸۰	تبریز میوزیم کیٹیلاگ جلد سوم صفحہ ۲۸، مرتبہ آقائی جمال ترابی طباطبائی

Marfat.com

ایضاً	۲	۱۸۰	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ابراہیم شاہ	۱	۱۸۰	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۲	۱۸۰	ایضاً	ایضاً	ایضاً
شاہ رخ	۱	۱۸۰	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۲	۱۸۱	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۳	۱۸۱	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۴	۱۸۱	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۵	۱۸۱	ایضاً	ایضاً	ایضاً
زند حکمران					
کریم خاں زند	۱	۱۸۱	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۳۱
قاچار حکمران					
محمد حسن قاچار	۱	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۳۳
ایضاً	۲	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۳	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً
آقا محمد قاچار	۱	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۳۴
ایضاً	۲	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	صفحہ ۳۳
ایضاً	۳	۱۸۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً
فتح علی شاہ قاچار	۱	۱۸۳	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۲	۱۸۳	ایضاً	ایضاً	ایضاً
ایضاً	۳	۱۸۳	ایضاً	ایضاً	ایضاً

Marfat.com

ایضاً	۴	۱۸۳	ایضاً ایضاً ایضاً
محمد حسن خاں سالار	۱	۱۸۳	ایضاً ایضاً صفحہ ۳۴
ناصر الدین شاہ قاچار	۱	۱۸۳	گنج شائیگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی، مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۲
دُرّانی حکمران			
احمد شاہ دُرّانی	۱	۱۸۴	کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس جے، راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ بیاپٹسٹ مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۸۹۴ء
سلیمان شاہ دُرّانی	۱	۱۸۴	دی کوائنس آف نادر شاہ اینڈ دُرّانیز، مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۳۴۴
ایضاً	۲	۱۸۴	ایضاً سکہ نشان ۳۴۳
ایضاً	۳	۱۸۴	ایضاً سکہ نشان ۳۵۰
تیمور شاہ دُرّانی	۱	۱۸۴	۱. کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۶۹، مطبوعہ بیاپٹسٹ مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۸۹۴ء۔ ۲. دی کوائنس آف نادر شاہ اینڈ دُرّانیز مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۳۵۱
ایضاً	۲	۱۸۴	کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس جے، راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۷۰، مطبوعہ بیاپٹسٹ

Marfat.com

			مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۴ء
ہمایوں شاہ درانی	۱	۱۸۵	دی کوائنس آف نادرشاہ اینڈ درانیز' مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۱۵ے
زماں شاہ درانی	۱	۱۸۵	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۶ے
ایضاً	۲	۱۸۵	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۷ے
ایضاً	۳	۱۸۵	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۸ے
محمود شاہ درانی	۱	۱۸۵	۱. کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ بیاپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۴ء ۲. اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس مرتبہ او' کوڈرنگٹن صفحہ ۱۰۳ شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء ۳. دی کوائنس آف نادرشاہ اینڈ درانیز' مرتبہ آر بی وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۱۰۶۰
ایضاً	۲	۱۸۵	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۸۸۱
شاہ شجاع درانی	۱	۱۸۶	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۰۲۰
ایضاً	۲	۱۸۶	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۰۲۹
ایضاً	۳	۱۸۶	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۹۹۸
ایضاً	۴	۱۸۶	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۹۷۴
ایضاً	۵	۱۸۶	حدیقۃ الاقالیم تصنیف ۱۱۹۰ھ مخطوطہ در کتاب خانہ آقائی شیخ زادہ مشہد ایران.

Marfat.com

قیصر شاہ دُرّانی	۱	۱۸۶	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس، مرتبہ او،کوڈرینگٹن صفحہ ۱۰۳، شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء
نورالدین شاہ دُرّانی	۱	۱۸۷	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس، مرتبہ او،کوڈرینگٹن صفحہ ۱۰۳ شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء
ایوب شاہ دُرّانی	۱	۱۸۷	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۰۴
ایضاً	۲	۱۸۷	ایضاً ایضاً ایضاً
کامران شاہ دُرّانی	۱	۱۸۷	دی کوائنس آف نادر شاہ اینڈ دُرّانیز، مرتبہ آر.بی. وائیٹ ہیڈ سکہ نشان ۱۲۰۷
شہ پور شاہ	۱	۱۸۷	ایضاً ایضاً سکہ نشان ۱۲۲۹
بارق زائی حکمران			
امیر دوست محمد	۱	۱۸۸	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس، مرتبہ او،کوڈرینگٹن صفحہ ۱۰۴ شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء
ایضاً	۲	۱۸۸	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۳	۱۸۸	کیٹیلاگ آف دی کوائنس کلکٹیڈ بائی چارلس جے، راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی گورنمنٹ آف دی پنجاب حصہ دوم صفحہ ۱۸۲، مطبوعہ بیاپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۹۴ء
امیر شیر علی	۱	۱۸۸	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس

Marfat.com

			مرتبہ او' کوڈرینگٹن صفحہ ۱۰۵' شائع کردہ' دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء
ایضاً	۲	۱۸۸	گنج شایگاں مولفہ محمد رفیع موہانی عالی' مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۴
ایضاً	۳	۱۸۸	اے میانول آف مسلمان نیومسمیاٹکس مرتبہ او' کوڈرینگٹن صفحہ ۱۰۵' شائع کردہ دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۰۴ء
ایضاً	۴	۱۸۸	ایضاً ایضاً ایضاً
ایضاً	۵	۱۸۹	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۰۶
ایضاً	۶	۱۸۹	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۰۵
امیر محمد افضل	۱	۱۸۹	ایضاً ایضاً ایضاً
امیر محمد اعظم	۱	۱۸۹	ایضاً ایضاً ایضاً
محمد جان باغی	۱	۱۸۹	ایضاً ایضاً صفحہ ۱۰۶
خانان خوقند			
محمد علی	۱	۱۸۹	قلمی بیاض مملوکہ شناگل خاں۔ کابل

Marfat.com

فہرست مآخذ متن

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۱۔	تاریخ سندھ ۔ فارسی ۔ قلمی انڈیا آفس لائبریری ۔ لندن	محمد معصوم المتخلص بہ نامی	۹
۲۔	گنج شائیگاں مطبوعہ مراد آباد ۱۹۰۳ء	محمد رفیع موہانی عالی	۱۳ ۔ ۳۹ ۔ ۹۴ ۔ ۱۰۴ ۔ ۱۰۶ ۔ ۱۱۷ ۔ ۱۲۱
۳۔	کیٹلاگ تبریز میوزیم، مطبوعہ ایران ۔ جلد سوم	آقائے جمال ترابی طباطبائی	۱۴
۴۔	کیٹلاگ آف مغل کوائنس، ان دی اسٹیٹ میوزیم لکھنؤ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۲۵ء	سی آر سنگھال	۱۴
۵۔	دی کوائنس آف دی مغل امپرر آف ہندوستان ان دی برٹش میوزیم، مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء	اسٹینلی لین پول	۱۵ ۔ ۶۴ ۔ ۷۰ ۔ ۸۱ ۔ ۸۴ ۔ ۹۰ ۔ ۹۶

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۶.	منٹ ٹاونس اینڈ کوائنس آف دی محمڈنس مطبوعہ لندن ۱۸۸۸ء	یوجین لیگیٹ	۱۵.
۷.	میانول آف مسلمان نیو مسمیاٹکس مطبوعہ لندن ۱۹۰۴ء	اُد. کوڈرنگٹن	۱۵.
۸.	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۷ء	اچ نیلسن رائٹ	۱۵. ۱۸
۹.	جرنل آف دی نیو مسمیاٹک سوسائٹی جلد ۱۸	آر. بی وائٹ ہیڈ	۱۹.
۱۰.	ہسٹاریکل اسٹڈیز ان مغل نیو مسمیاٹکس مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۳ء	ایس ایچ ہوڈی والا	۱۹.
۱۱.	منتخب اللباب مطبوعہ کلکتہ	خافی خاں	۲۱. ۲۳. ۲۷
۱۲.	تاریخ جہانگیر، شائع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۷۹ء	ڈاکٹر بنی پرشاد، مترجمہ رحم علی الہاشمی	۲۱. ۲۹
۱۳.	تاریخ شاہ جہاں. شائع کردہ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی ۱۹۸۵ء	ڈاکٹر بنارسی پرشاد مترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین	۲۱. ۸۳
۱۴.	عالمگیرنامہ - قلمی. مخزونہ اے پی گورنمنٹ اورینٹل مانوسکرپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد	مرزا محمد کاظم	۲۱. ۸۶. ۸۷

Marfat.com

صفحات متن	نام مصنف	نام کتاب	نشان سلسلہ
۲۲۔ ۲۶۔ ۳۷۔ ۳۸	عبدالرزاق کانپوری	البرامکہ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء	۱۵۔
۲۳۔	اے۔ کنگھیم	روئیداد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۳ء	۱۶۔
۲۴۔ ۲۵۔ ۸۷	ولیم مارسڈن	نیومسمیاٹا اورینٹالیا السٹراٹا	۱۷۔
۲۵۔	جان رچرڈسن	مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء جلد دوم پرشین اینڈ عربک ڈکشنری۔ مطبوعہ لندن ۱۸۰۸ء جلد اول	۱۸۔
۲۶۔ ۴۰۔	محمد بن عبدوس الجھشیاری	کتاب الوزراء والکتّاب قلمی عربی کتب خانہ اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز لندن یونیورسٹی	۱۹۔
۲۶۔ ۸۷	جیمس گبس	روئیداد ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، مارچ ۱۸۸۵ء	۲۰۔
۲۷۔	ڈاکٹر وی ایس اگروال	ڈاکٹر غلام یزدانی کیمو ریٹیو والیوم شائع کردہ ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد ۱۹۶۶ء	۲۱۔
۲۸۔ ۶۵۔ ۷۹	ابوالفضل علّامی، مرتبہ سید احمد خاں	آئین اکبری مطبوعہ دہلی ۱۲۷۲ھ	۲۲۔
۲۸۔ ۷۴	شہنشاہ جہانگیر	توزک جہانگیری۔ مطبوعہ لکھنؤ	۲۳۔
۲۹	شہنشاہ جہانگیر	توزک جہانگیری مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء جلد دوم	۲۴

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۲۵.	تکملہ اکبرنامہ شائع کردہ ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال ۱۸۸۶ء انگریزی	شیخ عنایت اللہ	۲۹.
۲۶.	بادشاہ نامہ جلد دوم	عبدالحمید لاہوری	۲۹.
۲۷.	مآثر عالمگیری	مستعد خاں	۳۰. ۸۶
۲۸.	عالمگیرنامہ	مرزا محمد کاظم	۳۰. ۸۶
۲۹.	کوائنس شائع کردہ نیشنل بک ٹرسٹ نئی دہلی ۱۹۶۹ء	پریشوری لال گپتا	۳۲. ۱۱۹
۳۰.	کارپس آف انڈین کوائنس جلد چہارم دی کوائنس آف گپتا ایمپائر شائع کردہ نیومسماٹک سوسائیٹی آف انڈیا بنارس ۱۹۵۷ء	اے ایس. الٹیکر	۳۲.
۳۱.	برٹش میوزیم کیٹیلاگ آف گپتا گولڈ کوائنس مطبوعہ لندن ۱۹۱۴ء	جان ایلن	۳۳.
۳۲.	دی ہیجنٹ آف انڈیاز ہسٹری نیویارک ۱۹۶۴ء	ٹریوڈ ایمرسن. سین	۳۳.
۳۳.	جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائیٹی آف بنگال (نیو سیریز) جلد دہم شمارہ ۶ بابتہ ۱۹۱۴ء	جان ایلن	۳۴
۳۴.	دی گپتا گولڈ کوائنس اِن دی بیانہ ہورڈ شائع کردہ نیومسماٹک	اے ایس الٹیکر	۳۴.

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
	سوسائٹی آف انڈیا ۱۹۵۴ء		
۳۵.	دی ونڈر دٹ واز انڈیا شائع کردہ روپا اینڈ کمپنی نئی دہلی ۱۹۸۷ء	اے۔ ایل باشم	۳۵.
۳۶.	تاریخ ادبیات عربی شائع کردہ مکتبہ فیض العلوم حیدر آباد	ڈاکٹر سید ابوالفضل	۳۷. ۳۸. ۴۰
۳۷.	عرب و ہند کے تعلقات مطبع معارف اعظم گڑھ طبع جدید ۱۹۸۴ء	سید سلیمان ندوی	۳۹.
۳۸.	الذخایر والتحف مطبوعہ کویت ۱۹۵۹ء	قاضی ابن الزبیر مرتبہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی	۴۰.
۳۹.	الذیل	ابو محمد فرغانی	۴۲.
۴۰.	الکامل جلد نہم	ابن الاثیر	۴۲.
۴۱.	مسلم مانیومنٹس آف احمد آباد مطبوعہ پونا ۱۹۴۹ء	ایم۔ اے۔ چغتائی	۴۷
۴۲.	کشمیر سلاطین کے عہد میں، مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۹۶۷ء	مرتبہ محب الحسن، مترجمہ علی حماد عباسی	۵۲. ۵۳. ۵۴
۴۳.	نیومسماٹک کرانیکل XIII، سلسلۂ نجم دی گولڈ کوائنس آف دی سلطانس آف کشمیر	آر بی، وائٹ ہیڈ	۵۴. ۵۵
۴۴.	ہسٹری آف میڈی ایول دکن جلد اول شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش ۱۹۷۳ء	پروفیسر ہارون خاں شروانی	۵۶. ۶۰

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۴۵۔	ہسٹری آف میڈی ایول دکن جلد دوم شائع کردہ حکومت آندھرا پردیش سنہ ۱۹۷۳ء	پروفیسر ہارون خاں شروانی	۵۹
۴۶۔	تاریخ گولکنڈہ شائع کردہ سلسلۂ مطبوعات ادبیات اردو حیدرآباد شمارہ ۲۹۶ طبع دوم سنہ ۱۹۶۴ء	پروفیسر عبدالمجید صدیقی	۶۱
۴۷۔	النقود الاسلامیہ مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد دکن	حکیم سید شمس اللہ قادری	۶۳ ۔ ۸۷
۴۸۔	دی کیٹیلاگ آف پرشین کوائنس	آر، ایس، پول	۶۹
۴۹۔	دین الٰہی اور اس کا پس منظر شائع کردہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی	مہر محمد خاں شہاب	۷۰
۵۰۔	رود کوثر طبع چہارم	محمد اکرام	۷۱
۵۱۔	اکبر نامہ قلمی جلد سوم، اے پی گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد	ابوالفضل علامی	۷۲
۵۲۔	دربار اکبری شائع کردہ شیخ مبارک علی لاہور پانچواں ایڈیشن جینٹ	محمد حسین آزاد	۷۲
۵۳۔	دی کیٹیلاگ فارسیل آف ٹو گولڈ مہرس آف جہانگیر اینڈ		۷۳ ۔ ۸۴

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
	شاہ جہاں۔ جینوا سوئٹزرلینڈ نومبر ۱۹۸۷ء	ہیابسبرگ فیلڈمان' ایس اے	
۵۴۔	اکبرنامہ جلد دوم	ابوالفضل علامی	۷۶
۵۵۔	پرشین' عربک اینڈ انگلش ڈکشنری لنڈن۔ ۱۸۵۲ء	فرانسس جان سن	۷۹
۵۶۔	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشیل میوزیم لکھنؤ۔ مغل ایمپرر جلد اول' اکسفورڈ ۱۹۲۰ء	سی' جے' براؤن	۸۶
۵۷۔	جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا جلد ۱۶ ۱۹۵۲ء جزو اول		۸۶
۵۸۔	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی پراونشل میوزیم لکھنؤ' جلد اول شائع کردہ آرسی سینیر لمیٹڈ دہلی طبع ثانی ۱۹۸۶ء	سی۔ جے' براؤن	۹۱۔ ۹۲۔ ۹۵۔ ۹۸۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۳
۵۹۔	دی لیٹر مغلس۔ جرنل آف نیومسمیاٹک سوسائٹی آف انڈیا' جلد XXIII' جزو اول شمارہ ۱ تا ۴ ۱۹۳۴ء	ڈبلیو۔ اردن	۹۴
۶۰۔	کوائنس آف مغل ایمپررس	آر' بی' وائٹ ہیڈ	۹۴
۶۱	کیٹلاگ آف کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب دوم	جے' آر' ہنڈرسن	۹۸۔ ۹۹۔ ۱۱۴

Marfat.com

نشانِ سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۶۲۔	دی کوائینس آف دی مغل ایمپرس آف انڈیا کلکیٹڈ بائی چارلس جے راجرس اینڈ پرچیزڈ بائی دی پنجاب گورنمنٹ، طبع کردہ منجانب حکومت پنجاب سنہ ۱۸۹۳ء	سرجیمس لیال	۱۰۳
۶۳۔	چراغ دہلی مطبوعہ کرزن پریس دہلی دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء	مرزا حیرت دہلوی	۱۰۵
۶۴۔	اردوئے معلّٰی مطبع اردو گائیڈ کلکتہ سنہ ۱۸۸۳ء	مرزا غالب	۱۰۵۔ ۱۰۶
۶۵۔	ماہنامہ شاعر "غالب نمبر" غالب کی کہانی	ظ۔انصاری	۱۰۶
۶۶۔	تاریخ سلطنت خداداد میسور شائع کردہ ہمالیہ بک ہاؤز دہلی سنہ ۱۹۷ء لندن	محمود خاں بنگلوری	۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰ ۱۱۳
۶۷۔	نپولین کا خط پیش کردہ درنمائش اکتوبر سنہ ۱۹۹ء بحوالہ "بی بی سی"	نپولین بوناپارٹ	۱۱۲
۶۸۔	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب اول، شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی سنہ ۱۹۷۶ء	سی، جے، براؤن	۱۱۷

Marfat.com

نشان سلسلہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحات متن
۶۹۔	کوائنس آف اینشینٹ انڈیا ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد اول شائع کردہ انڈولاجیکل بک ہاؤز دہلی سنہ ۱۹۷۲ء	وینسنٹ اے اسمتھ	۱۱۹
۷۰	کیٹیلاگ آف دی کوائنس ان دی انڈین میوزیم کلکتہ جلد چہارم باب سوم شائع کردہ انڈولاجیکل بک کارپوریشن نئی دہلی سنہ ۱۹۷۶ء	ڈبلیو ایچ والنٹائن	۱۲۱۔ ۱۲۲
۷۱۔	مسلمان شاہی خاندان اور اُن کے سلسلے۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ ۱۳۶	اسٹینلی لین پول مترجمہ محمد عبدالرحمٰن خاں سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد	۱۲۶۔ ۱۳۸

Marfat.com

فہرستِ تصاویرِ سکہ جات

نشانِ لوحہ	نامِ حکمران	نشانِ سکہ	حوالہ شعر: صفحہ کتاب	حوالہ شعر: نشانِ شعر	
۱	سمدرا گپتا	۱	۱۴۱	۱	
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	۲	
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	۳	
ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	۴	
ایضاً	کاچا گپتا	۱ء	ایضاً	۱	
ایضاً	چندرا گپتا	۱	ایضاً	۱	
ایضاً	ایضاً	۲	۱۴۲	۲	
۲	کمارا گپتا	۱	ایضاً	۱	
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	۲	
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	۳	
ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	۴	
ایضاً	ایضاً	۵	ایضاً	۵	
ایضاً	اسکند گپتا	۱	ایضاً	۱	
۳	محمد شاہ ثانی (گجرات)	۱	۱۴۶	۱	
ایضاً	بہادر شاہ (گجرات)	۱	ایضاً	۱	

Marfat.com

۳	حسن شاہ (کشمیر)	۱	۱۴۶	۱	
ایضاً	فتح شاہ (کشمیر)	۱	ایضاً	۱	
ایضاً	محمد عادل شاہ (بیجاپور)		۱۴۷	۱	
ایضاً	محمد قلی قطب شاہ (گولکنڈہ)	۱	ایضاً	۱	ایک ہی شعر والے چار سکوں کی تصاویر دی گئی ہیں۔
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	ایضاً	
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	ایضاً	
ایضاً	ایضاً	۴	ایضاً	ایضاً	
۴	شہنشاہ اکبر	۱	۱۴۹	۶	
ایضاً	ایضاً	۲	ایضاً	۷	
ایضاً	ایضاً	۳	ایضاً	۸	
ایضاً	شہنشاہ جہانگیر	۱	۱۵۰	۳، ۴	
ایضاً	ایضاً	۲	۱۵۱	۵، ۷	
ایضاً	ایضاً	۳	۱۵۴	۳۳	
ایضاً	ایضاً	۴	۱۵۷	۵۵	
ایضاً	ایضاً	۵	ایضاً	۵۶	
ایضاً	ایضاً	۶	ایضاً	ایضاً	
ایضاً	ایضاً	۷	۱۵۲	۱۵	
ایضاً	ایضاً	۸	۱۵۴	۳۱	
ایضاً	ایضاً	۹	ایضاً	۳۳	
ایضاً	ایضاً	۱۰	ایضاً	ایضاً	
۵، ۶	ایضاً		۱۵۰	۲۰۱	ہزار تولے کی اشرفی
۷، ۸	شہنشاہ شاہجہاں		۱۵۸	۲۰۱	دو سو تولے کی اشرفی

Marfat.com

۹	شہنشاہ شاہجہاں	۱	۱۵۸	۴۔۳	ایک سوتولے کی اشرفی
ایضاً	ایضاً	۲	۱۵۹	۶	
۱۰	شہنشاہ اورنگ زیب	۱	ایضاً	۲-۱	ایک سوتولے کی اشرفی
ایضاً	ایضاً	۲	۱۶۰	۳	
۱۱	ایضاً	۱	ایضاً	۴	
ایضاً	ایضاً	۲			
ایضاً	ٹیپوسلطان	۴.۳.۲.۱	۱۶۸	۲	
ایضاً	نادرشاہ	۱	۱۷۹	۴	
ایضاً	احمدشاہ درّانی	۱	۱۸۴	۱	

Marfat.com

پس نوشت

"سکوں پر اشعار" کی کتابت اور طباعت کے سلسلے میں میرے برادر عم زاد میاں سید علی مسعود عابدؔ اکیلوی نے جو مفید مشورے دیئے اور سخنے و قدمے جو اعانت کی وہ میرے لئے باعث منت ہے۔

"سکوں پر اشعار" کی تسوید کے دَوران مجھے اپنے برادر زادہ میاں سید قطب الدین اکیلوی سے جو مدد ملی ہے اس کے لئے بھی میں ان کا احسان مند ہوں۔

میرے دوست محمد ریاست علی تاجؔ صاحب ریسرچ اسکالر نے اس کتاب کے مبیّضہ کی قرآت و سماعت اور تصحیح کتابت میں میری جو مدد کی ہے اس کے لئے میں ان کا سپاس گزار ہوں۔

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۱

سمدرا گپتا

۱
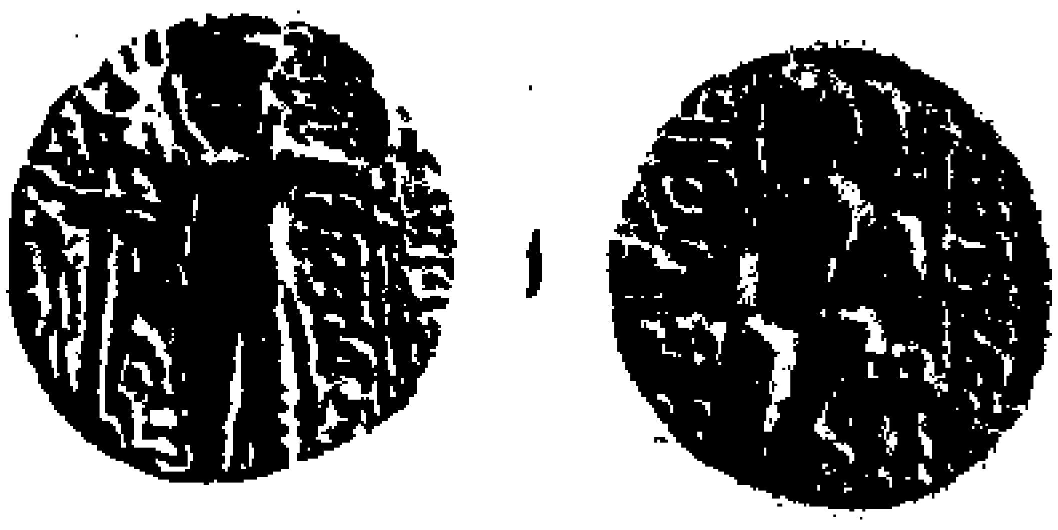

۲
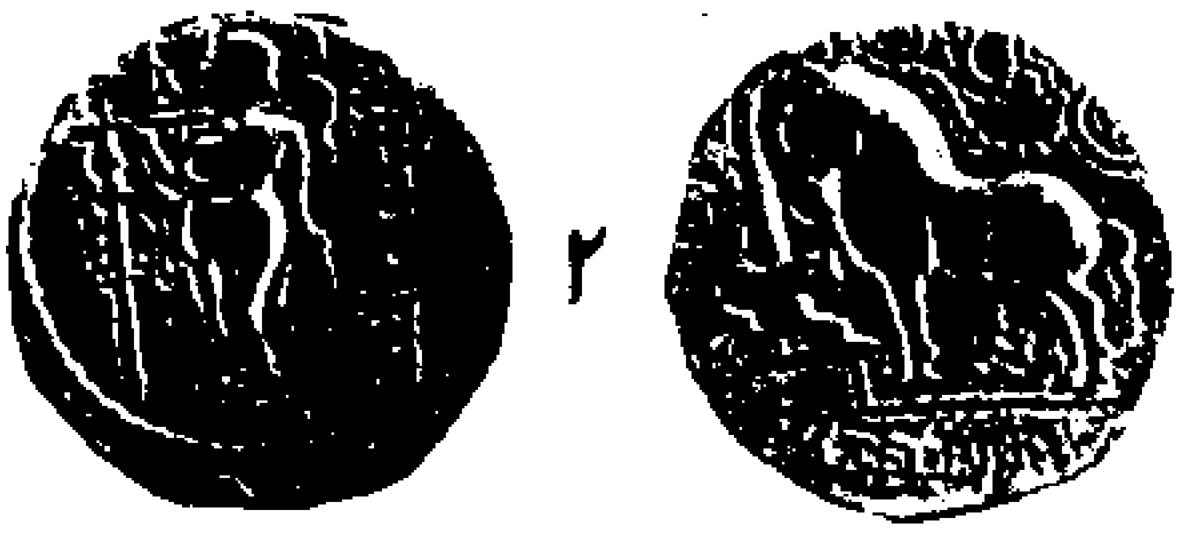

۳
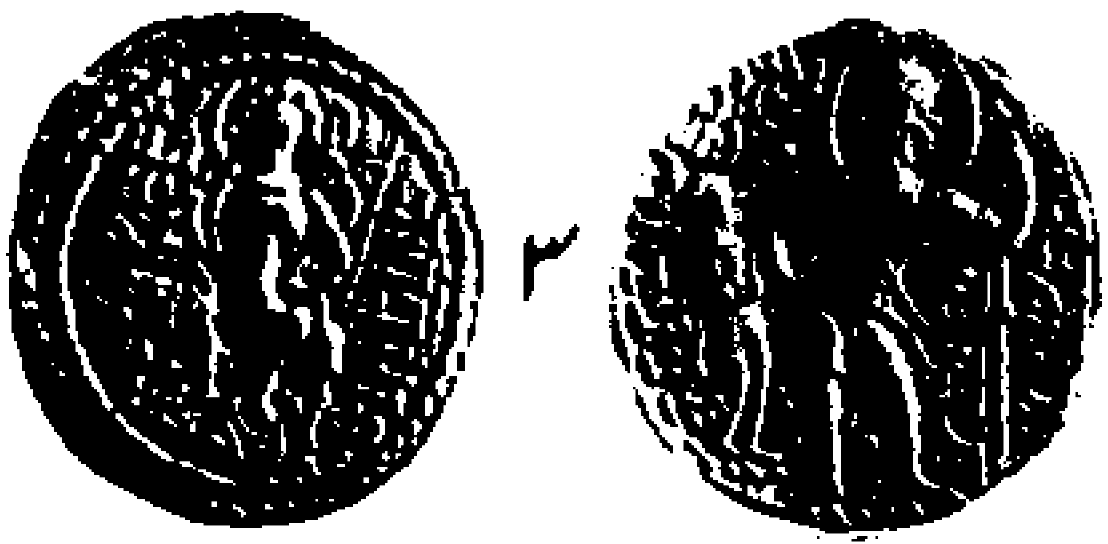

۴
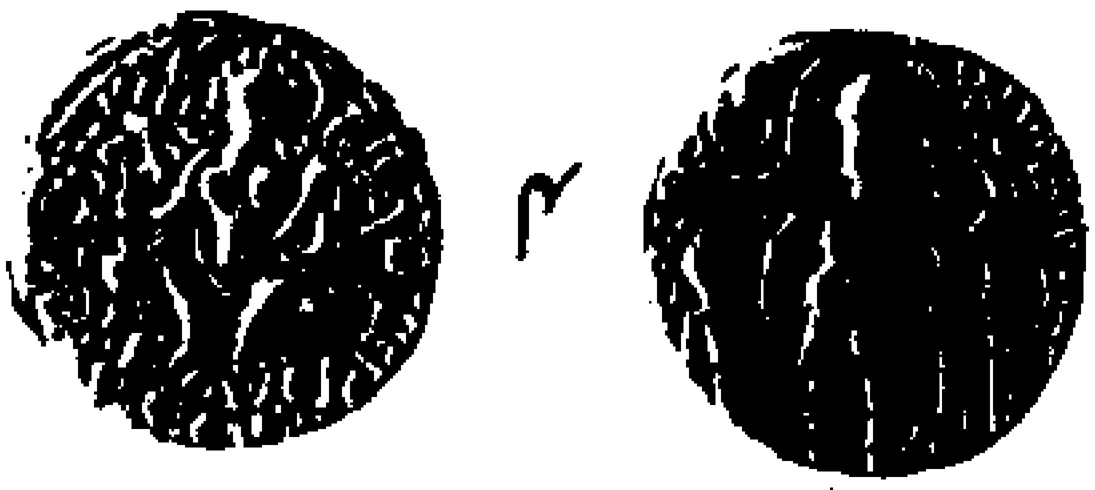

کاچا گپتا

۱
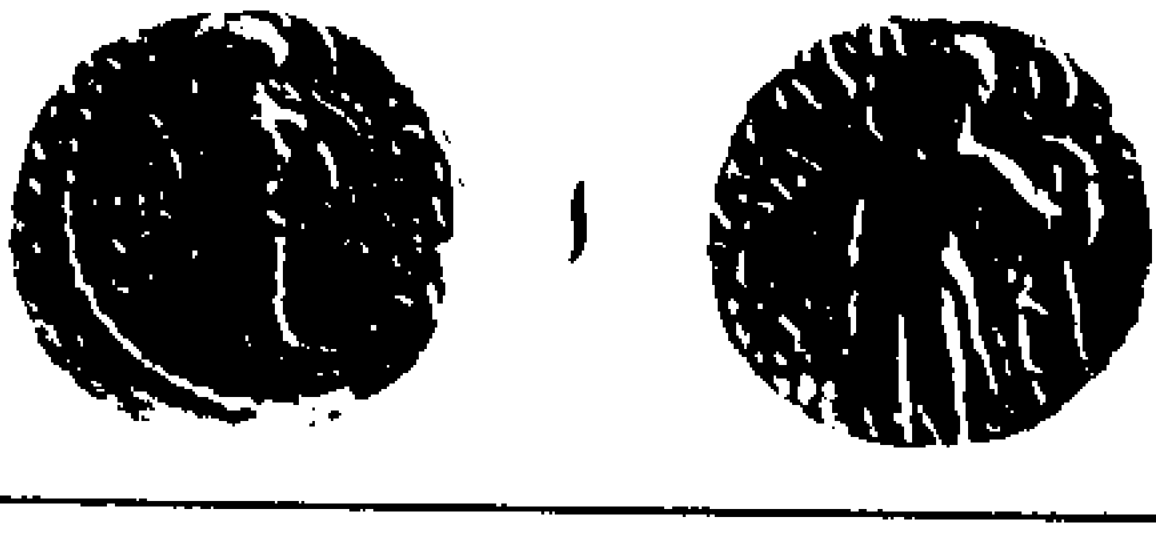

چندرا گپتا ثانی

۱

۲
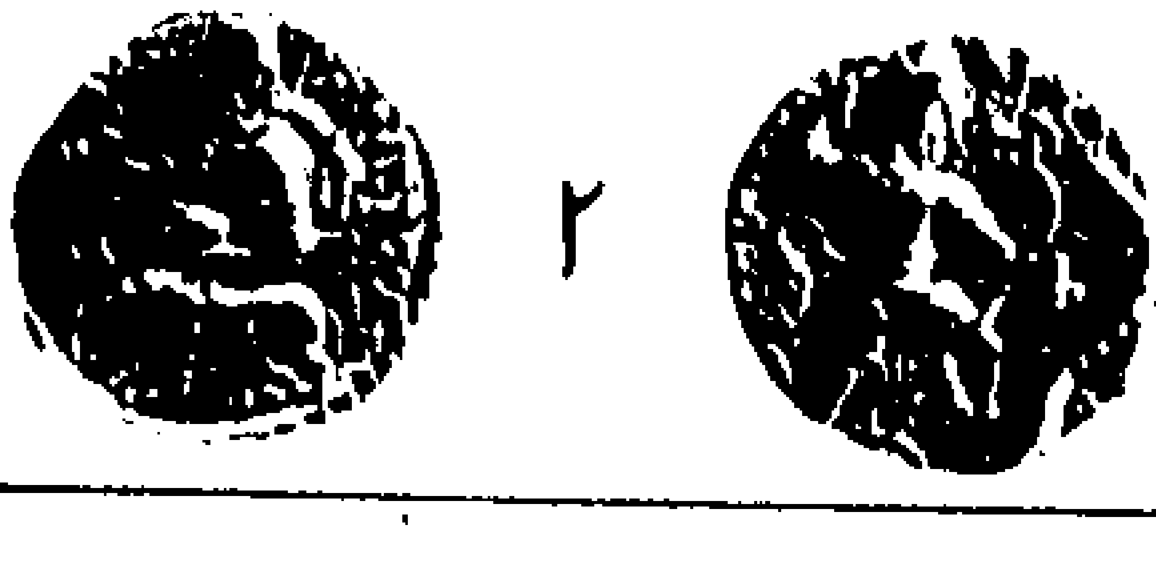

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۲

کمارا گپتا

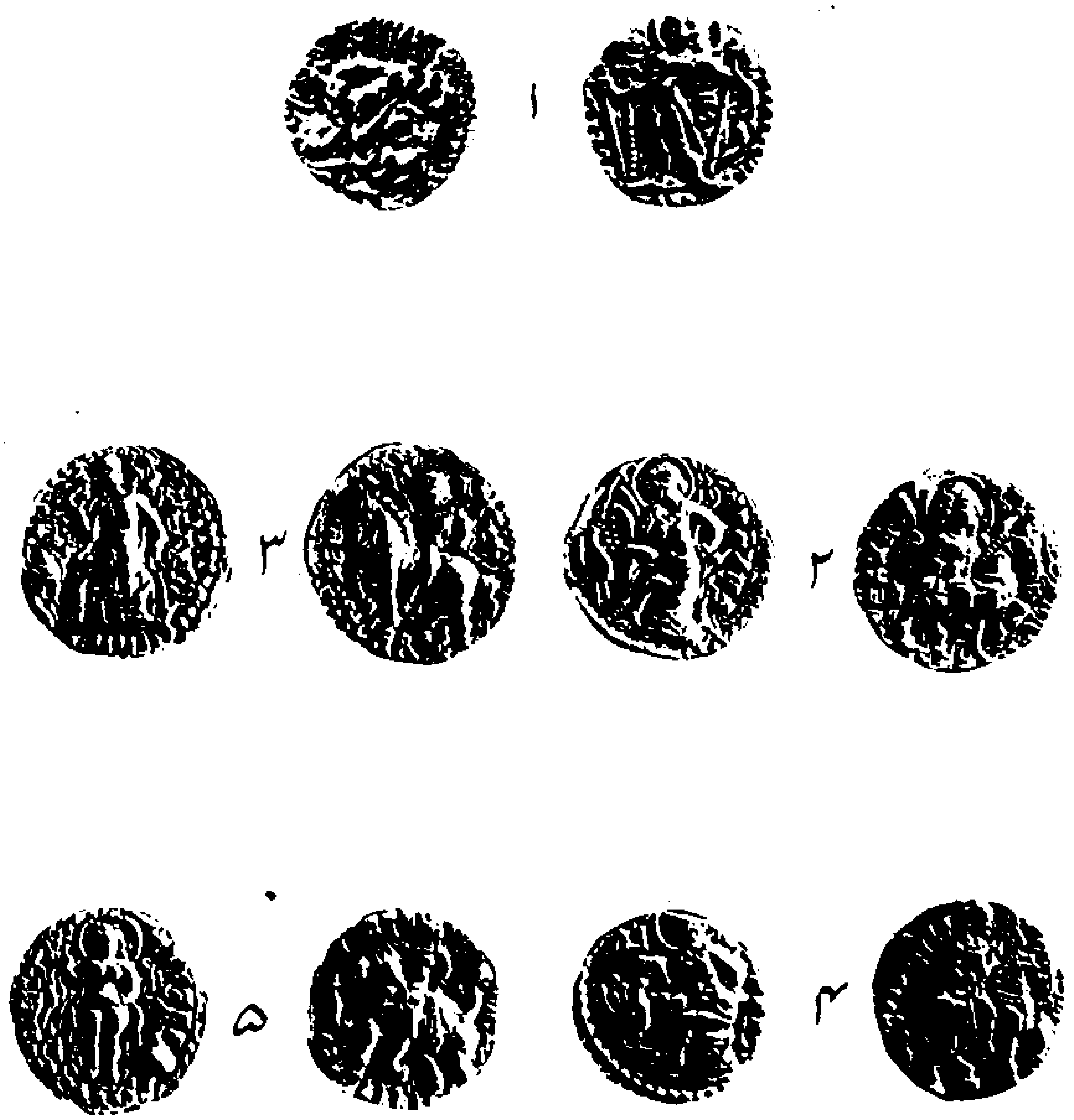

اسکندا گپتا

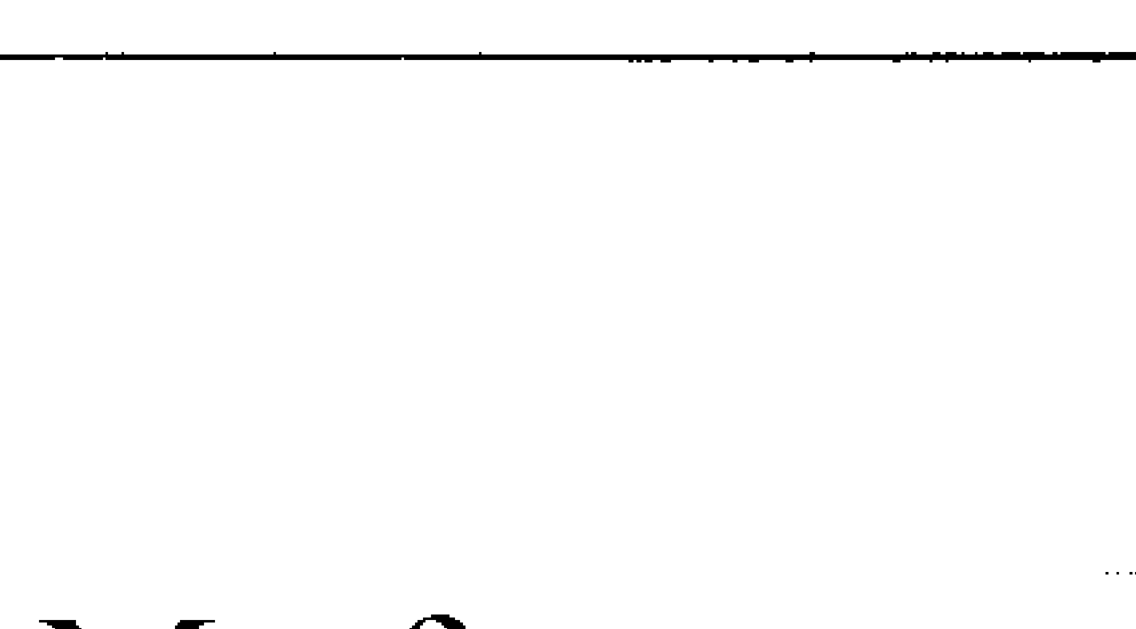

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۳

محمد شاہ ثانی (گجرات)

بہادر شاہ (گجرات)

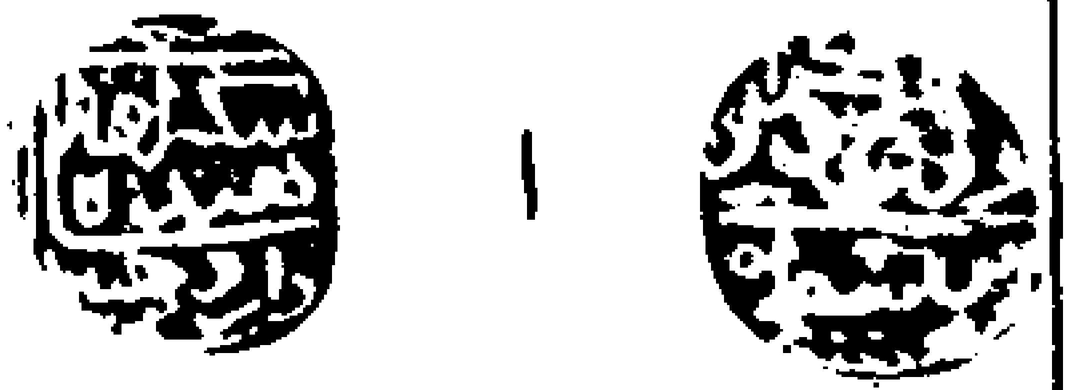

حسن شاہ (کشمیر)

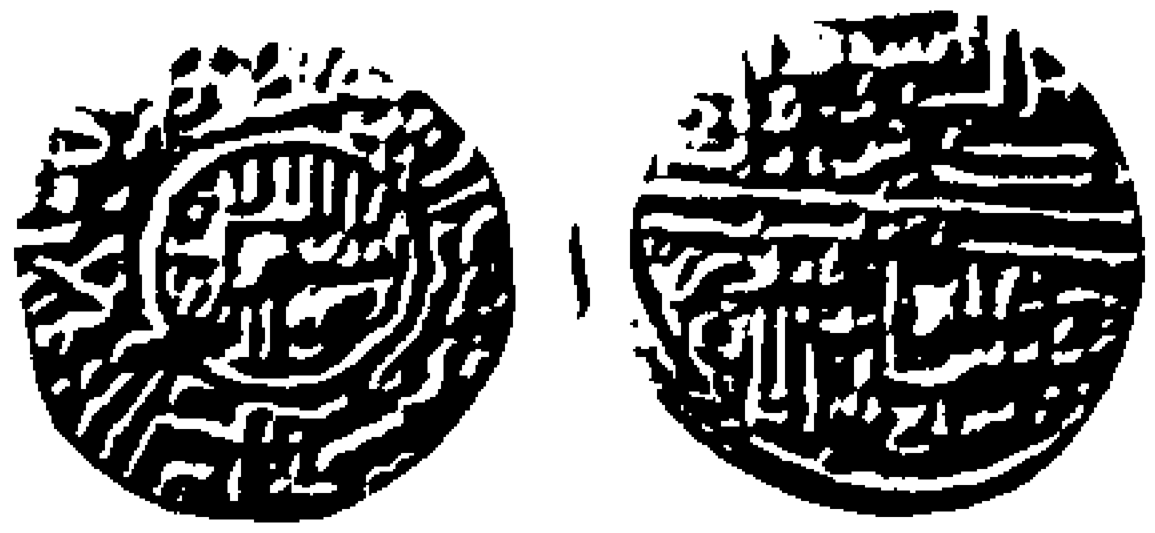

فتح شاہ (کشمیر)

محمد عادل شاہ (بیجاپور)

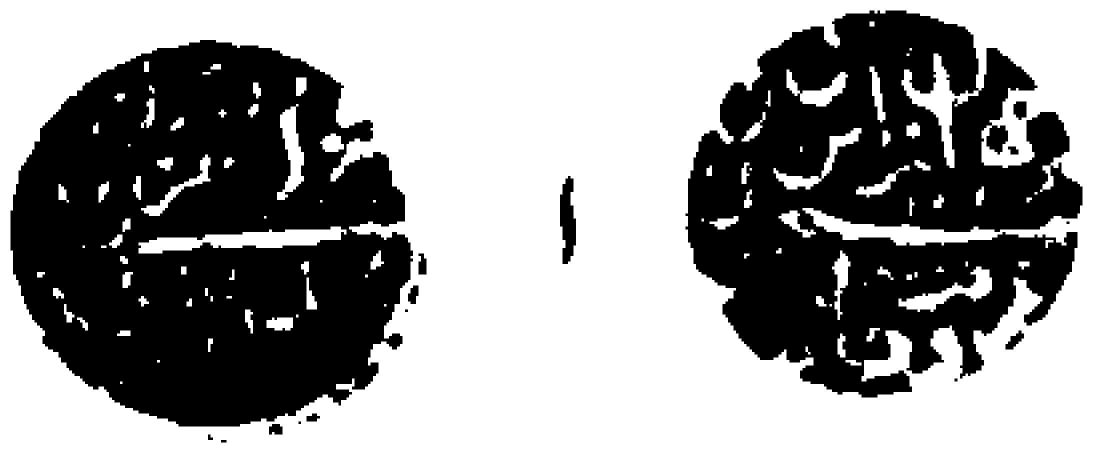

محمد قلی قطب شاہ (گولکنڈہ)

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۴ (الف)

شہنشاہ اکبر

۱

۲

۳

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۴ (ب)

شہنشاہ جہانگیر

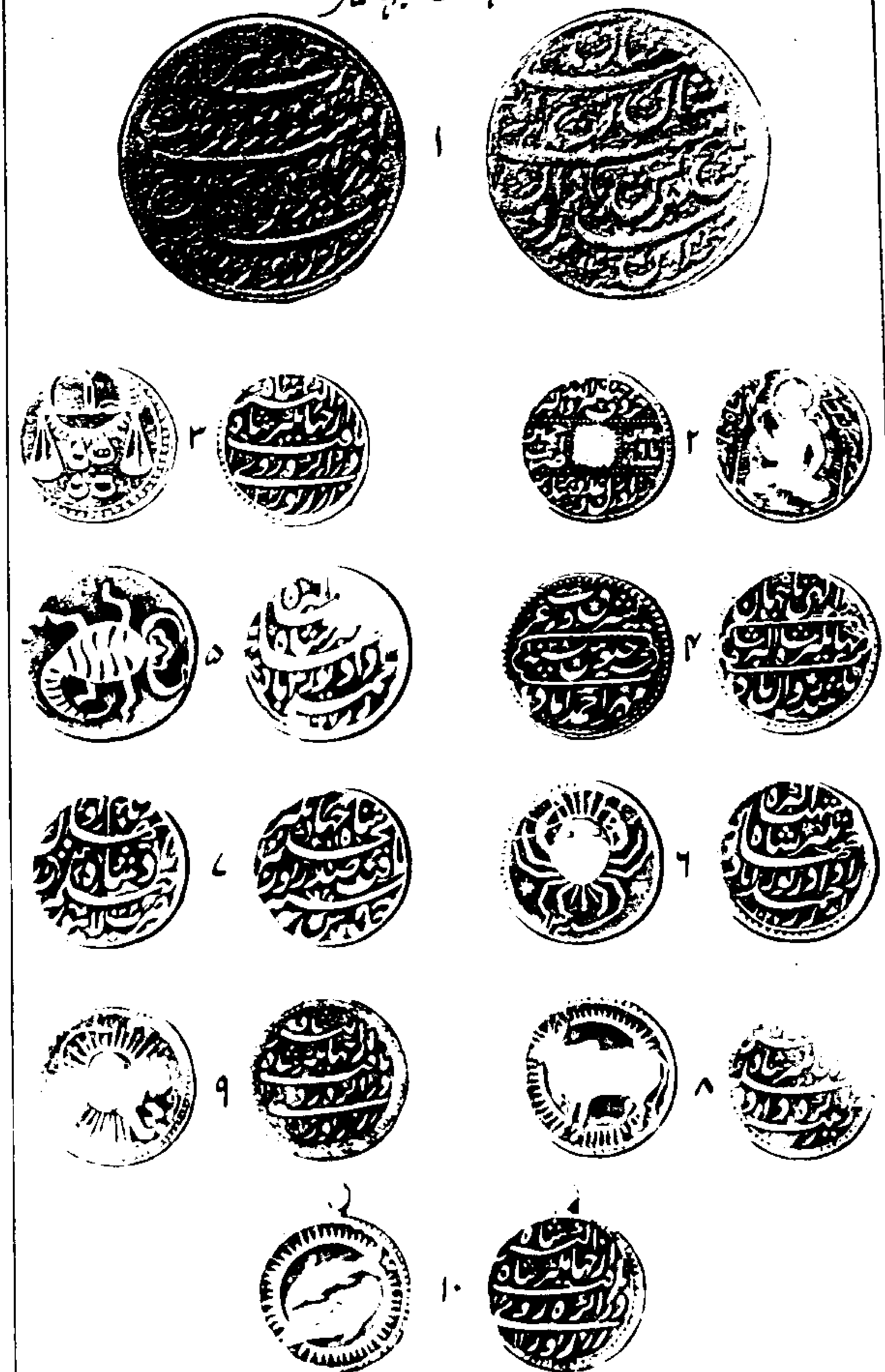

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۵

شہنشاہ جہانگیر

رخ اول

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۶

شہنشاہ جہانگیر

رخ ثانی

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۷

شہنشاہ شاہجہاں

رُخ اوّل

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۸

شہنشاہ شاہجہاں

رُخِ ثانی

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۹

شہنشاہ
شاہجہاں

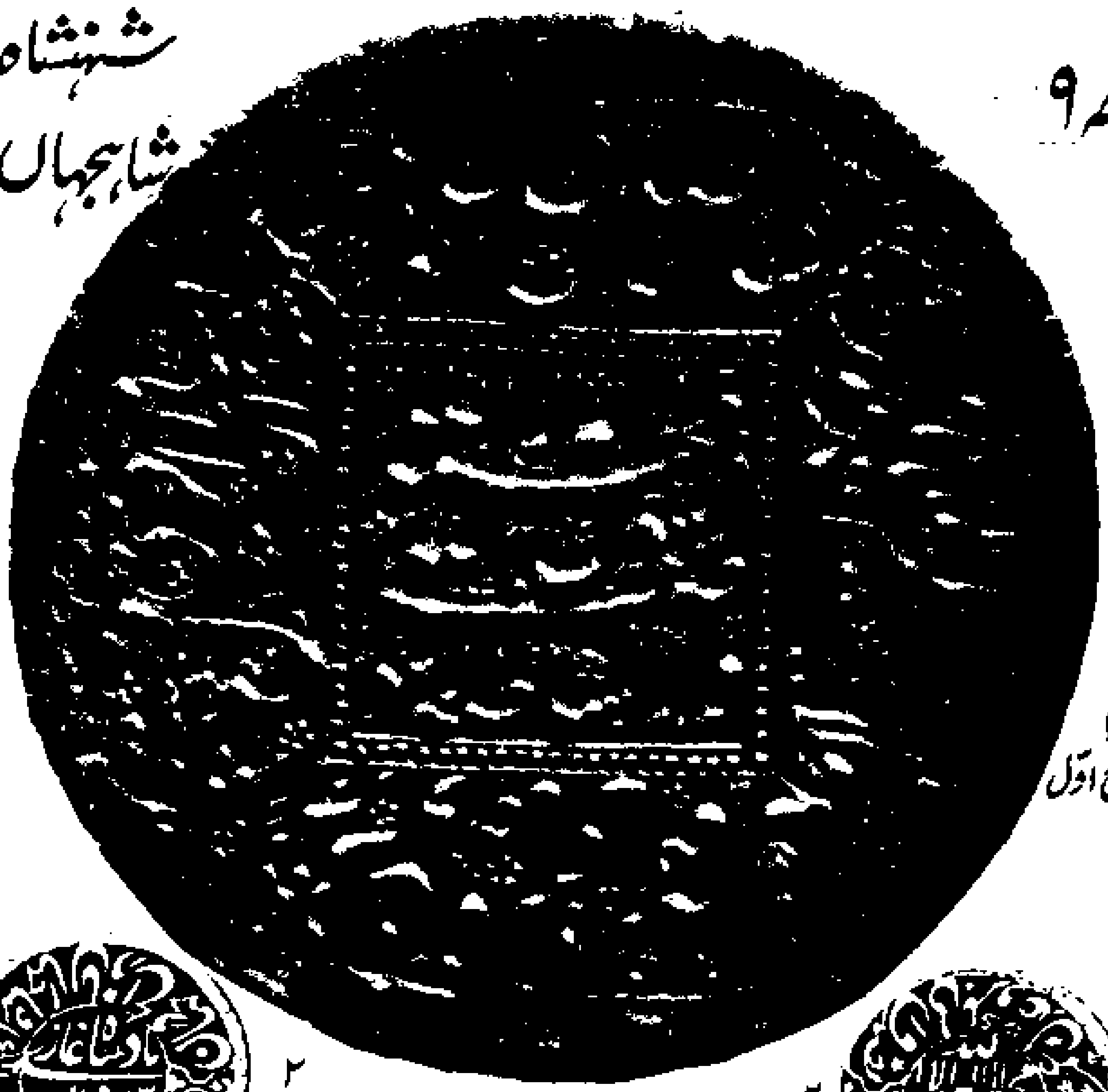

ا
رخِ اوّل

۲

۲

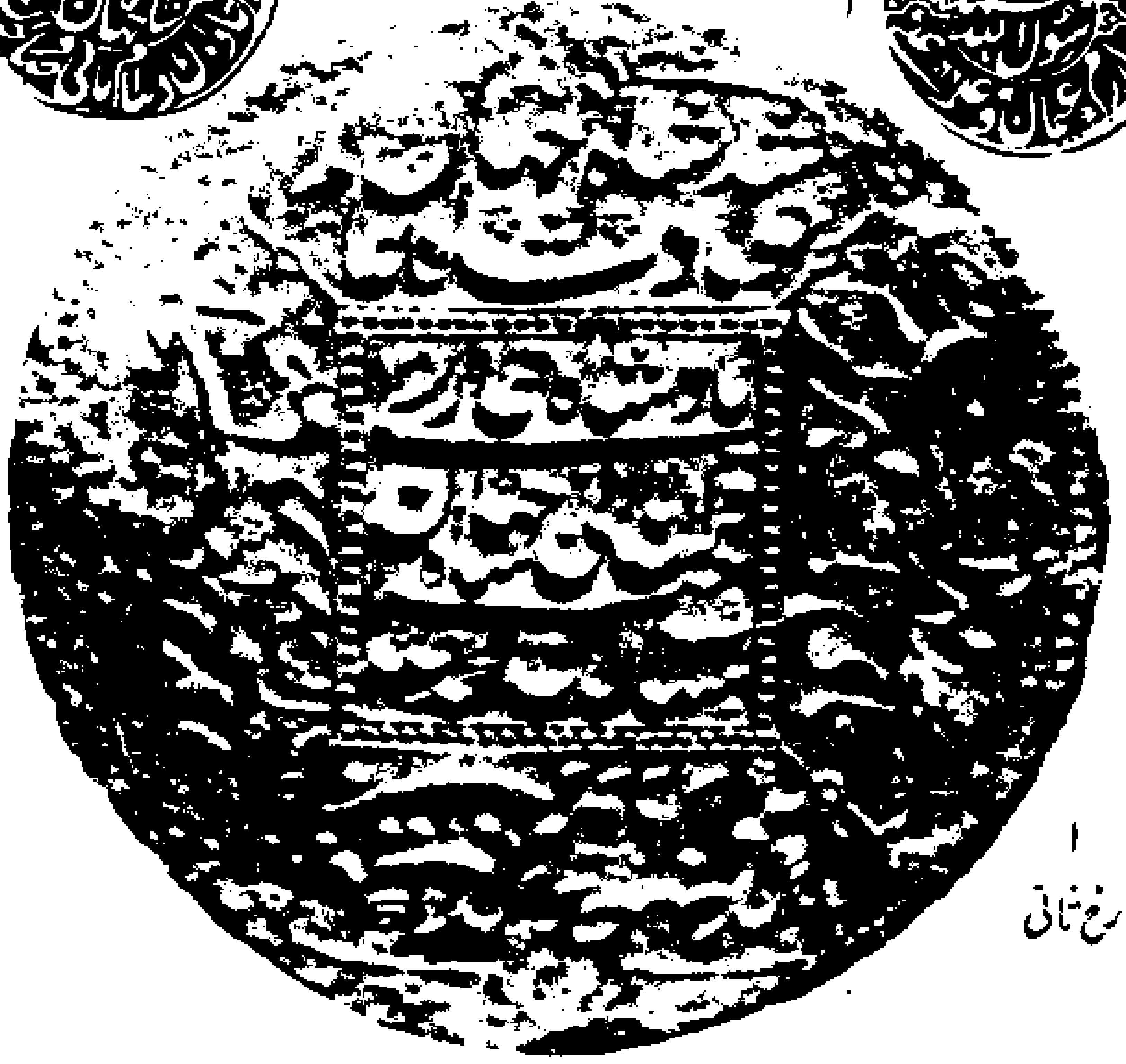

ا
رخِ ثانی

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۱۰

شہنشاہ
اورنگ زیب

۱
رخ اول

۲

۲

۱
رخ ثانی

Marfat.com

Marfat.com

لوحہ ۱۱

شہنشاہ اورنگزیب

۱ ۲

ٹیپو سلطان

۱ ۲ ۳ ۴

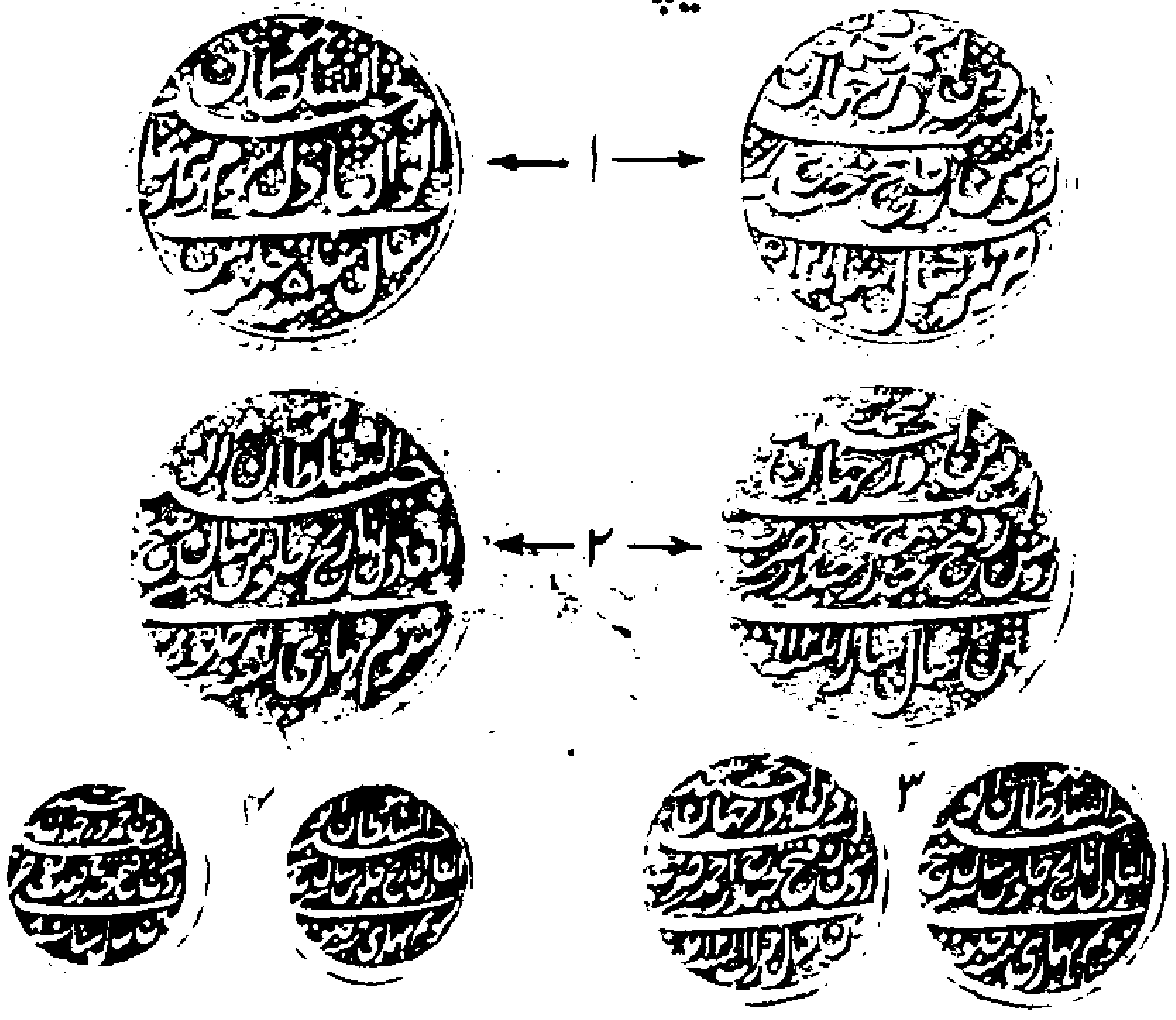

احمد شاہ درّانی

۱

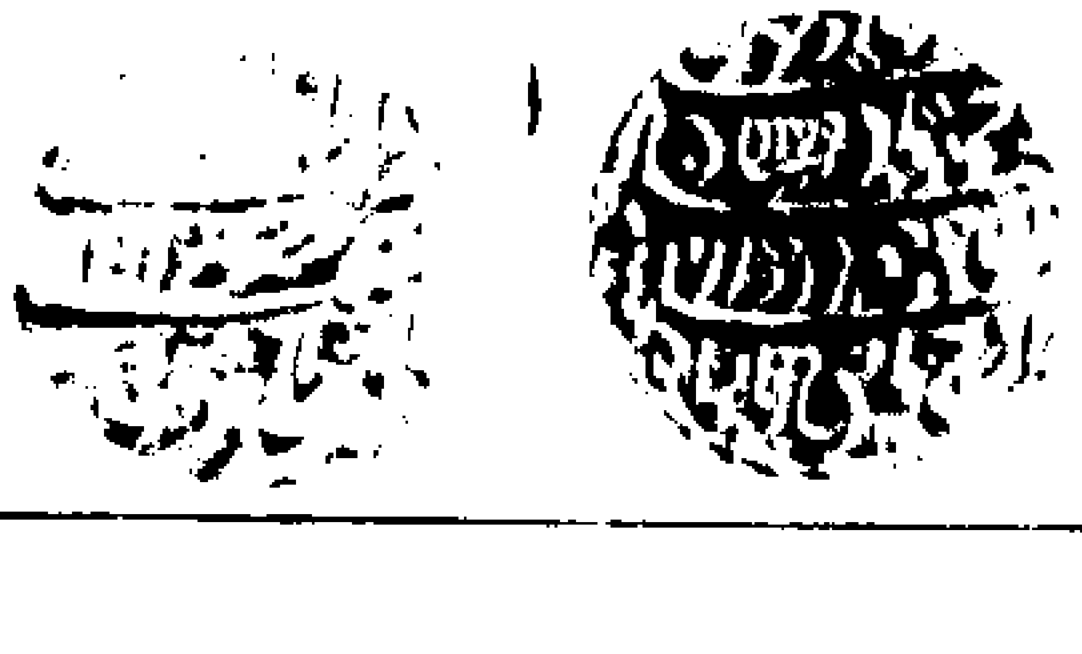

نادر شاہ

۱

Marfat.com

SIKKON PAR ASH'ĀR

By

Syed Noor Md.Akailvi

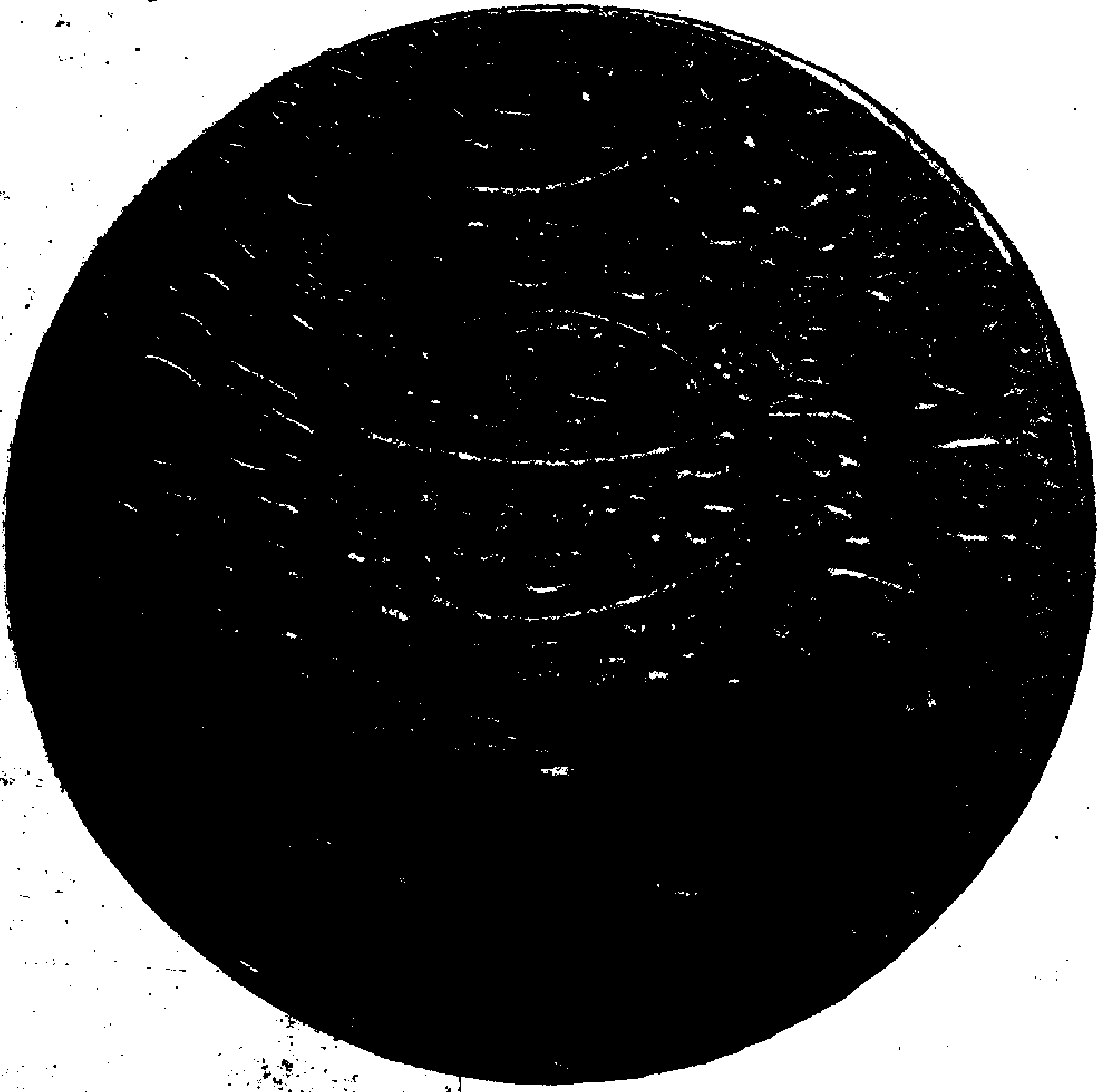

Khuda Bakhsh Oriental Public Library,

Patna.

Marfat.com